عزیز احمد

لندن۔ ستمبر ۱۹۶۵ء ۲

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحراً

Hayat

حیات سعدی

یعنی

شیخ سعدی شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کی سوانح عمری اور اُنکی تصنیفات

نظم و نثر پر ریویو

مرتبہ

جناب شمس العلماء مولوی الطاف حسین متخلص بہ حالی

حسب فرمایش جناب میر ولایت حسین صاحب - بی - اے - آنریری منیجر بک ڈپو

مدرسۃ العلوم علیگڈھ

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپی

(۲۰۰۰ جلد)

(ایڈیشن دوم)

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

حیات سعدی

یعنی

شیخ سعدی شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کی سوانح عمری اور اُنکی تصنیفات

نظم و نثر پر ریویو

مرتبہ

جناب شمس العلماء مولوی الطاف حسین متخلص بہ حالی

حسب فرمائش جناب میر ولایت حسین صاحب۔ بی۔ اے۔ آنریری منیجر بک ڈپو

مدرسۃ العلوم علیگڈھ

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان کے چھپی

(۲۰۰۰ جلد)

(ایڈیشن دوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

مشہور آدمیون کا حال لکھنا جسکو یونانی مین بیوگرفی اور عربی مین ترجمہ یا تذکرہ کہتے ہین
کم وبیش قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے - اگرچہ اُسوقت زیادہ تر بہادرون کے معرکے اور دیوتاؤن
کے کرشمے لوگون کو اکثر زبانی یاد ہوتے تھے جو مناسب موقعون پر بیان کیے جاتے تھے -
لیکن یہودیون کے ہان قدما کی سرگذشتین بھی لکھی جاتی تہین - یہودیون کے بعد یونانیون اور
رومیون نے اِس طرف توجہ کی - چنانچہ یونان کے مشہور بیوگرافر **پلوٹارک** کی بیوگرفی جو دوسری
صدی عیسوی مین لکھی گئی اُس عہد کے تذکرون مین ممتاز اور برگزیدہ ہے -

اور عیسائیون کے مذہبی لٹریچر مین اُس زمانہ کے اولیاء، شہدا اور مجتہدون کی سوانح عمری جو کسیقدر
مکمل ہین کثرت سے موجود ہین - زمانہ متوسط مین مسلمانون کی بیوگرفی سب سے زیادہ وقعت کے
قابل ہے - لیکن ان دونون زمانون مین تذکرہ لکھنے کا عام طریقہ یہ تھا کہ لوگون کے
حالات محض بطور روایت کے بیان کرتے تھے درایت کو اس مین کچھ دخل نہ دیتے تھے اور

بیان مین مبالغہ کو زیادہ کام مین لاتے تھے - مسلمانون کی بیوگرفی مین بھی یہی عام خاصیت
پائی جاتی ہے - صرف رجال حدیث کے حالات جو محدثین نے لکھے ہین اون مین البتہ بہت
احتیاط کی گئی ہے ہر ایک شخص کے اخلاق اور خصائل راست راست بے کم وکاست لکھے
گیئے ہین اور اون کے عیب اور خوبیان پوست کندہ بیان کی گئی ہین - باقی علما اور شعرا وغیرہ
کے تذکرے اکثر ایسے نہین ہین - اور چونکہ تذکرہ نویسی کا مدار محض نقل اور روایت پر تھا اسیلئے
اُن لوگون کے سوا جنکے حالات تاریخ مین مفصل لکھے گیے ہین (جیسے خلفا، سلاطین، وزرا
اور سپہ سالار وغیرہ) باقی تمام اہل کمال کے حالات مختصر طور پر تحریر ہوئے ہین - اور مشہور سے
مشہور مصنف کی لائف بھی جداگانہ نہین لکھی گئی - زمانہ حال مین یورپ کے مورخون نے
خاص کر سترھوین صدی سے بیوگرفی کو بے انتہا ترقی دی ہے - یہان تک کہ تاریخ کی طرح
بیوگرفی نے بھی فلسفہ کی شکل اختیار کی ہے - حال کی بیوگرفی مین اکثر مورخانہ تدقیق کی جاتی ہے
اور واقعات سے منطقی طور پر نتایج استخراج کیے جاتے ہین - مصنف کے کلام پر غوض کیا جاتا ہے
اور اوسکے عیب اور خوبیان صاف طور پر ظاہر کی جاتی ہین - اکثر ایک ایک شخص کی لائف کئی
کئی ضخیم جلدون مین لکھی جاتی ہے -

بیوگرفی اُن بزرگون کی ایک لازوال یادگار ہے جنھون نے اپنی نمایان کوششون سے
دنیا مین کمالات اور نیکیان پھیلائی ہین اور جو انسان کی آیندہ نسلون کے لیے اپنی مساعی
جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گیے ہین - خصوصًا جو قومین کہ علمی ترقیات کے بعد پستی اور
تنزل کے درجہ کو پہنچ جاتی ہین اُن کے لیے بیوگرفی ایک تازیانہ ہے جو اُن کو خواب غفلت سے

پیدا ارکرتا ہے - جب وہ اپنے اکابرو اسلاف کی زندگی کے حالات اور اُن کے کمالات دریافت
کرتے ہین تو اُنکی غیرت کی رگ حرکت مین آتی ہے - اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ
حاصل کرنے کا خیال اُن کے دلون مین پیدا ہوتا ہے - دنیا مین اکثر لوگ ایسے گذرے
ہین جنہون نے بڑے بڑے آدمیون کی زندگی کے حالات صرف کتابون مین پڑھ پڑھ کر اپنے
تیئن انسانیت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا تہا چنانچہ لکھا ہے کہ لوتھر[۵۱] کے دل مین جو ایک
غیر معمولی تحریک پیدا ہوئی اور بنجمن[۵۲] فرینکلن نے نہایت پست حالت سے اعلیٰ درجہ تک ترقی
اور شہرت حاصل کی اُس کا بڑا سبب یہی بیوگرفی کا مطالعہ تہا - بیوگرفی علم اخلاق کی نسبت
ایک اعتبار سے زیادہ سودمند ہے - کیونکہ علم اخلاق سے صرف نیکی اور بدی کی ماہیت معلوم
ہوتی ہے اور بیوگرفی سے اکثر نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی نہایت زبردست تحریک
دل مین پیدا ہوتی ہے - اور اسلاف کے ستودہ کامون کی ریس کرنے کا شوق دامنگیر
ہوتا ہے - انگلستان کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ ”بیوگرفی چلا چلا کر اور
سمندر کے طوفان کی طرح غل مچا کر یہ آواز دیتی ہے کہ جاؤ اور تم بہی ایسے ہی کام
کرو“ ہمارے ملک مین بیوگرفی کی طرف ابتک کچھ توجہ نہین ہوئی - ملک کی عام زبان یعنی اُردو

[۵۱] - لوتھر جرمنی کا رہنے والا عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجہ سے نجات دینے والا ہے
سنہ ۱۴۸۳ء مین پیدا ہوا - اور سنہ ۱۵۴۶ء مین فوت ہوا -

[۵۲] یہ شخص امریکہ کا ایک مشہور فاضل ہے جس نے سب سے اول علم برق کے اصول دریافت کیئے ہین سنہ ۱۷۰۶ء
مین بمقام بوسٹن پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۹۰ء مین فوت ہوا -

مین ابتک یا تو یورپ کے بعض مشہور لوگون کے حالات انگریزی سے ترجمہ ہوئے ہین - یا ایسے لوگون کے سوانح لکہے گیے ہین - جنکے حالات پڑہ کر کوئی عمدہ تحریک دل مین پیدا نہین ہوتی - ہمارے نزدیک ہندو مسلمانون کے اکابر و اسلاف مین بہی ایسے بہت سے افراد نکلین گے جن کے بڑے بڑے کام اور اُن کے کمالات قوم کے لیے سرمایہ افتخار ہین اور موجودہ نسلون کا فرض ہے کہ اُن کا نام زندہ کرنے اور آیندہ نسلون کا دل بڑہانے کے لیے اُنکے فضائل اور کمالات دنیا مین شایع کرین - مگر مشکل یہ ہے کہ قدما مین جو سب سے زیادہ مشہور ہین اُن کے بہی مفصل حالات دستیاب ہونے سخت دشوار بلکہ ناممکن ہین صرف تذکرون مین کچہہ کچہہ مختصر حال درج ہے لیکن اُس کے کسی کی لائف ترتیب وار لکہنی ہرگز ممکن نہین -

ہمنے اس خیال سے کہ **شیخ سعدی** شیرازی کا نام حد سے زیادہ مشہور ہے شاید اُن کے مفصل حالات بہم پہونچ جائین - اُن کی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا تہا اور اس غرض سے اکثر فارسی تذکرے جو یہان مل سکتے ہین دیکھے اور انگریزی تذکرہ **سر گور اوسلی**[۱] صاحب کا بہی دیکہا مگر اِن تمام تذکرون مین زیادہ تر وہی شیخ کی مشہور نقلین اور حکایتین جو زبان زد

[۱] - یہ صاحب ۱۸۰۰ء مین جبکہ مارکوئس آف ولزلی صاحب گورنر جنرل تہے بطریق سیاحت ہندوستان مین آئے تہے - شدہ شدہ لکہنؤ مین نواب سعادت علیخان کے ہان نوکر ہو گیے - پہر گورنمنٹ کی طرف سے ایران مین سفیر ہو کر گیے - سفارت کے زمانہ مین ایک تذکرہ ایران کے مشہور شاعرون کا جس مین شیخ بہی شامل ہے انہون نے بہت کوششون سے لکہا تہا -

خاص وعام مین تہوڑے تہوڑے تفاوت کے ساتہہ مندرج پائین - شیخ کی تصنیفات پر بہی اجمالی تعریف کے سوا کسی نے کوئی بات ایسی نہین لکہی جس سے اوسکے کلام کی عظمت اور واقعی خوبیان معلوم ہون - اگرچہ یہ تمام باتین مایوس کرنیوالی تہین مگر ہمنے اپنے ارادہ کو جس طرح ہوسکا پورا کیا - جسقدر صحیح اور معقول باتین تذکرون سے معلوم ہوسکتی تہین اُن کے علاوہ بعض حالات خود شیخ کے کلام سے استنباط کیے - اور نیز اُس عہد کی تاریخ مین اکثر واقعات کا سراغ لگایا اور کچہہ باتین علی بن احمد جامع کلیات شیخ کے دیباچہ سے اخذ کین - اور کچہہ کچہہ انگریزی کتابون سے بہی مدد لی - اور اس تمام معلومات کو جہان تک ممکن تہا لائف کی صورت مین مرتب کیا - اور شیخ کی تصنیفات کے بیان مین زیادہ تر اپنی ناچیز رائے اور تفحص پر بہروسہ کرکے یہ مضمون ختم کیا گیا - اگرچہ شیخ کی اصل سرگزشت مین جسقدر کہ وہ اب تک معلوم ہوئی ہے، کوئی عظیم الشان واقعہ نہین ہے لیکن جس ترتیب کے ساتہہ اُس کے پراگندہ حال جمع کرکے اس کتاب مین لکہے گیے ہین اور جس طریقہ سے اُسکی عمدہ تصنیفات اور پاکیزہ خیالات پر بحث کی گئی ہے اُس سے اُمید کیجاتی ہے کہ عام ناظرین کے لیے اس کا مطالعہ لطف سے خالی نہوگا - اور خاصکر شعرا کو اس سے کسی قدر بصیرت اور نصیحت بہی حاصل ہوگی -

اِس کتاب کے دو باب اور ایک خاتمہ ہے **پہلے باب** مین شیخ کی سوانح عمری کا بیان ہے اور **دوسرے باب** مین اُسکی تصنیفات کا مفصل ذکر ہے اور **خاتمہ** مین اوسکے عام حالات اور عام شاعری پر بالاجمال نظر کی گئی ہے - اگرچہ اسلام کے قدیم مصنفون

ہین بے شمار لوگ ایسے گذرے ہین جن کی عظمت اور جلالت کے سامنے شیخ کو کچھ رتبہ نہین ہے مگر ہمنے سب سے اول شیخ کا حال اسلیئے لکھا ہے کہ ہندوستان ہین اُس سے زیادہ کوئی مسلمان مصنف مقبول اور مشہور نہین ہے اور خاصکر فارسی زبان کے شعرا مین میرے نزدیک کوئی شاعر اُسکے رتبہ کو نہین پہنچا - لیکن اگر زمانہ نے فرصت دی تو ہمارا ارادہ ہے کہ اور بھی چند مشہور اور ذی وقعت مصنفون کی سوانح عمری اور اُن کی تصنیفات کا بیان جدا جدا لکھین گے۔

اَلسَّعْیُ مِنِّی وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ ؕ
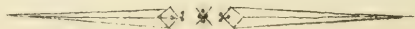
پہلا باب

شیخ کی سوانح عمری

شیخ کی سرگزشت بیان کرنے سے پہلے اُس مردم خیز خطہ کا مختصر حال لکھنا شاید بے محل نہوگا جسکی خاک سے ایسا مفید اور مقبول مصنّف پیدا ہوا - اور جہان سے علما و شعرا اور جلیل القدر مصنفون کی ایک جماعت کثیر عروج اسلام کے ہر طبقہ اور ہر صدی مین ظہور کرتی رہی ہے -

فارس اور شیراز کا حال

ایران کے جنوب مغربی حصہ مین خلیج فارس کے کنارہ پر پارس[1] ایک خطہ ہے جسکو عرب فارس کہتے ہین - قدیم زمانہ مین تمام ایران کو پارس کہتے تھے لیکن اب خاص اِس حصہ کو پارس کہا جاتا ہے - اس چھوٹی سی ولایت مین بہت سی قدرتی اور قدیم مصنوعی چیزین ایسی ہین کہ اُسکو دنیا کا نمونہ کہا جا سکتا ہے -

تقریبًا آدھا ملک پہاڑی اور آدھا میدانی ہے - اور جنوبی حد پر سمندر یعنی خلیج فارس ہے

[1] - پارس جیسا کہ فرہنگ ناصری مین لکھا ہے ہوشنگ کے بیٹے کا نام تھا - اُسی کے نام سے قدیم زمانہ مین تمام ایران کو پارس کہتے تھے اور اہل یورپ اب بھی تمام ایران کو اسی لیے پرشیا یعنی پارس کہتے ہین لیکن جب سے کہ ایران کے ہر ایک صوبہ اور ولایت کا جدا جدا نام رکھا گیا اُس وقت سے پارس اِس خاص ولایت کو کہنے لگے -

آب وہوا کہین نہایت گرم ہے اور کہین نہایت سرد ہے - اکثر صحرا سرسبز وشاداب ہین - جابجا چشمے اور ندیان جاری ہین - صحراے شاپور مین جو کہ شیراز کے نواح مین ہے ایک وسیع قطعہ ہے جسکا نام شعب بوّان ہے - عرب کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ دنیا مین چار تفرج گاہین ایسی ہین جنکا کہین نظیر نہین - صغد سمرقند[۵] - غوطۂ دمشق - نہر اُبلہ - اور شعب بوّان اتابک ابوبکر بن سعد زنگی جسکے عہد حکومت مین شیخ نے گلستان لکھی ہے ہمیشہ فخر سے کہا کرتا تھا کہ میرے ملک مین دو چیزین ایسی ہین جو خوف اور اطمینان کی حالت مین بادشاہون کے لیے ناگزیر ہین - خوف کی حالت مین قلعہ سفید اور اطمینان کی حالت مین نزہت گاہ شعب بوان - اکثر شعراے عرب نے اس قطعہ کی تعریف مین قصیدے لکھے ہین جن مین سے سلامی شاعر کا قصیدہ جو عضد الدولہ دیلمی کی فرمایش سے لکھا گیا تھا بہت مشہور ہے - ایک اور شاعر لکھتا ہے ؎

اِذَا اَشْرَفَ الْمَحْزُوْنُ مِنْ رَاسِ قَلْعَۃٍ	عَلٰی شِعْبِ بَوَّانَ اسْتَرَاحَ مِنَ الْکَرْبِ

ترجمہ - جب غمگین آدمی قلعہ پر سے شعب بوّان کی فضا کو دیکھتا ہے تو اوس کی تمام کلفتین دور ہو جاتی ہین -

فارس کے میوے عراق عجم مین جاتے ہین - گرم پانی کے چشمے اور سفید کانین فارس

[۵] سغد معرب سغدونشب کی زمین اور صغد سمرقند ایک نزہت گاہ سمندر کے قریب تھی غوطہ بھی نشیب کی زمین کو کہتے ہین - اور غوطہ دمشق کی ایک سیر گاہ دمشق مین تھی - اُبلہ بصرہ مین ایک پر فضا مقام تھا، ہان ایک ندی تھی اُسکو نہر ابلہ کہتے تھے - یہ تینون مقام اور شعب بوان دنیا کے چار بہشت سمجھے جاتے تھے -

مین موجود ہین - فارس کے آثار قدیمہ دنیا کے اُن عجائبات مین سے ہین جنکو اگلے زمانے
لوگ جن و پری کے کام سمجھتے تھے - جیسے تخت جمشید نقش شاپور - دخمۂ فریدون - اور
خانۂ زردشت ان کا مفصل حال ایران کی انگریزی تاریخون مین مذکور ہے - انھی آثار قدیمہ کی
نسبت عرفی شیرازی نے لکھا ہے ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ	آثار پدید است صنادید عجم را

اسکے سوا اور بہت سی خصوصیتین ایسی ہین جنکے دیکھنے سے انسان کے قوی مین شگفتگی اور
بالیدگی پیدا ہوتی ہے - یہی سبب ہے کہ فارس کے اکثر شہر مردم خیز سمجھے گئے ہین - جیسے
یزد میبد - گازرون - فیروزآباد - بیضا - شیراز وغیرہ - ان شہرون مین کثرت سے علما و فضلا اور ادیب
و شاعر پیدا ہوئے ہین جنکی تصنیفات مسلمانون مین ابتک موجود ہین - خصوصا شیراز جو صدہا
سال ایران کا پایۂ تخت رہا ہے - مسلمان ایرانیون نے جس طرح قم کو دار المومنین اور یزد کو
دار العباد کا خطاب دیا ہے اسی طرح شیراز کو دار العلم کے لقب سے ملقب کیا ہے - اگرچہ شیراز کا
علم و فضل زمانے کے انقلاب اور سلطنت اسلامیہ کے تنزل سے اب نہایت پست حالت مین
ہے لیکن اُسکی موجودہ نسلون کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قدیم بزرگی اور برتری کے
نشہ مین اب تک بدمست ہین - حاجی لطف علی خان آذر نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ شیراز
کے چھوٹے بڑے جوان اور بوڑھے صحبت و جلسون پر فریفتہ ہین - کسب معاش اس قدر
کرتے ہین کہ کسی کے محتاج نہ ہون - تھوڑی سی آمدنی پر قانع رہتے ہین اور ہمیشہ سیرگاہون اور
قہوہ خانون مین جمع ہوتے ہین -

شیراز کی بنیاد اسلام کے زمانہ مین پڑی ـ محمد بن قاسم جس نے مسلمانون مین سب سے اوّل ہندوستان پر لشکر کشی کی ہے شیراز کا بانی ہے یہ شہر پہلی صدی ہجری کے اخیر مین ایک نہایت سرسبز و شاداب قطعہ زمین پر آباد کیا گیا ہے ـ تقویم البلدان مین لکھا ہے کہ ”شیراز کے مکانات بہت وسیع اور بازار پُر رونق ہین اور گھر گھر نہر جاری ہے ـ شاید ہی کوئی مکان ایسا ہو جسمین ایک عمدہ باغ اور نہر نہ ہو“ پھر صفاریون[۵۱] اور دیلمیون[۵۲] کے عہد مین شیراز نے اور بھی زیادہ وسعت اور رونق حاصل کی ـ عضد الدولہ دیلمی کے زمانہ مین اُس کی آبادی اس درجہ کو پہنچی کہ شہر مین اہل لشکر کی گنجایش نہ رہی اور شہر کے باہر ایک جدید عمارت بنائی گئی جس کا نام سوق الامیر رکھا گیا اور اُسکے بیٹے صمصام الدولہ نے اس جدید عمارت کے گرد پختہ فصیل کھچوائی ـ

شیراز کی آب و ہوا نہ زیادہ گرم ہے نہ زیادہ سرد بلکہ نہایت معتدل اور خوشگوار ہے ـ شیخ سعدی اور خواجہ حافظ اور اور اکثر پرانے اور نئے شاعرون نے شیراز کی تعریف مین اشعار اور قصیدے لکھے ہین ازانجملہ خواجہ حافظ کا یہ شعر مشہور ہے ؎

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت	کنار آب رکن باد گلگشت مصلےٰ را

شیخ علی حزین نے بارہوین صدی ہجری مین جبکہ شیراز کی رونق بالکل جا چکی تھی اوسکو دیکھا ہے وہ اپنے سوانح عمری مین اُسکی بہت سی تعریف کے بعد لکھتا ہے کہ ”شیراز کی آب و ہوا

[۵۱] ـ صفاریون مین تین بادشاہ ہوئے چالیس برس اُنکی سلطنت رہی ـ

[۵۲] ـ دیلمیون مین اٹھارہ بادشاہ ہوئے جنکی حکومت ۱۲۸ برس رہی ۱۲

دماغ کے ساتھ نہایت مناسبت رکھتی ہے جسقدر چاہو کتاب کے مطالعہ اور فکر و غور مضامین مین مصروف رہو کبھی جی نہ اُکتائے گا۔

اسمین شک نہین کہ شہر کا قدرتی موقع اور آب و ہوا کی خوبی اور عمارات کی لطافت و خوش اسلوبی باشندون کے خیالات اور قوی پر عجیب اثر رکھتی ہے یہی سبب ہے کہ شیراز کے اکثر مشایخ اور علماء و شعرا پاکیزہ طبع اور لطیف و ظریف ہوئے ہین شیخ نے بوستان کے دیباچہ مین اہل شیراز کو اُن تمام اشخاص پر ترجیح دی ہے جنسے وہ حالت سفر مین ملا تھا شیراز سے جسقدر علما و مشایخ و شعرا و مصنّفین ابتدا سے اخیر تک اُٹھے ہین اور جنکا حال مسلمانون کے تذکرون مین جابجا مذکور ہے اُن کی تعداد سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس شہر کی خاک علم و ہنر کے ساتھ کس قدر مناسبت رکھتی ہے اور شیخ کے کلام کی بے نظیر شہرت اور مقبولیت سے ثابت ہے کہ شیخ کا وجود ہی شیراز کے لیے کچھہ کم باعث افتخار نہ تھا۔

شیخ کا نام۔ نسب۔ ولادت اور بچپن

اُس کا نام **شرف الدین** اور مصلح لقب اور **سعدی** تخلص ہے سر گور اوسلی نے اُسکی ولادت[1] ۵۸۹ھ ہجری مطابق ۱۱۹۳ع مین لکھی ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ سال مذکور

[1] - اُسکی ولادت کا سال کسی نے نہین لکھا صرف سال وفات سب نے لکھا ہے یعنی ۶۹۱ھ ہجری اور اُسکی عمر ۱۰۲ یا ۱۱۰ یا ۱۲۰ برس کی بتائی ہے پس کم سے کم عمر ماننے سے اُسکی ولادت ۵۸۹ھ ہجری مین قرار پاتی ہے لیکن اس سے لازم آتا ہے کہ ابوالفرج ابن جوزی جو بغداد مین اوس کا جلیل القدر اُستاد تھا اُسکی وفات کے وقت جو کہ قطعاً ۵۹۷ھ مین ہوئی ہے شیخ کی عمر نو برس سے زیادہ نہو اور یہ بالکل خلاف واقع ہے اسلیئے اُسکی عمر ۱۱۰ برس سے زیادہ تسلیم کرنی چاہیئے

سے بہت برسوں پہلے اتابک مظفرالدین تکلہ بن زنگی کے عہد حکومت مین پیدا ہوا ہے - شیخ کی ولادت کے کئی برس بعد اتابک سعد زنگی اپنے بھائی تکلہ بن زنگی[۱] کی جگہہ تخت شیراز پر متمکن ہوا تھا - چونکہ شیخ نے سعد زنگی کے عہد مین شعر کہنا شروع کیا تھا - اور نیز شیخ کا باپ عبداللہ شیرازی سعد کے ہان کسی خدمت پر مامور تھا اسلیے اُسنے اپنا تخلص سعدی قرار دیا - شیخ کا باپ جیساکہ اُسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے ایک باخدا اور متورّع آدمی تھا - شیخ کے بچپن کا حال اس سے زیادہ معلوم نہین کہ نماز روزہ کے مسائل اُسکو بہت تھوڑی عمر مین یاد کرا دیے گیے تھے اور بچپن ہی مین اُسکو عبادت - شب بیداری اور تلاوت قرآن مجید کا کمال شوق تھا - عید اور تہوارون مین ہمیشہ باپ کے ہمراہ رہتا تھا اور کہین آوارہ پھرنے نہ پاتا تھا - باپ اُس کے افعال و اقوال کی نگرانی عام باپون کی نسبت بہت زیادہ کرتا تھا اور بے موقع بولنے پر زجر و توبیخ کرتا تھا - شیخ نے اپنی تربیت کا بڑا سبب اسی باپ کی تادیب اور زجر و توبیخ کو قرار دیا ہے چنانچہ وہ بوستان مین کہتا ہے ؎

ندانی کہ سعدی مکان از چہ یافت	نہ ہامون نوشت و نہ دریا شگافت
بخوردی بخورد از بزرگان قفا	خدا دادش اندر بزرگی صفا

لیکن شیخ کے بعض اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ اُسکو کمسن چھوڑ کر مر گیا تھا -

[۱] - بوستان مین تکلہ کو شاہان پیشین مین لکھا ہے حالانکہ سعدی اُسکے وقت مین پیدا ہو لیا تھا اس کا سبب یہ ہے کہ بوستان تکلہ سے چوتھے بادشاہ یعنی ابوبکر کے عہد مین لکھی گئی ہے پس شاہان پیشین سے وہ بادشاہ مراد ہین جو ابوبکر سے پہلے تھے نہ وہ جو سعدی سے پہلے تھے -

باپ کی وفات کے بعد غالباً شیخ کی والدہ نے اُسکو تربیت کیا ہوگا کیونکہ اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی کی حالت مین اُسکی مان زندہ تھی - کئی تذکرون مین یہ لکھا ہے کہ علامہ قطب الدین شیرازی جو کہ محقق طوسی کا شاگرد رشید اور ہولاکو خان کا مصاحب خاص تھا شیخ کا ماموں یا قریب کا رشتہ دار تھا مگر بعض تذکرون سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اور علامہ کے باہم ایسی بے تکلفانہ ہنسی اور چہل ہوتی تھی جو ماموں بھانجون مین نازیبا معلوم ہوتی ہے - بہرحال شیخ اور علامہ دونون ہمعصر تھے اور شاید کچھ قرابت بھی رکھتے ہون -

شیخ کی تعلیم کا حال

اگرچہ شیخ کا باپ ایک درویش مزاج آدمی تھا اور بچپن مین شیخ کو بہ نسبت علم حاصل کرنے کے زہد و عبادت اور صلاح و تقویٰ کی زیادہ ترغیب دی گئی تھی - اس کے سوا شیخ ابھی جوان نہ ہونے پایا تھا کہ باپ کا انتقال ہوگیا - مگر اُس نے ہوش سنبھالتے ہی شیراز اور اُسکے قرب و جوار مین علما و مشایخ و فصحا و بلغا کی ایک جماعت کثیر اپنی آنکھ سے دیکھی تھی اور اُن سے بھی زیادہ ایک جم غفیر کا شہرہ جو خطۂ فارس مین اہل کمال ہوگزرے تھے بزرگون سے سنا تھا - قاعدہ ہے کہ بزرگون اور کاملون کے دیکھنے یا اُنکی شہرت اور ذکر خیر سننے سے ہونہار لڑکون کے دل مین خود بخود اُنکی ریس اور پیروی کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے - اسیلئے تحصیل علم کا شوق اُسکو دامنگیر ہوا - اگرچہ دار العلم شیراز مین تحصیل علم کا سامان مہیا تھا علماء جلیل القدر درس و تدریس مین مشغول رہتے تھے - مدرسہ عضدیہ جو کہ عضد الدولہ دیلمی نے قایم کیا تھا اور اُسکے سوا اور مدرسے وہان موجود تھے لیکن

اُسوقت ایسی ابتری اورخرابی پھیلی ہوئی تھی کہ اہل شیراز کو ایک دم اطمینان نصیب نہ تھا - اگرچہ اتابک سعد بن زنگی نہایت عادل رحم دل بامروت اور فیاض بادشاہ تھا مگر اُس کی طبیعت مین اولوالعزمی حد سے زیادہ تھی - اکثر شیراز کو خالی چھوڑ کر عراق کی حدود مین لشکر کشی کرتا رہتا تھا - اور اپنی مہمات کے شوق مین ممالک محروسہ کو بالکل فراموش کر دیتا تھا - اُس کی غیبت سے زمانہ مین اکثر مفسد لوگ میدان خالی پاکر اطراف وجوانب سے شیراز پر چڑھ آتے تھے اور قتل وغارت کرکے چلے جاتے تھے - چنانچہ ساتوین صدی کے آغاز مین اول اتابک اوزبک پہلوان نے اور پھر چند روز بعد سلطان غیاث الدین نے بہت سے لشکر کے ساتھ آکر شیراز کو ایسا تاخت وتاراج کیا کہ اُسکی تباہی اور بربادی مین کوئی دقیقہ باقی نہ رہا ایسی حالت مین تحصیل علم کی فرصت شیخ کو وطن مین ملنی دشوار بلکہ ناممکن تھی - اسکے علاوہ امن کے زمانہ مین بھی وطن کے مکروہات اور موانع ہمیشہ تحصیل علم مین رخنہ انداز ہوتے ہین - یہ اسباب تھے جنھون نے شیخ کو ترک وطن پر مجبور کیا - چنانچہ ذیل کے اشعار مین اُس نے شیراز سے تنگ آکر بغداد جانے کا ذکر کیا ہے ؎

دلم از صحبت شیراز بکلّی بگرفت	وقت آنست کہ پرسی خبر از بغداد م
سعدیا حبّ وطن گرچہ حدیثیست صحیح	نتوان مرد بسختی کہ من اینجا زادم

ترجمہ - میرا دل شیراز کی صحبت سے تنگ آگیا - اب وہ وقت ہے کہ مجھسے بغداد کا حال پوچھو - اے سعدی وطن کی محبت اگرچہ صحیح بات ہے - مگر اس ضرورت سے کہ مین یہان پیدا ہوا ہون سختی سے مرا نہین جاتا -

اُس زمانہ مین مسلمانون کے بشمار مدرسے بلادِ اسلام مین جابجا کہلے ہوے تہے جہان دور دور سے طالبعلم آآکر علم تحصیل کرتے تہے - ہرات - نیشاپور - اصفہان - بصرہ اور بغداد مین خواجہ نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان کے بنائے ہوئے مدرسے آباد اور معمور تہے اِن کے سوا شام[۵] - عراق اور مصر وغیرہ جگہہ جگہہ مدرسے جاری تہے لیکن سب سے زیادہ شہرت نظامیۂ بغداد نے حاصل کی تہی جسکو خواجہ نظام الملک طوسی نے ۴۵۹ھ مین بنوایا تہا ہزارون جلیل القدر عالم اور حکیم اِس مدرسہ سے تعلیم پاکر نکلے ہین جنکی تصنیفات ابتک مسلمانون مین موجود ہین - یہ مدرسہ اسقدر نامور تہا کہ جو علماء یہان کے پڑہے ہوئے مشہور ہوجاتے تہے پہر اُن کے مستند اور ذی اعتبار ہونے مین کسیکو شبہ نہ رہتا تہا - امام ابو حامد غزالی - شیخ عراق عبد القاہر سہروردی - استاد الائمہ ابو حامد عماد الدین موصلی اور اور بڑے بڑے جلیل القدر عالمون نے اسی مدرسہ مین تعلیم پائی تہی - شیخ کو اس مدرسہ مین آنے کی ترغیب اس سبب سے اور بہی زیادہ ہوئی ہوگی کہ اوس کا ہموطن شیخ ابو اسحاق شیرازی

---

[۵] - اِن مین سے مدرسہ ناصریہ ملک الناصر صلاح الدین کا بنایا ہوا قبرس مین اور مدرسہ رواحیہ رواحہ کے پوتے زکی ابو القاسم ہبۃ اللہ کا - اور نیز مدرست الشام خاتون بنت ایوب خواہر صلاح الدین کا اور دار الحدیث ملک عادل بن ایوب کا دمشق مین اور مستنصریہ خلیفہ مستنصر باللہ کا بغداد مین اور صاحبیّہ وزیر صفی الدین کا قاہرہ مین اور نوریہ نور الدین ارسلان شاہ صاحب موصل کا موصل مین بہت مشہور تہے - انکے سوا جیسا کہ تاریخ ابن خلکان سے معلوم ہوتا ہے اور بہت سے مدرسے جیسا مدرسہ ثقفیہ - قاہریہ - عزیزیہ - عزیّہ - زینیہ - نفیسیہ - علآنیہ وغیرہ وغیرہ بیت المقدس - موصل - بغداد - دمشق اور اسکندریہ وغیرہ مین موجود تہے -

جس کا علم و فضل شہرہ آفاق تھا مدت تک اس مدرسہ کا متولی رہا تھا - جبوقت نظام الملک نے
بغداد مین یہ مدرسہ قایم کیا تھا تو سب سے اول یہان کا متولی شیخ ابو اسحاق کو مقرر کیا تہا اور
اس سبب سے اہل شیراز کو اس مدرسہ سے ایک خاص نسبت اور لگاو تہا -

الغرض شیخ نے مدرسہ نظامیہ مین جاکر تحصیل علم شروع کی - اور جیسا کہ بوستان مین
اُس نے تصریح کی ہے وہان سے اُسکے لیے کچہہ وظیفہ بہی مقرر ہوگیا تھا - بغداد مین
جن لوگون سے شیخ نے پڑہا تھا اون مین سب سے زیادہ مشہور اور نامور شخص علامہ ابوالفرج
عبدالرحمٰن ابن جوزی ہے جسکا لقب جمال الدین ہے - یہ شخص حدیث اور تفسیر مین اپنے
وقت کا امام تہا - بیشمار کتابین اسکی تصنیفات سے ہین - لکھتے ہین کہ اوس نے مرتے وقت
وصیّت کی تہی کہ مینے جن قلمون سے حدیث لکھی ہے اُن کا تراشہ میرے حجرے مین ہے - مرنیکے
بعد جب مجھکو نہلائین تو غسل کیلئے اُس تراشہ سے پانی گرم کرین - چنانچہ اسکی وصیت کے مطابق
عمل کیا گیا - اور پانی گرم ہوکر کچہہ تراشہ بچ رہا -

جس زمانہ مین شیخ بغداد مین علامہ ابن جوزی سے پڑہتا تھا اُسوقت شیخ کی جوانی کا
آغاز تھا - دولت شاہ سمرقندی اور سرگور اوسلی نے لکہا ہے کہ ابن جوزی سے تحصیل علم
کرنے کے بعد شیخ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے بیعت کی تہی اور اُن سے علم
تصوف اور طریق معرفت و سلوک حاصل کیا - اور پہلی مرتبہ انہین کے ساتھ بیت المقدس کے
حج کو گیا - مگر یہ بات بالکل غلط ہے - کیونکہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی وفات
۵۶۱ھ ہجری مین یعنی شیخ سعدی کی ولادت سے بہت پہلے ہوچکی تہی - البتہ اس مین شک

نہین کہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے اُسکو صحبت رہی ہے اور ایک بار سفر دریا مین وہ اُنکے ساتھ رہا ہے ۔

شیخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علمی کے زمانہ مین اُسکے ہم عمر اور ہمسر لوگ اُسکی خوش بیانی اور حُسن تقریر پر رشک کرتے تھے ۔ چنانچہ ایک بار اُسنے اُستاد سے شکایت کی کہ فلان طالب علم مجھہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے جب مین آپس مین بیٹھکر مسائل علمیہ بیان کرتا ہون تو وہ حسد سے جل جاتا ہے ۔ اُستاد یہ سنکر شیخ پر غصے ہوا اور یہ کہا کہ اورون کے رشک وحسد کی تو شکایت کرتے ہو اور اپنی بدگوئی اور غیبت کو بُرا نہین سمجھتے ۔ تم دونون اپنی عاقبت خراب کرتے ہو وہ رشک وحسد سے اور تم بدگوئی وغیبت سے ۔

شیخ کو بچپن سے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے فقر اور درویشی کی طرف زیادہ میلان تھا ۔ طالب علمی کے زمانہ مین بھی وہ برابر وجد وسماع کی مجلسون مین شریک ہوتا تھا ۔ اور علامہ ابو الفرج ابن جوزی ہمیشہ اُسکو سماع سے منع کرتا تھا مگر شیخ کو سماع کا ایسا چسکا تھا کہ اِس باب مین کسی کی نصیحت کارگر نہوتی تھی ۔ لیکن علماء کی سوسائیٹی آہستہ آہستہ اُسکے دل مین گھر کرتی جاتی تھی ۔ آخر ایک روز کسی مجلس مین اُسکو ایک بدآواز قوال سے پالا پڑا اور بضرورت ساری رات اُس مکروہ صحبت مین بسر ہوئی ۔ صحبت کے ختم ہونے پر آپ نے سر سے منڈاسا اوتارا اور جیب مین سے ایک دینار نکالا اور یہ دونون چیزین قوال کی نذر کین ۔ اصحاب مجلس کو اِس حرکت سے تعجب ہوا ۔ شیخ نے یارون سے کہا کہ مینے آج اِس شخص کی کرامت مشاہدہ کی ہے ۔ میرا مربی اُستاد ہمیشہ سماع سے منع کرتا تھا مگر مینے اُسکے حکم کی تعمیل نہ کی

اور برابر سماع مین شریک ہوتا رہا- آج خوش قسمتی سے اس مبارک جلسے مین آنا ہوا اور اس بزرگوار قوال کے تصرف سے مین نے ہمیشہ کے لیے سماع سے توبہ کی-

شیخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کی صحبت سے عالم طالب علمی ہی مین تصوف اور درویشی کے خیالات اُس کے دل سے اُتر گیے تھے- وہ لکھتا ہے کہ ایک شخص خانقاہ کو چھوڑ کر مدرسہ مین چلا آیا- مین نے پوچھا کہ عالم اور درویش مین کیا فرق دیکھا جو اُس طریقہ کو چھوڑ کر اس کوچہ مین قدم رکھا- کہا درویش صرف اپنی جان بچانے مین کوشش کرتے ہین اور علماء یہ چاہتے ہین کہ اپنے ساتھ ڈوبتون کو بھی بچائین-

شیخ نے شعر مین اکثر یہ بات جتائی ہے کہ اُسکو کسی سرزمین کے ساتھ عراق یا بغداد سے بڑھکر تعلق نہین رہا- چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے ؎

بعد از عراق جائے خوش ندیدم ہوائے	ساقی بزن نوائے زان پردۂ عراقی

جس زمانہ مین شیخ نظامیہ بغداد مین پڑھتا تھا اگرچہ اُسوقت حقیقت مین عباسیون کی خلافت کا خاتمہ ہوچکا تھا مگر ظاہری شان و شوکت ہارون اور مامون کے عہد کو یاد دلاتی تھی- عباسیہ کا اخیر خلیفہ مستعصم باللہ سریر سلطنت پر متمکن تھا- اور اُسکے عہد مین گویا بغداد کی خلافت نے چند روز کے لیے سنبھالا لیا تھا- اطراف عالم کے اکابر و اشراف اور ہر علم و فن کے ماہر اور ارباب حرفت و صنعت مدینۃ السلام بغداد مین جمع تھے عیش و عشرت کے سامان حد سے زیادہ ہر طرف مہیا نظر آتے تھے- خلیفہ کی عظمت اور رعب و داب سے بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ لرزتے تھے- اور بڑے بڑے شہریار اور فرمان روا بارگاہ خلافت مین مشکل سے باریاب ہوتے تھے

قصر خلافت کے آستانہ پر ایک پتھر بمنزلہ حجر الاسود کے پڑا ہوا تھا جسکو امرا اور اعیان
سلطنت قصر خلافت مین داخل ہوتے وقت بوسہ دیتے تھے تہوارون مین جس راہ سے
خلیفہ کی سواری نکلتی تھی وہان ایک مدت پہلے سے رستہ کے تمام منظر اور بالاخانے کرایہ
دارون سے رک جاتے تھے - الغرض عباسیہ کا یہ آخری جاہ وجلال شیخ نے اپنی آنکھ سے
دیکھا تھا - اور پھر اُسی آنکھ سے اُس دار الخلافہ کا بے چراغ ہونا جو چھ سو برس بوسہ گاہ ملوک
وسلاطین رہا تھا اور اس خاندان کی بربادی جسکا سایۂ اقتدار یوروپ - ایشیا اور افریقہ پر برابر
پڑتا تھا اور خلیفہ اور اسکی اولاد اور ہزارہا بنی عباس اور کئی لاکھ اہل لشکر اور اہل بغداد
کا تاتاریون کی تیغ بیدریغ سے قتل ہونا اور عرب کے سطوت اور اقتدار کا ہمیشہ کے لیے
صفحۂ روزگار سے مٹ جانا مشاہدہ کیا تھا - شیخ نے وہ تمام اسباب بھی دیکھے تھے جو
مستعصم باللہ کی تباہی اور عباسیہ کے زوال کا باعث ہوئے اور وہ ظلم وستم بھی اُس کی
آنکھون کے روبرو گزرے تھے جو ہلاکو خان کے خونخوار لشکر نے بغداد مین برپا کیئے اِن
حوادث وواقعات کا تماشا شیخ کے لیے ایک نہایت عمدہ سبق تھا جس نے اُسکے دل
مین قوم کی دلسوزی بادشاہون کی اصلاح رعایا کی ہمدردی اور ہر طبقہ کے لوگون کی بھلائی کا
خیال پیدا کردیا تھا اور اُسی خیال کی بدولت اُس نے اپنی تمام عمر ابنائے جنس کی نصیحت
اور خیر اندیشی مین صرف کی - مستعصم باللہ کا نہایت دردناک مرثیہ شیخ نے اُسوقت لکھا
ہے جب کوئی شخص اُس کا رونے والا اور خود اسلام کے سوا کوئی اُس کا ماتم دار اور سوگوار
دنیا مین باقی نہ تھا - اِس مرثیہ کی چند ابیات اس موقع پر نقل کرنی مناسب معلوم ہوتی ہین -

ابیات

	اشعار			ترجمہ
۱	آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین بر زوال ملکِ مستعصم امیر المومنین		۱	آسمان کا فرض ہے کہ مستعصم کی تباہی پر زمین پر خون برسائے۔
۲	ای محمدؐ گر قیامت می برآری سر ز خاک سر برآور وین قیامت درمیانِ خلق بین		۲	اے محمد صلعم اگر آپ قیامت ہی کو مرقد سے باہر نکلیں گے تو ابھی نکلکر قیامت دنیا مین دیکھ لیجئے۔
۳	نازنینانِ حرم را خون حلق نازنین ز آستان بگذشت و مارا خون دل از آستین		۳	محل کے ناز پروردون کے حلق کا خون ڈیوڑہی سے بہ گیا اور ہمارے دل کا خون آستین سے ٹپک نکلا۔
۴	زینہار از دور گیتی و انقلابِ روزگار در خیال کس نگشتی کا نچنان گردد چنین		۴	زمانہ کی گردش اور دنیا کے انقلاب سے پناہ مانگنی چاہیئے یہ بات کسی کے خیال مین بہی نہ آتی تہی کہ یون سے یون ہوجائیگا۔
۵	دیدہ بردار ایکہ دیدی شوکتِ بیت الحرام قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقان بر زمین		۵-	جنہون نے اُس بیت الحرام کی شان و شوکت دیکھی ہے جہان روم کے قیصر اور چین کے خاقان خاک پر

	اشعار		ترجمہ
			سر گڑگڑاتے اور زمین پر بیٹھتے تھے وہ ذرا آنکھہ اُٹھا کر دیکھیں -
۶	خون فرزندان عم مصطفی است ریختہ ہم بر آن خاکی کہ سلطانان نہادندے جبین	۶	کہ پیغمبر خدا کے نبی عم کا خون اُس خاک پر بہ گیا جہان سلاطین ماتھا رگڑاتے تھے -
۷-	بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت قیر در انگشتری ماند چو برخیزد نگین	۷-	آیندہ دنیا سے آرام کی توقع رکھنی نہین چاہیے کیونکہ انگوٹھی پر سے جب نگین جاتا رہتا ہے تو نری کلونس رہجاتی ہے -
۸	دجلہ خونابست زین پس گر نہد سر در نشیب خاک نخلستان بطحا را کند با خون عجین	۸	دجلہ کا پانی نکتر لہو ہو گیا ہے اگر اب جاری رہے گا تو نخلستان بطحا کی خاک کو خون سے رنگین کر دیگا -
۹-	نوحہ لائق نیست بر خاک شہیدان زانکہ ہست کمترین دولت مرایشانرا بہشت برترین	۹-	شہیدون کی خاک پر نوحہ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اُنکے لیے ادنی نعمت فردوس برین ہے -
۱۰	لیکن از روے مسلمانی دراہ مرحمت	۱۰-	ہان مگر رحم اور اسلام کی ہمدردی کے

	اشعار		ترجمہ
	مہربان را دل بسوزد در فراق نازنین		سبب دوست کا دل دوست کی جدائی مین کڑھتا ہے -
۱۱	باش تا فردا کہ بینی روز داد و رستخیز کز لحد با روی خون آلودہ برخیزد دفنین	۱۱-	کل تک صبر کرو قیامت کے دن دیکھہ لینا کہ قبر سے اہل قبر لہو بہرا مونہ لیکر اُٹھین گے -
۱۲-	تکیہ بر دنیا نباید کرد دل بروی نہاد کاسمان گاہی مہر است ای برادر گہ بکین	۱۲	یارو دنیا پر بہروسا کرنا اور اُس سے دل لگانا نہین چاہیئے کیونکہ آسمان کبھی دوست ہے اور کبھی دشمن -
۱۳	زور بازوی شجاعت بر نیاید با اجل چون قضا آید نماند قوت رای رزین	۱۳	شجاعت کا زور موت پر غالب نہین آسکتا اور جب قضا آتی ہے تو رائے صائب کی قوت جاتی رہتی ہے -
۱۴	تیغ ہندی بر نیاید روز ہیجا از نیام شیر مردی را کہ باشد مرگ پنہان در کمین	۱۴	جس بہادر کی گہات مین اجل ہوتی ہے اسکی اصیل تلوار لڑائی کے دن میان سے باہر نہین نکلتی -
۱۵	تجربت بیفائدہ است آنرا کہ برگردید بخت حملہ آوردن چہ سود آنرا کہ برگردید زمین	۱۵	جب نصیبہ پلٹ گیا پہر اُسکا امتحان کرنا بیفائدہ ہے اور جب زمین اُلٹ گیا پہر حملہ کرنا فضول ہے

	اشعار			ترجمہ
۱۶	اگر گسانند از پے مردارِ دنیا جنگجوی ای برادر گر خردمندی چو سیمرغان نشین		۱۶-	یاروں مردار دنیا کے لیے گدآپس مین لڑ رہے ہین اگر تم عقلمند ہو تو سیمرغون کی طرح الگ بیٹھو۔

شیخ پر بعض امامیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مستعصم باللہ جیسے نالائق اور ناشدنی خلیفہ کا مرثیہ لکہنا شیخ کی شان سے نہایت بعید تہا - اگرچہ اس بات کا انکار نہین ہوسکتا کہ مستعصم باللہ مین دانائی - نیکی اور انصاف بالکل نتھا۔ تکبر اور غرور نے اُسکے دماغ کو مختل کر دیا تہا۔ غفلت اور بے پروائی کی نوبت یہان تک پہونچی تہی کہ ایک بار اُسکے بیٹے ابوبکر نے اہل سنت کی حمایت اور طرفداری مین کرخ کے بنی ہاشم پر نہایت سخت ظلم اور تعدی کی جس کے بیان کرنے سے رونگٹے کہڑے ہوتے ہین مگر اُس نالائق خلیفہ نے اس کا کچھہ تدارک نہ کیا - لیکن اس سے شیخ کے مرثیہ لکھنے پر کچھہ اعتراض نہین ہوسکتا - مستعصم باللہ کو کیساہی نالائق اور قابل نفرین سمجھو - مگر یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اُسکے بگڑنے سے نہ صرف بنی عباس کی حکومت دنیا سے اُٹھہ گئی بلکہ مشرق سے مغرب تک جہان جہان عرب کے قدم جمے ہوئے تہے ایکبارگی اُنہین تزلزل آگیا اور چند روز مین اُنکا اقتدار صفحۂ ہستی سے یک قلم محو ہوگیا - پس جس شخص کے رگ و پے مین عرب کے خون کا ایک قطرہ بہی ملا ہوا تھا یا جس کے دل مین ایک ذرہ برابر اسلام کی حمیت تہی اُسکے لیے اس سے بڑہ کر اور کیا مصیبت ہوسکتی تہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی عم کا خون تاتاری وحشیون کے ہاتھہ سے آب باران کی طرح بہایا گیا اور جس عمارت کی بنیاد

بنیاد خلفائے راشدین کے ہنرمند ہاتھون نے ڈالی تھی وہ چشم زدن مین ایک خاک کا ڈہیر ہوگیا - شیخ نے حقیقت مین مستعصم باللہ کا مرثیہ نہین لکھا بلکہ اسلام کا مرثیہ لکھا ہے - اور اگر اس موقع پر حسان بن ثابت موجود ہوتے تو اُن کو بھی ایسا ہی مرثیہ لکھنا پڑتا - مستعصم کے حال پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

ہمارے بعد بہت روئے ہمکو اہل وفا	کہ اپنے مٹنے سے مہر و وفا کا نام مٹا

القصہ شیخ مدرسہ نظامیہ سے نکلکر مدت دراز تک ایشیا اور افریقہ مین برابر سیر و سیاحت کرتا رہا جب کتاب کے مطالعہ سے اُسکا جی سیر ہوگیا تو نسخہ کائنات کا مطالعہ شروع کیا - بعض تذکرون مین لکھا ہے کہ اُسنے تیس برس کی عمر تک تحصیل علم کی ہے اور تیس برس سیر و سفر مین اور تیس برس تصنیف و تالیف مین اور تیس برس عزلت نشینی مین بسر کیے ہین - اگرچہ تیس تیس برس کے چار مساوی حصے مقرر کرنے تکلف سے خالی نہین - اور غالباً یہ مضمون منوشاستر سے اخذ کیا گیا ہے جسمین عمر کو ایسے ایسے تین یا چار حصون پر تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر اسمین شک نہین کہ شیخ کی عمر کا بڑا حصہ تحصیل علم اور سیر و سفر مین بسر ہوا - نفحات الانس مین لکھا ہے کہ شیخ عالم صوفیون مین سے تھا اور علوم و آداب سے بہرہ کامل رکھتا تھا - اگرچہ اُسکی شہرت طبقہ علما رمین اسقدر نہین ہوئی جس قدر زمرۂ شعرا مین ہوئی مگر اُس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک محقق اور سلجھا ہوا عالم تھا - بعض موقعون پر فقہا اور قضاۃ کے مجمعون مین اُسکا بحث و مناظرہ کا اتفاق ہوا ہے اور اخیر کو اُسکی رائے سب پر غالب رہی ہے - ایک بار غالباً شام یا عراق کے کسی شہر مین جہان اُسکے جان پہچان کم تھے کسی تقریب سے قاضی شہر کی مجلس مین اُسکا گزر ہوا - اُسوقت

شیخ نہایت شکستہ حال تہا اور مجلس مین تمام علما، وفقہا کمال تزک واحتشام سے بیٹھے تہے - شیخ سادگی سے سب کے برابر جابیٹہا - خدام نے جھڑک کر وہان سے اُٹھا دیا اور مشکل سے پائین مجلس مین جگہ ملی - اُسوقت کسی مسئلہ مین گفتگو ہورہی تہی اور کسی سے وہ عقدہ حل نہ ہوتا تھا شیخ نے دور ہی سے باآواز بلند کہا کہ اگر مجکو اجازت ہو تو اس باب مین مین بہی کچہ کہون - سب شیخ کی طرف متوجہ ہو گیے اور ایک کم حیثیت آدمی کی ایسی جرأت پر سب کو تعجب ہوا - شیخ نے اس مسئلہ کو بہت خوبی اور فصاحت سے بیان کیا - چارون طرف سے تحسین و آفرین ہونے لگی قاضی نے مسند چہوڑ دی اور عمامہ سر سے اُتار کر شیخ کے سامنے رکہدیا - شیخ نے کہا یہ غرور کا اوزار مجہے نہین چاہیئے - جب لوگ مجکو حقیر اور ذلیل معلوم ہونگے تو پہٹے پرانے کپڑے والون سے مین بہی تمہاری طرح ناک چڑہاؤنگا - اسیطرح اور بہت سے طعن اور ملامت کے الفاظ کہہ کر وہان سے چلدیا - شیخ نے یہ اپنی سرگزشت بوستان مین اس طرح بیان کی ہے گُویا کسی غیر شخص کی سرگذشت ہے مگر اخیر کے شعر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے خاص اپنی روداد لکھی ہے -

شیخ کی تحصیل اور مبلغ علم کا حال دریافت ہونا مشکل ہے مگر ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے فلسفہ اور حکمت کی طرف بہت کم توجہ کی تہی - زیادہ تر اُسکی ہمت دینیات اور علم سلوک و علم ادب کی جانب مصروف رہی اور خاصکر وعظ اور خطابت مین جسکی تعلیم مدرسہ نظامیہ مین باقاعدہ طور سے ہوتی تھی اُسکو عمدہ دستگاہ تہی - طالب علمی ہی کے زمانہ مین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اُسکے ہم جماعت لوگ اُسکی خوش بیانی پر رشک کرتے تہے - معلوم ہوتا ہے کہ بلاد شام مین اُس نے متواتر وعظ کہا ہے - وہ لکہتا ہے کہ مین ایک دفعہ جامع بعلبک مین وعظ کہہ رہا تہا اور اہل مجلس نہایت

افسردہ دل تھے جنکو کچھہ اثر نہ ہوتا تھا - مین اس آیت کے معنی بیان کر رہا تھا نحن اقرب الیہ من حبل الورید - کہ ایک راہرو وہان سے گذرا - اُسنے میرا بیان سنکر ایسا پرجوش نعرہ مارا کہ اور لوگ بھی اسکے ساتھہ جیت گیے اور تمام مجلس گرم ہوگئی -

شیخ کو علاوہ علم و فضل کے اکثر زبانون سے واقفیت تھی - عرب - شام اور مصر وغیرہ مین رہتے رہتے وہان کی زبان گویا اُسکی مادری زبان ہوگئی تھی - وعظ اور بحث و مباحثہ اور تمام معاملات عربی زبان مین کرتا تھا - اور صرف روزمرہ کی بول چال ہی پر قدرت نہ تھی بلکہ عربی قصائد فصیح اور بامزہ اُسکے کلیات مین موجود ہین - اسکے سوا بتخانہ سومنات کے قصہ مین اس نے ایک جگہہ ظاہر کیا ہے کہ وہ ژند کی زبان جانتا تھا - سر گور اوسلی لکھتے ہین کہ ایشیاٹک جنرل کے ایک پرچہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء مین فرانس کے مشہور محقق ام گارسن ڈی ٹیسی نے لکھا ہے کہ "سعدی پہلا شخص ہے جس نے ہندوستانی زبان یعنی ریختہ مین جبکہ وہ سومنات اور گجرات مین آیا تھا شعر کہا ہے" مگر یہ ایک مغالطہ ہے جو نہ صرف محقق مذکور کو بلکہ اس سے پہلے ہندوستان کے تذکرہ نویسون کو بھی ہوا ہے اصل یہ ہے کہ دکن مین بھی ایک شاعر سعدی تخلص اس زمانہ مین ہوا ہے جب کہ ریختہ کی بنیاد پڑنی شروع ہوئی تھی - یہ خیال کیا گیا ہے کہ اسکی وفات کو تقریباً چار سو برس گزرے ہین کہتے ہین کہ ریختہ مین سب سے پہلے اُس نے شعر کہا ہے اور یہ تین شعر اس کے مشہور ہین -

اشعار

مقنعہ جو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا دیت ہے	گفتا کہ دُرائے باورے اس ملک کی یہ ریت ہے

ہمنا تمہین کو دل دیا تم دل لیا اور دکھ دیا	ہم یہ کیا تم وہ کیا ایسی بھلی یہ پیت ہے
سعدی بگفتا ریختہ در ریختہ دُر ریختہ	شیر و شکر آمیختہ ہم ریختہ ہم گیت ہے

مرزا رفیع سودا نے اپنے تذکرہ مین اُن اشعار کو شیخ سعدی شیرازی کے نام پر لکھا ہے مگر حکیم قدرت اللہ خان قاسم نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ اس شخص کو سعدی شیرازی سمجھنا جیسا کہ بعض تذکرہ نویسون نے دہوکا کہایا ہے محض غلط ہے -

سر گور اوسلی نے یہ بہی لکھا ہے کہ شیخ کی ایک نظم دیکھی گئی ہے جس مین اُسنے اشعار مختلف زبانین اُن ملکون کی لکہی ہین جہان جہان وہ سیاحی کو گیا ہے - اس بیان مین ظاہر کچھ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کیونکہ ایک مدت دراز تک وہ ایشیا اور افریقہ کے مختلف ملکون مین سفر کرتا رہا ہے اور اکثر جگہہ اُس نے بہت بہت دیر تک قیام کیا ہے - شام - عراق - فلسطین - مصر - یمن اور ہندوستان مین مدت دراز تک مقام کرنا خود اُسکے کلام سے ثابت ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ وہ ان ملکون کی زبان سے کافی واقفیت رکہتا ہوا سکے سوا اسنے اور بہت سے ملکون کی سیر کی ہے جنمین سے اکثر کا ذکر گلستان اور بوستان مین کیا ہے -

شیخ کی سیاحت کا حال

سر گور اوسلی لکھتے ہین کہ مشرقی سیاحون مین ابن بطوطا کے سوا شیخ سعدی سے بڑہکر اور کوئی سیاح ہمنے نہین سنا - اُسنے ایشیاے کوچک - بربر - حبش - مصر - شام - فلسطین - آرمینیا - عرب جملہ ممالک ایران - اکثر ممالک توران - ہندوستان - رودبار - دیلم - کاشغر -

اور جیحون سے آگے تک اور بصرہ و بغداد سے تھین[۱] دال تک کی سیر کی تھی" صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہین کہ شیخ کو چار دفعہ ہندوستان مین آنیکا اتفاق ہوا ہے - ازانجملہ ایک دفعہ پٹھان اغلمش کے وقت مین اور دو دفعہ خاص امیر خسرو سے ملنے کو دہلی مین آیا ہے" ہمارے نزدیک یہ مضمون بالکل بے سروپا ہے - اغلمش کوئی بادشاہ ہندوستان مین نہین ہوا شاید سلطان التمش کے دہوکے مین اغلمش لکھا گیا - بیشک شیخ نے اغلمش کا ذکر گلستان مین ایک جگہ کیا ہے جہان یہ لکھا ہے کہ "سرہنگ زادہ را بر در سرائے اغلمش دیدم" مگر ہندوستان مین کوئی اغلمش یا سرائے اغلمش نہین سنی گئی - سعدی اور امیر خسرو کی ملاقات بھی ثابت نہین ہوتی - اگرچہ اکثر تذکرہ نویسون کو یہ شبہ ہوا ہے - شیخ آذری نے بھی اپنی کتاب جواہر الاسرار مین لکھا ہے کہ شیخ امیر کے دیکھنے کو شیراز سے ہندوستان مین آیا ہے - مگر اسکا کچھہ ثبوت نہین ہے بلکہ شیخ اور امیر خسرو کے عصر کا مقابلہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا امیر کے ملنے کیلئے آنا خلاف قیاس ہے خسرو کی ولادت ۶۵۱ھ ہجری مین ہوئی ہے جبکہ شیخ کی عمر ستر برس سے زیادہ ہوچکی تھی - اب اگر امیر خسرو کی شہرت بفرض محال پچیس برس ہی کی عمر مین ایران تک پہونچ گئی تھی تو اسوقت شیخ کی عمر تقریباً سو برس کی ہونی چاہیئے - پس یہ کیونکر خیال مین آتا ہے کہ ایک سو برس کا شیخ جو شاعری مین یگانہ وقت اور مقبول خاص و عام ہو ایک پچیس برس کے لڑکے کی شہرت سنکر ایران سے ہندوستان مین آئے - البتہ معتبر حوالون سے اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ

---

[۱] تھین دال سے مراد شاید سد سکندری ہے کیونکہ شیخ نے ایک جگہ اپنے دیوان مین تصریح کی ہے کہ مین سد سکندری تک گیا ہون ۱۲

سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے قاآن محمد سلطان ناظم ملتان نے جسکو خان شہید کہتے ہین شیخ سے دو بار درخواست کی کہ آپ شیراز سے یہان آئے - اور چونکہ امیر خسرو اسوقت محمد سلطان کے مصاحبون مین تہے اسلیئے انکا کلام بہی شیخ کے ملاحظہ کے لیے بہیجا - شیخ اسوقت بہت معمّر ہوگیا تہا اس سبب سے خود نہ آسکا - لیکن دونون دفعہ اپنے دو دیوان اپنے ہاتہہ سے لکہے ہوئے خان شہید کو بہیجے اور امیر خسرو کی نسبت یہ لکہا کہ اِس جوہر قابل کی تربیت اور قدر افزائی کرنی چاہیئے -

شیخ کا ہندوستان مین چار دفعہ آنا بہی ثابت نہین ہے - صرف بوستان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے سومنات سے نکلکر ایکبار مغربی ہندوستان کا دورہ کیا ہے اور وہان سے بحر ہند اور بحر عرب کی راہ یمن اور حجاز مین پہنچا ہے -

شیخ کے سفر جسقدر گلستان اور بوستان سے ثابت ہوتے ہین اُنکی تفصیل یہ ہے کہ مشرق مین خراسان ترکستان اور تاتار تک گیا ہے اور بلخ و کاشغر وغیرہ مین مقیم رہا ہے جنوب مین سومنات تک آیا اور ایک مدت تک یہان ٹہیرا اور سومنات سے مغربی ہندوستان مین پہر کر دریا کی راہ سے عرب کو چلا گیا - شمال و مغرب کی طرف عراق عجم - آذربیجان - عراق عرب شام - فلسطین - اور ایشیائے کوچک مین بارہا اُسکا گذر ہوا ہے - اصفہان - تبریز - بصرہ کوفہ واسطہ - بیت المقدس - طرابلس الشرق - دمشق - دیار بکر - اور اقصائے روم کے شہرون اور قریون مین مدت دراز تک اُسکی آمد و رفت رہی ہے - مغرب کی جانب عرب اور افریقہ مین اوس کا بار بار جانا اور وہان ٹہیرنا معلوم ہوتا ہے - ہندوستان سے مراجعت کے وقت یمن مین

جانا۔صنعا مین ایک مدت تک قیام کرنا۔حجاز مین پہنچنا۔اسکندریہ۔مصر اور حبش کے واقعات اُسکے کلام مین مذکور ہین۔

شیخ نے دریا مین بہی بارہا سفر کیا ہے۔خلیج فارس۔بحر عمان۔بحر ہند۔بحر عرب۔بحر قلزم اور بحر روم مین اُسکے متعدد سفر ثابت ہوتے ہین۔چیمبرز انسائکلوپیڈیا مین لکہا ہے کہ وہ یوروپ کے اکثر ملکون مین پہرا ہے لیکن شیخ کے کلام سے کہین یہ بات ثابت نہین ہوتی۔اکثر تذکرہ نویس لکہتے ہین کہ شیخ نے چودہ حج پیادہ پا کیے ہین اور خود شیخ کے کلام سے بہی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے وہ ایک سفر کا حال بوستان مین اِس طرح لکہتا ہے کہ بیابان فید مین ایک رات نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ مین چلتے چلتے سر راہ پڑ کر سو رہا پیچہے سے ایک شتر سوار آیا اور اُس نے اونٹ کی نکیل میرے سر پر مار کر کہا کہ کیا تو نے مرنے کا ارادہ کیا ہے جو جرس کی آواز سنکر بہی نہین اُٹہتا بیابان فید جبکا اس حکایت مین ذکر ہے ایک صحرا ے لق و دق چہہ سو میل لمبا اور چار سو میل چوڑا ہے۔جو حجاج کوفہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہین اُنکے رستہ کے بیچون بیچ فید ایک بستی ہے جس کے نام سے یہ صحرا مشہور ہے۔فید کوفہ سے تقریبًا تین سو پچیس میل ہے اور اسیقدر مسافت پر وہان سے مکہ معظمہ ہے۔اِس صحرا مین پانی نہایت کمیاب ہے اور آبادی کہین نظر نہین آتی ایسی راہ سے پیادہ پا حج کو جانا ظاہر کرتا ہے کہ شیخ نے کیسی کیسی صعوبتین سفر مین اُٹہائی ہین۔

کریم خان زند نے اپنے عہد حکومت مین شیراز کے قریب ایک احاطہ بنوایا ہے جو ہفتن کے نام سے مشہور ہے اُسمین سات مجہول الاسم درویشون کی قبرین بنی ہوئی ہین اور احاطہ کے

دروازہ پر شیخ سعدی اور خواجہ حافظ کی شبیہین نصف قدکی لگی ہوئی ہین - کپتان کلارک نے بوستان کا ترجمہ انگریزی مین چھاپا ہے - اُس مین شیخ کی اُس تصویر[۱] کا فوٹوگراف بھی چھاپا ہے شیخ کی شبیہ مین ایک کشکول اُسکے ہاتھہ مین اور ایک تبر اُسکے کندہے پر ہے جو کہ اُس ملک کے سفر کرنے والون کی خاص علامت ہے -

شیخ کے کلام سے جا بجا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ بے سروسامان اور متوکل درویشون کی طرح سفر کرتا رہا ہے - اور بعض موقعون پر اُسکو حالت سفر مین نہایت سخت تکلیفین اور ایذائین پہنچی ہین -

ساتوین صدی ہجری اور بارہوین صدی عیسوی کے وسط مین جبکہ صلیبی لڑائیون کا سلسلہ فلسطین مین ختم نہوا تھا اور مسلمان اور عیسائیون کے باہم سخت خصومت اور عداوت ہو رہی تھی شیخ پر ایک سخت واقعہ گزرا ہے جسکا ذکر گلستان کے دوسرے باب مین کیا ہے - خلاصہ یہ ہے کہ ایکبار اہل دمشق سے ناراض ہو کر اُسنے بیابان قدس یعنی فلسطین کے جنگلون مین رہنا اختیار کیا تھا اور آدمیون سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا - آخر وہان کے عیسائیون نے اُسکو پکڑ کر قید کر لیا - اُسوقت طرابلس الشرق یعنی مشرق کی تپولی مین شہر کے استحکام اور حفاظت کے لیے شہر مین خندق تیار ہو رہی تھی اور یہودی اسیرون سے (جنکو یورپ کے عیسائی بلگیریا اور ہنگری وغیرہ سے گرفتار کر کے لائے تھے) مزدوری کا کام لیا جاتا تھا - شیخ کو بھی یہودیون کے ساتھہ خندق کے کام پر لگایا - مدت کے بعد حلب کا ایک معزز آدمی جو شیخ کا واقفکار

---

[۱] بینی صاحب ایک سیاح نے اپنے ایران کے سفرنامہ مین اس تصویر کا حال مفصل لکھا ہے -

تہا اُس طرف سے گزرا اور شیخ کو پہچان کر اُس سے پوچہا کہ یہ کیا حالت ہے - شیخ نے کچہہ دردانگیز اشعار پڑہے اور یہ کہا کہ خدا کی قدرت ہے - جو شخص یگانون سے کوسون بہاگتا تہا وہ آج بیگانون کے پنجہ مین گرفتار ہے - رئیس حلب کو اُسکے حال پر رحم آیا اور دس دینار دیکر شیخ کو قید فرنگ سے چہوڑا دیا اور اپنے ساتہہ حلب مین لے گیا - اسکی ایک بیٹی نالتخدا تہی شیخ کا نکاح سو دینار مہر پر مقرر کرکے اُس کے ساتہہ کر دیا - کچہہ مدت وہان گذری - مگر بیوی کی بدمزاجی اور زبان درازی سے شیخ کا دم ناک مین آگیا - ایک بار اُس نے شیخ کو یہ طعنہ دیا کہ آپ دہی نہین جسکو میرے باپ نے دس دینار دیکر خریدا ہے؟ شیخ نے کہا ہان بیشک مین وہی ہون دس دینار دیکر مجہے خریدا اور سو دینار پر آپکے ہاتہہ بیچا -

نفحات الانس مین لکہا ہے کہ شیخ نے بہت مدت تک بیت المقدس اور شام کے شہرون مین سقائی کی ہے - غالبًا یہ وہی زمانہ ہے جس کا ذکر اس حکایت مین کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے اُسپر ایسی ایسی تکلیفین اور سختیان اکثر گذری ہین - وہ گلستان مین ایک جگہہ لکہتا ہے کہ مینے کبہی زمانہ کی سختی اور آسمان کی گردش کا شکوہ نہین کیا - مگر ایک موقع پر دامن استقلال ہاتہہ سے چہوٹ گیا کہ نہ میرے پاؤن مین جوتی تہی اور نہ جوتی خریدنے کا مقدور تہا - اسی حالت مین غمگین اور تنگدل کوفہ کی جامع مسجد مین پہنچا - وہان ایک شخص کو دیکہا کہ جس کے پاؤن ہی سرے سے نہ تہے - اُسوقت مینے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے ننگے پاؤن غنیمت سمجہے -

عالم غربت مین کبہی کبہی عسرت اور تنگی کا ہونا ایک لازمی امر تہا مگر شیخ ایسے موقعون پر خودداری کو ہاتہہ سے نہ دیتا تہا - ایک سال اسکندریہ مین جب کہ شیخ وہان موجود تہا نہایت

سخت قحط پڑا اور درویشون پر بہت سختی گذرنے لگی - اُس زمانہ مین وہان ایک ہیجڑا نہایت دولتمند تھا - غریبون اور پردیسیون کو اُسکے ہان سے کہانا یا نقدی ملتی تہی - کچھہ درویش جو غالباً شیخ کے رفقا مین سے تہے شیخ کے پاس آے اور اُس ہیجڑے کے ہان دعوت مین چلنے کی تحریک کی - شیخ نے اُنکے ساتھہ دعوت مین چلنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ شیر بہوک سے مارے مر ہی جاے تو بہی کتے کا جہوٹا نہین کہانا -

شیخ کے وقایع سفر مین جو کہ اُس نے گلستان اور بوستان مین بیان کیے ہین سب سے زیادہ عجیب سومنات کا واقعہ ہے جو بوستان کے آٹھوین باب مین مذکور ہے یعنی شیخ لکھتے ہین کہ جب مین سومنات مین پہنچا اور ہزارون آدمیون کو دیکھا کہ ایک بت کی پرستش کیلیے دور دور سے وہان آتے ہین اور اُس سے مرادین مانگتے ہین تو مجکو تعجب ہوا کہ جاندار ایک بیجان چیز کی کس لیے پرستش کرتے ہین - اس بات کی تحقیق کے لیے مینے ایک برہمن سے ملاقات پیدا کی - ایکروز اُس سے پوچہا یہ لوگ اس بیحس مورت پر کیون اسقدر فریفتہ ہین - اور اُس کے سامنے مورت کی سخت مذمت اور حقارت کی - برہمن نے مندر کے پجاریونکو خبر کر دی - سب نے مجکو آن کر گہیر لیا - مین نے مصلحتاً اُنکے سرگروہ سے کہا کہ مینے کوئی بات بداعتقادی سے نہین کہی - مین خود اس مورت پر فریفتہ ہون - لیکن چونکہ مین نووارد ہون اور اسرار نہانی سے ناواقف ہون اسلیے اسکی حقیقت دریافت کرنی چاہتا ہون تاکہ سمجھہ بوجہہ کر اسکی پوجا کرون - اُس نے یہ بات پسند کی اور کہا کہ آج رات کو تو مندر مین رہ - تجہہ کو اصل حقیقت معلوم ہوجائیگی - مین رات بہر وہان رہا صبح کے قریب تمام بستی کے مرد و عورت وہان جمع ہو گئے

اوراس مورت نے اپنا ہاتھہ اٹھایا جیسے کوئی دعا مانگتا ہے یہ دیکھتے ہی سب جے جے پکارنے لگے جب وہ لوگ چلے گئے تو برہمن نے ہنسکر مجھسے کہا "کیون اب تو کچھہ شبہ باقی نہین رہا"؟ مین ظاہرداری سے رونے لگا اور اپنے سوال پر شرمندگی اور انفعال ظاہر کیا۔ سب برہمنون نے مجھپر مہربانی کی اور میرا ہاتھہ پکڑکر اس مورت کے سامنے لیگئے۔ مینے مورت کے ہاتھہ پر بوسہ دیا اور بظاہر چند روز کے لیے برہمن بنگیا۔ جب مندر مین میرا اعتبار بڑھ گیا تو ایک روز رات کو جب سب چلے گئے مینے مندر کا دروازہ تو بند کردیا اور مورت کے تخت کے پاس جاکر غور سے اِدہر اودہر دیکہنا شروع کیا۔ وہان مجھے ایک پردہ نظر آیا جسکے پیچھے ایک پوجاری چھپا ہوا بیٹھا تھا اور اوس کے ہاتھہ مین ایک ڈور تھی۔ معلوم ہوا کہ جب اُس ڈور کو کہینچتا ہے فوراً اُس مورت کا ہاتھہ اُٹھہ جاتا ہے اسی کو عام لوگ اُس کا کرشمہ سمجھتے ہین۔ اُس پوجاری نے جب دیکھا کہ راز فاش ہوگیا وہ کھسیانا سا ہوکر وہان سے بھاگا۔ مین بھی اُسکے پیچھے دوڑا اور اس خوف سے کہ کہین مجکو پکڑوا کر مروا نہ ڈالے اُسکو پکڑکر ایک کنوے مین گرادیا۔ اِس کے بعد فوراً مین وہان سے بھاگ نکلا اور ہندوستان مین ہوتا ہوا یمن کے رستہ حجاز مین پہنچا۔

اِس حکایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایک ایسے بڑے مندر مین جہان ہزارون پوجاری اور سینکڑون بھجن گانیوالے مرد اور عورت اور سینکڑون جاتری شب و روز موجود رہتے تھے وہان ایک مشتبہ آدمی کو ایسا موقع کیونکر ملا کہ تمام مندر مین اُسکے سوا کوئی متنفس باقی نہ رہا اِسکے سوا ایسے سناٹے کے وقت جبکہ مندر مین کوئی متنفس موجود نہ تھا پردہ کے پیچھے ایک پوجاری کا ڈور تہام کر بیٹھنا کس غرض سے تھا اور کیون تھا۔

اس اعتراض کے جواب مین صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید اصل واقعہ لیعنی سومنات مین جانا اور مندر مین ہندو بنکر رہنا اور ایک شخص کو اپنی جان کے خوف سے کنوے مین ڈھکیل کر بھاگ جانا صحیح ہو مگر اُس صورت مین یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اس واقعے کے تمام جزئیات کی تصویر شیخ سے پوری پوری نہین کہے سکی - اصل یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ نظم مین بیان کیا جاتا ہے تو شاعر کو اکثر وزن و قافیہ کی ضرورت سے کہین کہین اصل مدعا مین ضرور کمی بیشی کرنی پڑتی ہے اور بعض اوقات وہ شاعرانہ خیالات کی رو مین بہکر اصل واقعہ سے دور جا پڑتا ہے - پس اگر اس واقعہ سے کسی کی غرض متعلق نہین ہوتی تو کسی کی اُسکی طرف التفات نہین ہوتا - ورنہ اہل غرض کو اسپر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے - مثلاً شیخ نے بوستان کے اسی باب مین ایک بادشاہ زادہ کی حکایت صرف گیارہ بیت کی لکھی ہے - مطلب یہ ہے کہ گھوڑے سے گر کر اسکی گردن کو ایسا صدمہ پہنچا تھا کہ وہ پھر پھر نہ سکتی تھی مگر ایک حکیم کے علاج سے اچھی ہو گئی کسی قدر صحت کے بعد جب طبیب ملنے کو آیا تو اُسکی طرف کچھہ التفات نہ کیا - طبیب وہان سے دل مین ناخوش ہو کر اُٹھہ کھڑا ہوا - دوسرے روز ایک دوا بھیجی کہ اسکی دھونی سے بالکل آرام ہو جائیگا اوس سے بادشاہ کو ایک چھینک آئی اور اوسکی گردن جیسے چوٹ لگنے پر ہو گئی تھی ویسی ہی ہو گئی - اسی حکایت کو شیخ نے ایک اور ۳۴ بیت کی مثنوی مین جو بحر ہزج مین ہے بیان کیا ہی اور یہ اُسکی کلیات مین موجود ہے - ان دونون مثنویون مین قصہ کے جزئیات مختلف ہین مختصر حکایت مین سرزمین یونان کا حکیم اور طولانی حکایت مین صرف حکیم لکھا ہے - ایک جگہہ لکھا ہے کہ ایک بوٹی بھیجی تھی اور دوسری جگہہ ایک تخم بھیجا تھا - ایک جگہہ بادشاہ کا قصہ لکھا ہے اور

دوسری جگہہ ایک نبرد آزما کا - ایک جگہہ لکھا ہے کہ اُسی دوا کی دہونی سے چھینک آئی دوسری جگہہ چھینک وغیرہ کا کچھہ ذکر نہین -

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ نظم مین بشرطیکہ ناظم کو حسن بیان اور زینت الفاظ کا پورا پورا خیال ہو قصہ کے جزئیات کا اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا نہایت دشوار ہے - پس بہ نسبت اِسکے کہ شیخ پر غلط بیانی کا الزام لگایا جائے یہ بہتر ہے کہ اِس کے بیان کو اس مقام پر ادائے مطلب مین قاصر سمجھا جائے -

شیخ کا سفر کے بعد وطن مین آنا

ہم اوپر لکھہ چکے ہین کہ شیخ نے سعد زنگی کے ابتدائے حکومت مین تحصیل علم کے لیے ترک وطن اختیار کیا تہا - سعد زنگی چہٹی صدی کے آخر مین تخت نشین ہوا اور ۶۲۳ھ ہجری مین وفات پائی - غالبًا شیخ شیراز سے نکلکر سعد زنگی کے زمانہ مین وطن نہین آیا - کیونکہ اُس نے شیراز سے چلتے وقت وہان کی حالت نہایت ابتر و خراب دیکھی تہی - اتابک اوزبک پہلوان اور سلطان غیاث الدین کے حملے اور شہر کا تاخت و تاراج ہونا اپنی آنکھ سے دیکھہ گیا تھا - مگر جب سعد زنگی کا بیٹا قتلغ خان ابوبکر اپنے باپ کی جگہہ تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اُس نے فارس کو جو دو سو برس سے مورد آفات و حوادث تھا چند روز مین سرسبز و شاداب کر دیا - اگرچہ مورخین نے اسکی تعریف مین بہت مبالغے کیے ہین مگر اس مین شک نہین کہ اُسنے اپنی خوبیون کے سبب بے انتہا شہرت اور نیکنامی حاصل کی تہی - اطراف و جوانب سے مشائخ و

زہاد اُسکی شہرت سنکر آتے اور اُنکی کمال تعظیم واحترام کیا جاتا تہا - شیراز کی خانقاہین - عبادتخانے مدرسے اور مسجدین جو ویران ہوگئی تہین اُسکے عہد مین آباد کی گئین - اور ایسی عمارتون کی امداد کے لیے گانو اور جاگیرین وقف کین - ایک شفاخانہ شیراز مین بنوایا اور بڑے بڑے حاذق طبیب اُسپر مامور کیے - اپنی دانشمندی اور حسن تدبیر سے ملک فارس کو ہمیشہ مغول تاتار کے سیلاب بلا سے جسکی کہین پناہ نہ تہی محفوظ رکھا - اور ۶۲۳ھ سے ۶۵۸ھ تک سلطنت کی - مدت تک اُسکے عہد مین بہی شیخ نے شیراز کا رُخ نہین کیا اور اطراف وجوانب مین سیر وسیاحت کرتا رہا - مگر جب ابوبکر کا شہرہ دور ونزدیک برابر سننے مین آیا اور وطن کا اشتیاق بہی حد سے زیادہ گزرگیا اور وطن مین قرار واقعی امن وامان قایم ہوگیا تب شام سے عراق عجم ہوتا ہوا اور اصفہان مین ٹہیرتا ہوا جیسا کہ بوستان کی ایک حکایت سے مفہوم ہوتا ہے شیراز مین پہنچا - شیخ کی کلیات مین ایک قطعہ ملا ہے جس سے ثابت ہے کہ اُسنے ایک مدت دراز کے بعد ابوبکر سعد کے عہد مین شیراز کی طرف معاودت کی تہی - وہ قطعہ بجنسہ یہان نقل کیا جاتا ہے -

قطعہ

	اشعار			ترجمہ
۱	ندانی کہ من در اقالیم غربت چرا روزگارے بکردم درنگے			تجکو معلوم نہین ؟ کہ مین نے پردیس مین ایک مدت تک کیون توقف کیا -

	اشعار		ترجمہ
۲	برون جستم از تنگ ترکان کہ دیدم جہان درہم افتادہ چون موے زنگے	۲	مین ترکون کی چپقلش سے نکل بہاگا کیونکہ ملک حبشی کے بالون کی طرح ژولیدہ ہو رہا ہتا۔
۳	ہمہ آدمی زاد بودند لیکن چو گرگان بخونخوارگی تیز چنگے	۳	سب آدمی کے بچے تہے لیکن خونخواری مین بہیڑیون کی طرح تیز ناخن رکہتے تھے۔
۴-	درون مردمی چون ملک نیک محضر برون لشکرے چون ہزبران جنگے	۴	شہر کے اندر فرشتہ خصلت لوگ تہے اور باہر شہر کے لوگ جنگی مانند شیرون کے تہے۔
۵-	چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم پلنگان رہا کردہ خوئے پلنگے	۵	جب مین پلٹ کر آیا تو ملک کو آسودہ پایا کہ درندون نے درندگی کی خصلت چہوڑ دی تہی۔
۶	چنان بود در عہد اول کہ دیدم جہان پر ز آشوب و تشویش و تنگے	۶	اگلے زمانہ مین جبکہ ملک کو آشفتہ اور پریشان اور تنگ دیکہا تہا ملک کا وہ حال تہا۔
۷-	چنین شد در ایام سلطان عادل	۷-	اور اب بادشاہ عادل ابوبکر بن سعد

ترجمہ			اشعار	
زنگی کے عہد میں یہ حال ہوگیا ہے۔			اتابک ابوبکر بن سعد زنگی	

شیراز مین پہنچکر ظاہرا شیخ نے جامۂ علم وفضیلت اُتار کر بالائے طاق رکھدیا تہا کیونکہ اتابک ابوبکر مین باوجود اُن تمام خوبیون کے جو اوپر مذکور ہوئین ایک نہایت سخت عیب بہی تہا۔ وہ ہمیشہ علما وفضلا سے بدگمان رہتا تہا اور جاہل فقیرون اور درویشون کو بہت کچہہ دیتا اور اون کے ساتہہ کمال ارادت وعقیدت ظاہر کرتا۔ اسی بدگمانی کے سببسے چند جلیل القدر آئمہ وعلما کو اُس نے جبرا شیراز سے نکلوا دیا تھا۔ ازانجملہ امام صدرالدین محمود واعظ اور امام شہاب الدین تودہ پشتی اور مولانا عزالدین ابراہیم فلیبی کو کہ اقسام علوم مین یگانۂ روزگار تہے بہت زجر وتہدید کے ساتہہ شیراز سے نکلوادیا۔ قاضی عزالدین علوی جو کہ سندی سیار اور دارالملک کا قاضی القضاۃ تھا اُس کا تمام مال واسباب ضبط کرلیا۔ صاحب سعید عمیدالدین اسعد کو جو کہ بے مثل ادیب تھا اور سعد زنگی کا نہایت عالی مرتبہ وزیر تھا ماخوذ کیا اور معہ اُسکے بیٹے تاج الدین محمد کے ایک قلعہ مین قید کردیا یہان تک کہ وہ قید ہی مین مرگیا۔

اسی سبب سے اہل علم اپنا کمال علمی ظاہر کرنیسے ڈرتے تہے اور اکثر جہلا مشائخ کے لباس مین جلوہ گر ہوتے تہے۔ تاریخ وصاف مین لکھا ہے کہ ایک جاہل آدمی مشیخت مآب بنکر ابوبکر کے دربار مین آیا۔ اتابک نے اُسکی بہت تعظیم وتکریم کی اور جب نماز مغرب کا وقت آیا تو اسی کو امام بنایا۔ شاہ صاحب نے قرأت غلط پڑہی مگر جسقدر اُنہون نے قرأت مین غلطیان کین اُسیقدر

اتابک کو اُن کے ساتھہ زیادہ عقیدت ہوئی اور بہت کچھہ دیکر اُنہیں رخصت کیا۔

پس شیخ کے لیے علما کے لباس میں رہنا زیادہ خطرناک تھا کیونکہ بہت سی صفات اُس میں ایسی جمع تہیں جنکے سبب سے اُس کا مرجع خلائق بننا ایک ضروری امر تھا۔ مثلاً علم و فضل شاعری۔ لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی فقر و درویشی وغیرہ وغیرہ اور اہل علم کے مرجع خلائق بننے سے ابوبکر ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ اِسکے علاوہ بادشاہوں اور عالموں کے چال چلن پر خوردہ گیری کرنی ریاکار فقیروں اور جاہل درویشوں کی قلعی کہولنی اور اسی طرح کے اور بہت سے خیالات اپنی نظم و نثر میں ظاہر کرنے شیخ کا اصلی مقصد تھا اور اس غرض سے بہی علما اور واعظین کے لباس میں رہنا ہرگز مناسب نہ تھا ظاہر ہوا اسی سبب سے جیسا کہ گلستان کے دیباچہ میں مذکور ہے ابوبکر کے دربار میں بہت کم جاتا تھا۔ زیادہ تر سعد بن ابی بکر کو جس کا نہایت دردناک مرثیہ شیخ کے کلیات میں موجود ہے۔ اس سے ارادت اور عقیدت تہی اور اسی کے نام پر گلستان لکہی گئی ہے۔

خود مختار سلطنتوں میں کوئی شے رائے کی آزادی اور خاصکر بادشاہوں کے چال چلن پر آزادانہ رائے دینے سے زیادہ خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر شیخ نے جسکے وقت میں ہر بادشاہ و حاکم علی الاطلاق تھا اس فرض کو پورا پورا ادا کیا۔ سلاطین عہد کے اخلاقی عیب اور اُنکی بدخصلتیں جس طرح اس نے بیان کی ہیں آزاد سلطنتوں میں بہی اس سے زیادہ لکہنی مشکل ہیں مگر ایسے لطیف پیرایوں میں اُنکو جتلایا ہے کہ اُنکو اُسپر گرفت کا موقع نہیں ملا۔ اکثر سلاطین سلف کی حکایتوں کے ضمن میں جو دو بادشاہوں سے منسوب تہیں اُس نے

تعریفین کی ہین - کہین مدحیہ قصائد ہین اول مدح وستایش کی تہوڑی سی چاٹ دیکر نصیحت و
پند کا دفتر کہولا ہے اور اون کو ظلم اور تعدی کے بُرے نتایج سے متنبہ کیا ہے اور طرح طرح سے
رعیت کے حقوق جتاے ہین اور اون کی بے اعتدالیان ظاہر کی ہین - اتابک جو علما کا مخالف
اور مشایخ و زہاد کا حد سے زیادہ معتقد تہا اسکی تنبیہ کے واسطے گلستان اور بوستان مین اُسنے
بہت سی حکایتین لکہی ہین - مثلاً گلستان کی ایک حکایت مین کسی درویش کا حال لکہا ہے جو کہ جنگل
مین رہتا تھا اور درختون کے پتے کہاتا تھا - ایک بادشاہ اُسکی زیارت کو گیا اور اُسکو شہر مین لے آیا
اور ایک عمدہ بستان سرا مین اُتارا - چند روز جو اچہے اچہے کہانے کہانیکو اور نفیس کپڑے پہننے
کو اور خوبصورت لونڈیان خدمت کرنے کو ملین اور ہر طرح کے آرام و آسایش پائی شاہ صاحب
نے خوب رنگ و روغن نکالا - ہیئت و صورت بالکل بدل گئی - ایک دن بادشاہ قدمبوسی
کے لیے حاضر ہوا اور کہا جسقدر کہ مجکو علما اور زہاد سے محبت ہے ایسی اور کسی گروہ سے نہین فیلسوف
وزیر نے عرض کیا حضور! شرط دوستی یہ ہے کہ دونون کے ساتھہ بہلائی کی جائے اور اسیلئے
علما کو روپیہ دینا چاہیئے تاکہ اطمینان سے درس اور تصنیف مین مصروف رہین اور زاہدون کو
کچہہ نہ دینا چاہیئے تاکہ وہ اپنے زہد پر قایم رہین -

ایک اور اس سے زیادہ لطیف اور چبہتی ہوئی حکایت اسی باب مین لکہی ہے جو بالکل
اتابک ابوبکر کی حالت کے مناسب ہے یعنی "ایک بادشاہ کو سخت مہم پیش آئی اُسنے منت مانی کہ
اگر اس مین کامیابی ہوگی تو اسقدر روپیہ زاہدون کی نذر کرونگا جب اُسکی مراد پوری ہوگئی تو اپنے
عہد کے موافق روپیون کی تہیلی غلام کو دی کہ زاہدون کو جا کر دے آئے غلام بہت ہوشیار اور

زیرک تھا۔ سارے دن ادہر اُدہر پہرا اور شام کو تھیلی ہاتھ مین لیے جیسا گیا تھا ویسا ہی چلا آیا اور عرض کیا حضور! ہر چند ڈہونڈا مگر کوئی زاہد نہین ملا - بادشاہ نے کہا تو کیا بکتا ہے! میرے نزدیک اس شہر مین چار سو زاہد سے کم نہونگے کہا حضور! جو زاہد ہین وہ لیتے نہین اور جو لیتے ہین وہ زاہد نہین - بادشاہ یہ بات سنکر ہنس پڑا اور فرمایا کہ جتنی مجکو درویشون اور خدا پرستون سے عقیدت ہے اُسی قدر اس مردود کو ان سے عداوت ہے مگر کہتا سب سچ ہے،، اسی طرح کی اور بہت سی حکایتین گلستان اور بوستان مین موجود ہین - گلستان کی ایک حکایت مین جو کہ جدال سعدی کے نام سے مشہور ہے اُسنے نہایت خوبصورتی سے سلاطین عہد اور مشائخ روزگار کے عیب اور برائیان بیان کی ہین - اس حکایت مین اُسنے اپنا اور ایک درویش کا غالباً فرضی مناظرہ لکھا ہے جسمین مخالف کو درویشون کا اور اپنے کو امیرون اور بادشاہون کا طرفدار اور مداح قرار دیا ہے مخالف بار بار درویشون کی تعریف اور دولتمندون کی مذمت کرتا ہے اور شیخ ہر دفعہ اُسکی تردید مین درویشون کے عیب اور امیرون کی خوبیان بیان کرتا ہے - مگر جیسی مضبوط دلیلین اپنے دعوے پر قایم کرتا ہے ویسی ہی مضبوط دلیلین خصم کی طرف سے لکھتا ہے - اور اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرضی مناظرہ ہے جو محض درویشون اور تونگرون کی تنبیہ اور اصلاح کے لیے لکھا گیا ہے۔

بادشاہون کے جور و ظلم اور بیباکی و سفاکی دیکھتے دیکھتے شیخ کے دل مین فی الواقع بنی نوع کی خیر خواہی کا سچا جوش پیدا ہو گیا تہا جسکو کوئی خوف اور اندیشہ روک نہ سکتا تہا - ایکبار جبکہ وہ حج کر کے تبریز مین پہنچا اور وہان کے علما اور صلحا سے ملاقات کی اُسنے یہ ارادہ کیا کہ خواجہ

شمس الدین جوینی صاحب دیوان اور اسکا چھوٹا بھائی خواجہ علاء الدین جوینی جو کہ سلطان
اباقاخان[ا] کے معتمد وزیر تھے اور شیخ کے ساتھ خاص ارادت رکھتے تھے اُنسے بھی ملاقات
کرتے ایک روز اُن سے ملنے کا ارادہ کرکے چلا - راہ مین دیکھا کہ اباقاخان کی سواری آتی ہے
اور اُسکے دونون وزیر اسکے ہمراہ سوار ہین - شیخ نے چاہا کہ وہان سے کترا کر نکل جائے - مگر
دونون بھائیون نے اُسکو پہچان لیا اور فوراً گھوڑون سے اُترکر شیخ کی طرف آئے اور نہایت تعظیم
اور ادب سے شیخ کو سلام کیا اور اُسکے ہاتھ اور پاؤن پر بوسے دیئے بادشاہ نے جو یہ حال دیکھا
حاضرین سے کہنے لگا شمس الدین نے کبھی ہماری تعظیم بھی اس راہ رو آدمی کی برابر نہین کی یہ کون
شخص ہے؟ جب دونون بھائی شیخ سے ملکر واپس آئے تو اباقاخان نے خواجہ شمس الدین
سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا جسکی تمنے ایسی تعظیم کی صاحب دیوان نے عرض کیا حضور یہ ہمارا
شیخ ہے حضور نے سنا ہوگا شیخ سعدی اسی کا نام ہے اور اس کا کلام ایک عالم مین مشہور و معروف
ہے - اباقاخان نے کہا کہ اِس سے ہمکو بھی ملواؤ - چنانچہ دونون بھائی ایک روز شیخ کی خدمت
مین گیے اور اُسکو بادشاہ کے حضور مین لائے - کسی قدر صحبت کے بعد جب شیخ چلنے لگا
تو بادشاہ نے کہا مجکو کچھ نصیحت کرو - شیخ نے کہا دنیا سے آخرت مین کوئی چیز ساتھ نہ
جائیگی - مگر نیکی یا بدی - اب تمکو اختیار ہے جو منظور ہو سو لیجاؤ - اباقاخان نے کہا اس
مضمون کو نظم کردو تو بہتر ہو - شیخ نے اسی وقت یہ قطعہ نظم کرکے پڑھا[ا]

شہے کہ پاس رعیت نگاہ میدارد	حلال باد خراجش کہ مزد چوپانی است
وگرنہ راعی خلق است - زہر مارش باد	کہ ہرچہ میخورد از جزیہ مسلمانی است

ا؎ ہلاکو خان کا بیٹا جو اُسکے بعد بادشاہ ہوا ۱۲-

اباقاخان یہ لطہ سنکر آبدیدہ ہوگیا اور کئی بار شیخ سے پوچھا کہ مین راعی ہون یا نہین - شیخ ہر بار یہی جواب دیتا تھا کہ اگر آپ راعی ہین تو پہلی بیت آپ کے مناسب حال ہے ورنہ دوسری بیت - اباقاخان شیخ کی اس آزادانہ پند و موعظت سے نہایت خوش ہوا اور شیخ کو بہت عزت سے رخصت کیا -

علی بن احمد جامع کلیات شیخ اس مقام پر لکہتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے مشایخ و علما ایسی بیباکانہ نصیحت ایک سا لقال یا قصاب کو بہی نہین کر سکتے اور اسی سے زمانہ کا جو حال ہے وہ سب پر روشن ہے -

مین کہتا ہون کہ شیخ کے یہ کلمات اُسوقت اور بہی زیادہ قدر کے لایق ہوجاتے ہین جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اباقاخان ہلاکو خان کا بیٹا اور چنگیز خان کا پوتا تھا جو اسلام اور مسلمانون کے جانی دشمن تہے - اگرچہ اباقاخان کو مسلمانون سے ویسی نفرت نہ تہی لیکن وہ بہرحال اسلام سے بیگانہ تھا اور ایک مسلمان شیخ یا واعظ کو اوسکے سامنے ایسی جرأت کرنی نہایت دشوار تہی ایسا کام اُسی شخص سے ہوسکتا ہے جسکو نہ جان کا خوف ہو نہ فائدہ کی اُمید جیساکہ شیخ نے گلستان مین خود لکہا ہے " نصیحت پادشاہان گفتن کسے را مسلم است کہ بیم سر ندارد و اُمید زر "

ہو انکیانو جو بعد زوال خاندان اتابکیہ کے [illegible] ہجری مین سلطان اباقاخان کے حکم سے صوبہ فارس کی امارت اور حکومت پر مقرر ہوا تھا - ایک مغل صاحب ہیبت و شان نہایت رعب داب والا اور اپنے مذہب مین نہایت پختہ تہا - اور ہمیشہ علمائے اسلام سے

مذہبی بحثین کیا کرتا تھا - اور اُسکی ہیبت سے بڑے بڑے اہل منصب لرزتے تھے - غالباً اُس نے شیخ سے درخواست کی تھی جس کے موافق شیخ نے نثر مین ایک پندنامہ جو اُسکے کلیات مین موجود ہے سردار مذکور کے نام لکھکر بھیجا ہے - اِس پندنامہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہ - حاکم اور عامل شیخ کے کلام کی نہایت تعظیم کرتے تھے اور اوسکی تلخ نصیحتون کو شہد سے زیادہ شیرین سمجھتے تھے - سردار انکیانو کی شان مین شیخ نے قصائد بھی لکھے ہین جو سراسر نصیحت و پند سے بھرے ہوئے ہین یہانتک کہ بعض قصائد دو تین مدحیہ اشعار کے سوا سراسر پند و موعظت ہی مین ختم کردیے ہین -

شیخ کی عقیدت و ارادت ممالک ایران کے سوا شام وغیرہ مین بھی ایسی ہی تھی جیسی فارس اور عراق عجم مین - چنانچہ ایک دفعہ شیخ دمشق کی جامع مسجد مین حضرت یحیی کی تربت پر معتکف تھا - عرب کا ایک بادشاہ جو ظلم اور بے انصافی مین مشہور تھا مسجد مین آیا اور نماز و دعا سے فارغ ہوکر شیخ کے پاس گیا اور کہا مجکو ایک سخت دشمن سے حملہ کا اندیشہ ہے آپ میرے لیے دعا کرین - شیخ نے کہا کمزور رعیت پر رحم کرتا کہ زبردست دشمن سے محفوظ رہے جس نے بدی کا بیج بویا اور نیکی کی امید رکھی اُس نے ایک لغو خیال پکایا اور بیہودہ امید باندہی ہے -

اگرچہ سلطنت عہد کے اعیان و ارکان بین شیخ کے معتقد اور ارادتمند بیشمار تھے لیکن خواجہ شمس الدین صاحب دیوان جسکے نام پر شیخ نے اپنے ایک مجموعہ نظم کا نام صاحبیہ رکھا ہے اور اُس کا بھائی علاء الدین جس نے سب سے اول مغول تاتار کی فتوحات کے بیان مین

تاریخ جہان کشا لکھی ہے شیخ کے ساتھہ ایک خاص قسم کا خلوص اور محبت یا عقیدت رکہتے تھے - اس مقام پر کچہہ مختصر حال ان دونون بہائیون کا لکہنا مناسب معلوم ہوتا ہی -

جوین جو کہ خراسان مین ایک سرسبز اور معمور خطہ تہا - یہ دونون بہائی وہان کے سندی سادات مین سے ہین - انہون نے اپنے علم و فضل اور عقل و دانش کے ذریعہ سے خانان تاتار کے عہد حکومت مین اپنا مرتبہ وزارت تک بہنچایا تہا - ہلاکو خان نے وزیر سیف الدین کی شہادت کے بعد اپنی وزارت بالاستقلال خواجہ شمس الدین جوینی کو عطا کی تہی اور اُسکے چہوٹے بہائی علاء الدین کو ملک بغداد اور اُس کے مضافات پر حاکم مقرر کیا تہا - ہلاکو خان کے بعد اباقا خان باپ کا جانشین ہوا تو اُس نے پہلے سے بہی شمس الدین کا زیادہ مرتبہ بڑہا دیا - اور سلطنت کی باگ بالکل اُسکے قبضہ مین دیدی - اب اُس نے مہمات سلطنت کے انصرام سپاہ و رعیت کی دلجوئی اور تمام ملکی خرابیون کی اصلاح مین حد سے زیادہ کوشش کی - عراق - خراسان بغداد - شام اور آرمینیہ کے بادشاہ اور حاکم سب اُسکے مطیع اور فرمانبردار تہے - اُس کی فیاضی اور سخاوت کی دہوم دور و نزدیک پہنچی تہی - باوجودیکہ اُس کا حکم کنارۂ جیحون سے شام اور ایشیاے کوچک تک نافذ اور جاری تہا - اسپر وہ علما و فضلا کے ساتھہ کمال تواضع اور انکسار سے پیش آتا تھا اور اُنکے ساتھہ حد سے زیادہ سلوک کرتا تھا - کبھی کسی پر اُسنے احسان نہین جتایا ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون کی تعظیم و مدارات اُنکے مرتبہ کے موافق کرتا تھا اور علاوہ کمالات علمی کے علم ادب اور شعر مین بہی اُسکو یدطولیٰ حاصل تہا - زیادہ تر اُسی کی بدولت تاتاریون مین دین اسلام شایع ہوا اور اُسی کے فیض صحبت سے اباقا خان کے بہائی

سلطان[۵۱] احمد نے اپنے گھرانے مین سب سے اول اسلام قبول کیا آخر ارغون خان برادر سلطان احمد کے ہاتھ سے سنہ ۶۸۳ ہجری مین شہید کیا گیا - شہادت سے چند ساعت پہلے اُس نے تھوڑی سی مہلت چاہی تھی اُس نازک وقت مین نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے بیٹون کے نام ایک وصیت نامہ تحریر کیا اور ایک خط علماے تبریز کو لکھا جو تاریخ وصاف مین بجنسہ منقول ہے اور جس سے اُسکا کمال استقلال اور فراخ حوصلگی پائی جاتی ہے -

اُس کے چھوٹے بھائی علاء الدین جوینی نے بغداد کی حکومت کے زمانہ مین اُس اُجڑے اور ویران شہر کو جو کہ ہلاکو خان کے ظلم و بیداد سے بالکل پامال ہوگیا تھا چند روز مین اپنے عدل اور شفقت اور دلجوئی رعایا سے از سر نو معمور کر دیا - نجف اشرف مین نہر کھدوائی جسمین ایک لاکھ دینار سے زیادہ صرف ہوا اور فرات کا پانی کوفہ کی مسجد مین لے گیا تاریخ مین لکھا ہے کہ جو کام بڑے بڑے خلیفہ اور بادشاہون سے نہو سکے تھے وہ اِس فیاض اور دانشمند وزیر کی کوشش سے ظہور مین آئے تاریخ جہان کشا جو اُسنے تاتاریون کی فتوحات کے بیان مین لکھی ہے وہ اُن تمام تاریخون کا ماخذ ہے جو اِس باب مین لکھی گئی ہین -

الغرض یہ دونون بھائی جو کہ دنیوی جاہ و اقتدار کے علاوہ کمالات علمی مین بھی امتیاز

---

۵۱ - سلطان احمد کا نام اسلام سے پہلے تکودار تھا تاریخون مین اسی سے [illegible] چنگیز خان جوجی خان کا بیٹا اور چنگیز خان کا پوتا مسلمان ہوا تھا جس کے پاس خوارزم و دشت قبچاق اور روس وغیرہ کی حکومت تھی ۱۲

رکہتے تھے اور نیک سیرتی اور حسن اخلاق کے لحاظ سے بےمثل تے شیخ سعدی کے ساتھہ ان کو حد سے زیادہ خلوص اور اعتقاد تھا اور شیخ کو بہی جیسا کہ اوسکے قصائد و قطعات اور دیگر تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے ان دونون سے انتہا درجہ کی محبت اور الفت تہی - ظاہرا جبسے شیخ نے سفر ترک کر کے شیراز مین اقامت اختیار کی تہی اُسکے تمام اخراجات اور اُنکی خانقاہ کے مصارف کے متکفل خواجہ شمس الدین اور خواجہ علاء الدین تے - ایک بار خواجہ شمس الدین نے پانسو دینار بطور نذر کے اپنے غلام کے ہاتہہ دارالسلطنت تبریز سے شیخ کی خدمت مین بہیجے - راہ مین غلام نے شیخ کے معمولی اغماض اور چشم پوشی کے بہروسے پر اُس مین سے ڈیڑہ سو دینار نکال لیے اور ساڑہے تین سو شیخ کے حوالے کیے - شیخ نے دیکہا کہ صاحب دیوان کے خط مین پانسو لکہے ہین اور غلام نے ساڑہے تین سو دیے ہین اُس کی رسید مین یہ قطعہ لکہہ بہیجا [۵]

خواجہ تشریفم فرستادی و مال	مالت افزون باد و خصمت پائمال
ہر بدیناریت سالے عمر باد	تا بمانی سیصد و پنجاہ سال

ترجمہ - تمنے مجکو عزت دی اور نقدی بہیجی - تمہاری دولت زیادہ اور تمہارے دشمن پائمال ہون - تمہاری عمر فی دینار ایک برس کے حساب سے ہو جیسا کہ تم ساڑہے تین سو برس دنیا مین رہو

صاحب دیوان نے یہ مضمون دریافت کر کے غلام کو بہت زجر و توبیخ کی اور رقم کی بابت تدارک مافات کر کے شیخ سے معافی چاہی [۵ا] - اس قسم کے مزاح آمیز اشعار اور بہی کئی

۵ا - برندق بخارائی جو ایک زبردست شاعر ہے اُسکو بہی یہ اتفاق پیش آیا ہے - بادشاہ نے اُسکو پانسو تومان انعام

مولتعون پہ شیخ نے صاحب دیوان کو لکھے ہین ایک بار اوس نے اپنی نظم و نثر کا مجموعہ خواجہ کو حسب الطلب بھیجا تھا ۔ جب ایک مدت تک وہان سے رسید نہ آئی تو اوسکے تقاضے کے لیے یہ قطعہ لکھہ بھیجا ۔ قطعہ

سفینہ حکمیات و نظم و نثر لطیف	اگر بارگاہ ملوک و صدور را شاید
بصدر صاحب صاحبقران فرستادم	مگر بعین عنایت قبول فرماید
سفینہ رفت و ندانم رسید یا نرسید	بدان دلیل کہ آیندہ دیر می آید
بپارسائے ازین حال مشورت بردم	مگر ز خاطر من بند لبستہ بکشاید
چہ گفت ۔ گفت ندانی کہ خواجہ دریائیست	نہ ہر سفینہ کہ زو دیا درست باز آید

ایک بار خواجہ علاء الدین نے جلال الدین ختنی کو جو کہ شیراز مین کسی جلیل القدر منصب پر مامور تھا تبریز سے یہ حکم بھیجا کہ اس قدر دینار شیخ کی خدمت مین بھیجو ۔ مگر اُسوقت جلال الدین کا انتقال ہو چکا تھا اسلیئے وہ رقم شیخ کے پاس نہ پہنچی جب شیخ کو اِس حال کی اطلاع ہوئی تو اُسنے ہنسی سے خواجہ علاء الدین کو یہ قطعہ لکھہ بھیجا قطعہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ ۔ مین بھیجے تھے مگر اُسکو دوسو پہنچے اُس نے یہ قطعہ بادشاہ کو لکھہ بھیجا قطعہ

شاہ دشمن گداز دوست نواز	آن جہانگیر کو جہان دار است	بش یوز آلتون کرم نمود بمن	لطف سلطان بہند دبسیار است
سہ صد از جملہ غائب است وکنون	در براتم دو صد پدیدار است	یا مگر من غلط شنودستم	یا کہ پروانہ چی طلبگار است
	یا مگر در عبارت تُرکی	بش یوز آلتون دو صد دینار است	

مگر اس قطعہ مین جیسا کہ ظاہر ہے شیخ کے قطعہ کی سی شوخی اور لطافت نہین ہے بش یوز آلتون کو بش یز التن پڑہنا چاہیئے ۔ یہ ترکی الفاظ ہین

۱ جنکا ترجمہ پانسو تومان ہے ۔

پیام صاحب دیوان علای دولت و دین	که دین بدولت ایام او ہمی نازد
رسید و پایۂ حرمت فزود سعدی را	بسے نماند که سر بر فلک برافرازد
مثال داد که صدر ختن جلال الدین	قبول حضرت او در التعہدے سازد
ولیک بر سر او خیل مرگ تاختہ بود	چنانکہ بر ہمہ ابنائے دہرے تازد
جلال زندہ نخواہد شدن درین دنیا	که بندگان خداوندگار بنوازد
طمع بریدم ازو در سرائے عقبے نیز	که از مظالم مردم بمن نپردازد

ترجمہ صاحب دیوان علاءالدین جسکے عہد دولت پر دین کو ناز ہے اُسکی تحریر پہنچی اور سعدی کو عزت بخشی - قریب تھا کہ اُسکا سر آسمان تک پہنچ جائے - اس مین حکم تھا کہ امیر جلال الدین اُسکے فرمان کی تعمیل کرے مگر اُس پر لشکر اجل کی چڑھائی ہو چکی تھی جیسی کہ سب پر ہوا کرتی ہے - اب جلال الدین دنیا مین تو آنیوالا ہے نہین کہ خدا کے بندون کی خبر لے - مین نے آخرت مین بھی اُس سے امید قطع کی کیونکہ وہان لوگون کے استغاثے اوسکو میری طرف کا ہے کو متوجہ ہونے دینگے -

خواجہ علاءالدین نے فورًا اُسکی تلافی کی اور عذر چاہا - شیخ کی خانقاہ جہان اب اُسکی قبر ہے یہ بھی صاحب دیوان کے روپیہ سے بنی تھی - اس کام کے لیے پچاس ہزار دینار اُس نے شیخ کو دیے تھے - شیخ نے ہرچند اُنکے لینے سے انکار کیا مگر صاحب دیوان نے ہزار منت و سماجت اُسکو راضی کیا اور شیخ کی زندگی ہی مین اس رقم سے ایک عالیشان مدرسہ یا خانقاہ پہاڑ کے نیچے جو کہ گوشۂ شمال و مغرب مین شہر سے ملا ہوا ہے بنوا دی گئی اور شیخ آخر

عمر تک وہین عزلت نشین رہا۔

شیخ سے اکثر اہل علم حقائق و معارف کے دقائق و غوامض پوچھتے تھے اور وہ ہر ایک کا جواب تحریر یا تقریر مین دیتا تھا - از انجملہ علی بن احمد نے ایک قطعہ مولانا سعدالدین کا جو کہ علم و فضل کے سوا شاعری مین بھی مشاق و ماہر تھا نقل کیا ہے جس مین یہ استفسار کیا گیا ہے کہ سالک کی رہنما عقل ہے یا عشق - چونکہ اس قطعہ سے اُس زمانہ کے علما کی راے شیخ کی نسبت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اسلیے وہ قطعہ یہان نقل کیا جاتا ہے - **قطعہ**

سالک راہ خدا پادشہ ملک سخن / اے زالفاظ تو آفاق پر از در یتیم

اختر سعدی و عالم ز فروغ تو منیر / واضع عقل و گیتی ز نظیر تو عقیم

پیش اشعار تو شعر دگران را چہ محل / سحر بے وقع نماید بر اعجاز کلیم

بندہ را از تو سوالی است کہ توجیہ سوال / نکند مردم پاکیزہ سیر جز بہ کریم

مرورا راہ بحق عقل نماید یا عشق / این در بستہ تو بکشاے کہ با بیت عظیم

گرچہ این ہر دو بیک شخص نمایند فرود / در دماغ و دل بیدار تو ہستند مقیم

پایۂ منصب ہر یک ز کرم باز نمای / تا ز الفاظ خوشت تازہ شود جان سقیم

باد آسودہ و فارغ ز بد و نیک جہان / خاطر آئینہ کردار تو چون نفس حکیم

شیخ نے اُسکے جواب مین ایک طول طویل بحث نثر مین لکھی ہے جو اُس کے کلیات مین موجود ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شیراز مین جو شخص حاکم ہوتا تھا وہ شیخ کا نہایت ادب اور تعظیم اور اطاعت

کرتا تھا - سعدؔ اتابکیانؔ کو وہ برابر قصائد اور پندنامہ وغیرہ مین اس طرح خطاب کرتا ہے جیسے بڑے اور بزرگ چھوٹون کو کیا کرتے ہین - اُسکے سوا ملک عادل شمس الدین جو کہ غالبًا اتکیانو کے بعد شیراز کا حاکم ہوا تھا وہ بھی حد سے زیادہ شیخ کی تعظیم اور عزت کرتا تھا - ایک بار ایسا ہوا کہ شیراز مین فوج کے سپاہیون اور افسرون نے چوری سے سرکاری کھجورین جو زمین کے محصول مین زمیندارون سے وصول کی تھین سبزی فروشون کے ہاتھون جبرًا کسی وعدہ پر مہنگے نرخ سے بیچنی شروع کین اور بہت سے بوجھ شیخ کے بھائی کی دوکان پر بھی جو کہ خاص بادشاہی ڈیوڑہی کے پاس بقالی کی دوکان کرتا تھا بھجوائے - شیخ اس زمانہ مین حضرت ابوعبداللہ ابن خفیف[۵۱] کی خانقاہ مین مجاور رہتا - اُسکو بھی اس واقعہ کی خبر پہنچی - اُس نے ملک شمس الدین کو جو کہ اس حال سے بیخبر تھا ایک قطعہ لکھ بھیجا جس مین اہل فوج کی شکایت اور اپنے بھائی کی دوکانداری اور بینوائی کا حال لکھا تھا شمس الدین نے فورًا اسکا تدارک کیا اور خود شیخ کے پاس آیا اور معافی چاہی اور ہزار درم پیش کرکے کہا کہ یہ حقیر رقم آپکے بھائی کے خرچ کے لیے ہے اسکو قبول کیجیے - شیخ نے لیکر بھائی کو بھیجدی -

شیخ کی وفات[۵۲] شیراز مین جبکہ اتابکان فارس کے خاندان کا خاتمہ ہوچکا تھا اور ولایت

---

۵۱ - یہ بزرگوار چوتھی صدی ہجری کے اکابر صوفیہ مین سے ہین جنکی نسبت خواجہ عبد اللہ انصاری نے لکھا ہے کہ حقائق و معارف مین کسی کی تصنیفات ابن خفیف کی برابر نہین ہین ۱۲

۵۲ - بزرگوار اوسلی نے اوسکی وفات اتابک محمد شاہ ابن مظفر سلغر شاہ ابن سعد زنگی کے عہد مین لکھی ہے - مگر یہ بالکل غلط ہے - اتابک محمد شاہ سنہ ۶۶۰ مین تخت پر بیٹھا تھا اور آٹھ مہینے سلطنت کرکے مرگیا - پھر اُسکا بھائی سلجوق شاہ تخت نشین ہوا

فارس خانان تاتار کی حکومت مین آگئی تہی سنہ ۶۹۱ ہجری مین واقع ہوئی ہے - کسی شاعر نے اُسکے مرنے کی تاریخ اِس طرح کہی ہے ؎

دُرِ بحرِ معارف شیخ سعدی	کہ در دریاے معنی بود غواص
مہ شوال روز جمعہ ز بخش	بدان درگاہ رفت از روی اخلاص
یکے پرسید سال فوت گفتم	زخاصان بود ازان تاریخ شد خاص

شیخ کی عمر کسی نے ایک سو دو برس کی اور کسی نے ایک سو دس برس اور اکثر نے ایک سو بیس برس کی لکہی ہے - ہمارے نزدیک یہی پچھلا قول صحیح معلوم ہوتا ہے - کیونکہ شیخ جیساکہ بوستان کی ایک حکایت سے معلوم ہوتا ہے جوانی کے زمانہ مین شیراز سے باہر گیا اور بغداد مین اُس نے مدتون امام ابن جوزی سے تحصیل علم کیا ہے - امام ابن جوزی کی وفات سنہ ۵۹۷ھ مین ہوچکی تہی - اور شیخ کی وفات اُس سے ۹۴ برس بعد واقع ہوئی پس اگر شیخ کی تمام عمر ایک سو دو برس کی سمجہی جاے تو لازم آتا ہے کہ شیخ زیادہ سے زیادہ نو برس کی عمر مین امام ابن جوزی سے تحصیل علم کر چکا تہا اور اگر ایک سو دس برس کی عمر قرار دی جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ سترہ برس کی عمر مین تحصیل علم سے فارغ ہو چکا تہا اور شیراز سے بچپن ہی کے زمانہ مین نکل گیا تہا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰ - ہوا اور سنہ ۶۶۲ھ مین قتل کیا گیا پہر سعد زنگی کی بیٹی آبش خاتون کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوا اور سنہ ۶۶۷ھ مین اُسکو معزول کرکے سلطان اباقاخان نے سرکار انکیانو کو جو کہ شیخ کا ممدوح ہے حاکم فارس مقرر کیا - اب آگے کوئی متنفس اتابکان فارس کے خاندان کا برابر نہین ہوا - پس شیخ کی وفات جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا خاندان اتابک کے زوال سے چوبیس برس بعد اور اتابک محمد شاہ کے عہد سے تیس برس بعد واقع ہوئی ہے ۱۲ -

پس جس طرح پہلی بات خلاف قیاس ہے اُسی طرح دوسری بات خلاف واقع ہے۔

سر گور اوسلی نے انگلستان کے ایک سیاح ولیم فرنیکلن کے سفرنامہ سے جو کہ ۱۷۸۶ء مین فارس گیا تھا شیخ کے مدفن کا حال اس طرح لکھا ہے کہ شیخ کا مزار مقام دلکشا سے ایک میل جانب شرق پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ عمارت اُسکی بہت بڑی اور مربع ہے اور قبر سنگین بنی ہوئی ہے جس کا طول چھہ فٹ اور عرض ڈہائی فٹ ہے۔ قبر کے تمام صفحون پر کچھہ عبارت قدیم نسخ خط مین کندہ ہے جسمین شیخ کا اور اُسکی تصنیفات کا حال درج ہے۔ قبر ایک سیاہ رنگ کے چوبی قبرپوش سے جسپر سنہری کام ہو رہا ہے ڈہکی رہتی ہے اور اُسپر شیخ ہی کا ایک شعر خط نستعلیق مین لکھا ہوا ہے۔ جب اس قبرپوش کو ہٹاتے ہین تو قبر کا تعویذ دکھائی دیتا ہے۔ اکثر اہل اسلام جو اطراف و جوانب سے شیخ کے مزار پر آتے ہین وہ پہول اور دیگر اقسام کے چڑہاوے چڑہاتے ہین اور زائرین کے مطالعہ کے لیے ایک نسخہ شیخ کے کلیات کا نہایت خوشخط لکھا ہوا مزار پر رکھا رہتا ہے۔ مقبرہ کی دیوارون پر بہت سے فارسی اشعار لکھے ہوئے ہین جو لوگ دور دست مقامات سے وہان زیارت کو آئے ہین یہ اشعار اُنہون نے لکھے ہین۔ شیخ کے مقبرہ کی عمارت اب روز بروز گرتی جاتی ہے اور اگر اب اُسکی خبر جلد نہ لی گئی تو بالکل کہنڈر ہو جائیگی۔ نہایت افسوس کی بات ہے اور زمانہ کا عجیب انقلاب ہے کہ کسی شخص کو اُسکی مرمت کرانیکا خیال نہین۔ اس مقبرہ کے متصل اکثر دینداروں اور بزرگون کے مزار ہین جنہون نے اپنی خواہش سے یہان دفن ہونا چاہا ہے۔ اسکے بعد سر گور اوسلی صاحب لکھتے ہین کہ ۱۸۱۱ء کے شروع مین جبکہ مین

جارج سوم بادشاہ انگلستان کی طرف سے بعنوان سفارت فتح علی شاہ قاجار کے پاس پیغام لیکر طہران کو جاتا تھا اُسوقت کئی مہینے شیراز مین میرا مقام رہا۔ جب تک مین وہان رہا اکثر شیخ کے مزار پر جاتا تھا۔ مسٹر فرینکلن کے لکھنے کی تصدیق شیخ کے مزار پر جاکر ہوتی ہے۔ اُسکی قبر حقیقت مین بالکل بوسیدہ ہوگئی ہے اور تمام عمارت عنقریب منہدم ہوا چاہتی ہے۔ باغ اور درخت جو زمانہ سابق مین وہان ستے اُن کا اب نام و نشان تک باقی نہین رہا۔ میرے دل مین یہ خیال آیا کہ اگر تھوڑا سا روپیہ خرچ کیا جائے تو اِس مقبرہ کی مرمت بخوبی ہوسکتی ہے اور میرے حسن عقیدت نے جو کہ مین شیخ اور اوس کے کلام کے ساتھ رکھتا تھا مجکو آمادہ کیا کہ اپنے پاس سے روپیہ صرف کرکے شیخ کے مقبرہ کی مرمت کرادون۔ مگر شاہ ایران کا پانچوان بیٹا حسین علی مرزا جو اُس وقت فارس کا گورنر تھا اُس نے مجکو اس ارادہ سے باز رکھا اور نہایت سرگرمی سے کہا کہ مین اپنے روپیہ سے مزار کی مرمت کرادونگا آپ کیون اسقدر تکلیف اُٹھاتے ہین۔ اُس نے کہا کہ مین شیخ کے مزار کی مرمت اُسی خوبی اور اسلوب اور عمدگی سے کراؤنگا جیسے کریم خان زند نے خواجہ حافظ کے مزار کی کرائی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اُس نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

نہایت تاسف کا مقام ہے کہ عنقریب وہان کوئی نشان ایسا باقی نرہیگا جس سے معلوم ہو کہ وہ خطۂ ایران کا فخر جو زہد و تقوی اور ذہن و جودت اور علم و فضل مین اپنا مثل نہ رکھتا تھا کہان اور کس جگہ دفن ہوا ہے۔

سبحان اللہ کیا عبرت کا مقام ہے کہ ایک عیسائی مذہب زمین کے اُس کنارہ کا

رہنے والا جہان دنیا کی آبادی ختم ہوتی ہے باوجود اختلاف مذہب - اختلاف قوم اور اختلاف ملک کے ایک مسلمان مصنف کی ایسی قدر کرے کہ عالم سفر مین اُسکے مقبرہ کی مرمت کرانے پر آمادہ ہو اور اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرنے کو موجود ہو - اور ایک مسلمان شاہزادہ سے باوجود اتحاد زبان - اتحاد مذہب - اتحاد قوم و ملک کے ایسی بیقدری اور بے اعتنائی ظہور مین آئے -

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ ۵
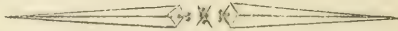
دوسرا باب

شیخ کی تصنیفات

شیخ کی شاعری کی شہرت اُس کی زندگی مین

شیخ کی جادو بیانی اور فصاحت و بلاغت کا چرچا اُسکی زندگی ہی مین تمام ایران - ترکستان تاتار اور ہندوستان مین اسقدر پھیل گیا تھا کہ اُس زمانہ کی حالت پر لحاظ کرنیکے بعد اُسپر مشکل سے یقین آتا ہے - خود شیخ ہی گلستان کے دیباچہ مین کہتا ہے "ذکر جمیل سعدی کہ در افواہ عوام افتادہ وصیت سخنش کہ در بسیط زمین رفتہ" شیراز اور کاشغر مین کچھ کم ۱۶ سو میل کا فاصلہ ہے پہلے اس سے کہ شیخ کاشغر مین پہنچے وہان کے چھوٹے بڑے اُس کے کمالات سے واقف تھے -

جس زمانہ مین شیخ کاشغر پہنچا ہے - غالباً یہ وہ زمانہ ہے کہ چنگیز خان چینی تاتار کو خوارزمیون نے فتح کر چکا ہے اور سلطان محمد خوارزم کے ساتھ چند روز کے لیے اُسکی صلح ہو گئی ہے - جب شیخ کاشغر کی جامع مسجد مین گیا تو وہان ایک طالب علم مقدمۂ زمخشری[۵۱] ہاتھ مین لیے زبان سے یہ کہہ رہا تھا کہ "ضرب زید عمرواً" شیخ اُس سے چہل کی باتین کرنے لگا اور کہا کیون صاحب خوارزم و خطا مین صلح ہو گئی مگر زید و عمرو کی خصومت بدستور چلی جاتی ہے - طالبعلم ہنس پڑا

[۵۱] علامہ جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف نے عربی زبان کی نحو مین ایک مختصر متن لکھا ہی اُسکا نام مقدمہ زمخشری ہے -

اور شیخ کا وطن پوچھا - فرمایا خاک پاک شیراز - اُس نے کہا کچھہ سعدی کا کلام یاد ہے؟ شیخ نے بطریق مزاح اُسیوقت دو عربی شعر کہکر پڑہے - اُس نے کسی قدر تامل کے بعد کہا سعدی کا زیادہ تر کلام فارسی ہے اگر کچھہ اُس مین سے یاد ہو تو پڑہیئے - آپ نے ویسے ہی دو فارسی شعر پڑہے جن مین سے ایک یہ ہے

شعر

اے دل عشاق بدام تو صید	ما بتو مشغول و تو با عمرو زید

صبح کو جب شیخ نے کاشغر سے چلنے کا ارادہ کیا کسی نے اس طالب علم سے کہدیا کہ سعدی یہی شخص ہے - وہ بہاگا ہوا شیخ کے پاس چلا آیا اور نہایت افسوس کیا کہ پہلے سے آپ نے اپنا نام نہ بتایا کہ مین آپ کی خدمت گزاری سے سعادت حاصل کرتا - اگر اب بہی چند روز شہر مین چلکر قیام کیجئے تو ہم لوگ خدمتگزاری سے مستفید ہون اسکے جواب مین آپ نے یہ اشعار پڑہے -

اشعار

بزرگے دیدم اندر کوہسارے	قناعت کردہ از دنیا بہ غارے
چرا گفتم بہ شہر اندر نیائی	کہ بارے بند از دل برکشائی
بگفت آنجا پریرویان نغزند	چو گل بسیار شد پیلان بلغزند

اسی طرح ملتان سے جو کہ شیراز سے چودہ سو میل ہے دوبارخان شہید سلطان محمد قاآن نے شیخ کی شہرت سنکر اوسکو وطن سے بلایا مگر وہ بڑہاپے کے سبب نہ آسکا -

تبریز کے حمام مین جو شیخ اور مشہور شاعر ہمام[۱] تبریزی کی نوک جہوک ہوئی ہے وہ نہایت

[۱] - خواجہ ہمام الدین باوجود نسبت باطنی اور کمالات علمی کے تبریز کے امرا مین سے تہا اور شاعری مین تمام معاصرین

مشہور قصہ ہے - جب تک ہمام نے یہ نہ جانا کہ یہ شخص سعدی ہے تب تک اُس سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا - لیکن جب معلوم ہوا کہ یہ سعدی شیرازی ہے فوراً نہایت شرمندگی سے عذر معذرت کرکے اپنے مکان پر لے گیا اور جب تک شیخ تبریز مین رہا کمال تعظیم اور ادب سے اسکی مہمانداری کی -

سرگور اوسلی نے کتاب مجالس العشاق سے ایک حکایت نقل کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حکیم نزاری قہستانی (جو کہ خراسان کا ایک مشہور شاعر اور حکیمانہ مزاج آدمی تھا اور اسمعیلی مذہب رکھتا تھا) شیراز کے حمام مین شیخ سے ایک اجنبی صورت مین ملا معلوم ہوا کہ یہ شخص خراسان کا رہنے والا ہے شیخ نے پوچھا کہ سعدی کو کوئی خراسان مین جانتا ہے ؟ کہا اسکا کلام وہان عموماً زبان زد خلائق ہے - اور پھر شیخ کی درخواست سے اُسکے چند اشعار پڑھے جنکو سنکر شیخ محظوظ ہوا اور سمجھا کہ یہ شخص شعر کا عمدہ مذاق رکھتا ہے - آخر دونون پر ایک دوسرے کی حقیقت کھل گئی - شیخ نزاری کو اپنے مکان پر لے گیا - اور بہت دن تک اُسکو جانے نہ دیا اور بہت خوشی سے دل کھول کر اُسکی مہمانداری کی - حکیم نزاری نے وہان سے رخصت ہوتے وقت اپنے نوکر سے کہا کہ اگر ہمارا میزبان کبھی خراسان مین آیا تو ہم اُسکو دکھائینگے کہ مہمان کی تواضع اور مدارات کس طرح کیا کرتے ہین - یہ جملہ شیخ کے کان تک بھی پہنچ گیا - اُسکو کمال افسوس ہوا اور یہ سمجھا کہ حکیم نے ہماری مہمانداری مین شاید کوئی قصور دیکھا - حسن اتفاق سے شیخ کا گزر قہستان مین ہوا اور حکیم نزاری سے ملاقات ہوئی - حکیم بہت محبت اور اخلاق سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹ - اُسکے استاد تھے - محقق طوسی سے تحصیل علم کی تھی اور ۷۱۳ھ مین وفات پائی -

پیش آیا مگر دعوت مین کچھہ زیادہ تکلف نہین کیا - پہلے روز جو کہانا دسترخوان پر آیا وہ محض رسمی اور بہت سادہ تھا - دوسرے وقت ایک بہنے ہوئے تیتر کے سوا اور کچھہ نہتا تیسرے وقت ایک گوشت کا ابلا ہوا پارچہ اور خشکہ تھا - چلتے وقت حکیم نے شیخ سے معافی چاہی اور کہا کہ جس طرح آپ نے میری ضیافت مین تکلفات کیے تھے اُس طرح سے مہمان آخر کو بارِ خاطر ہوجاتا ہے لیکن ہمارا طریقہ ایسا نہین ہے شیخ کو اُس جملہ کا مطلب جو نزاری نے شیراز سے چلتے وقت کہا تھا اب معلوم ہوا -

اِس حکایت سے شیخ کی شہرت اور بلند آوازگی کے علاوہ یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہبی تعصبات سے مبرا تھا - فرقہ اسمعیلیہ کے لوگ اُس زمانہ مین عموماً ملحد اور بیدین سمجھے جاتے تھے اور کوئی فرقہ مسلمانون کے نزدیک اسمعیلیون سے زیادہ مبغوض اور مردود نہتا پس شیخ کی کمال بے تعصبی تھی کہ اُس نے ہمارے عہد کے مولویون اور واعظون کے برخلاف ایک غریب اسمعیلی کی اپنے وطن مین اسقدر خاطر اور مدارات کی اور خراسان مین خود اُس سے جا کر ملا اور اُسکا مہمان رہا - الغرض یہ حال شیخ کی شہرت کا خود اُسکے زمانہ مین تہا اور اُسکے مرنیکے بعد جو عام قبولیت اُسکے کلام نے حاصل کی اُسکے بیان کرنے کی کچھہ ضرورت نہین -

شیخ کے کلام پر اور لوگون کی رائین

اکثر جلیل القدر شعرا نے شیخ کی نسبت ایسے اشعار کہے ہین جنسے اونکی اصلی رائے شیخ کے کلام کی نسبت ظاہر ہوتی ہے - مولانا عبدالرحمن جامی نے بہارستان مین کسی شاعر کا

قطعہ نقل کیا ہے جس مین فردوسی کو مثنوی کا - انوری کو قصیدہ کا اور سعدی کو غزل کا
بے ہمبر قرار دیا ہے اور وہ قطعہ یہ ہے -

قطعہ

در شعر سہ کس پیمبرانند	ہر چند کہ لانبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را	فردوسی و انوری و سعدی

نیز مولانا جامی نے نفحات الانس مین امیر خسرو دہلوی کی کثرت تصانیف اور جامعیت کے ذکر کے بعد شیخ کو باعتبار مقبولیت کلام کے امیر پر اس پیرایہ مین ترجیح دی ہے کہ امیر نے بہی خضر کی ملاقات کے وقت یہ درخواست کی تہی کہ اپنا آب دہن اُسکے موہنہ مین ڈالے حضرت خضر نے فرمایا کہ یہ دولت سعدی کے نصیب کی تہی -

حضرت امیر خسرو دہلوی نے بہی شیخ سعدی اور ہمام تبریزی کو اپنی مثنوی نہ سپہر مین غزل کا اُستاد مانا ہے لیکن دیگر اصناف سخن مین کنایتاً اپنے کو ترجیح دی ہے - مگر ایک اور شعر مین مطلقاً شیخ کے اتباع پر خود فخر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہین شعر

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت	شیرہ از میخانہ مستی کہ در شیراز بود

حضرت امیر حسن دہلوی نے بہی جنکو اُسکے زمانہ کے اہل مذاق سعدی ہندوستان کہتے تھے شیخ کے تتبع پر افتخار کیا ہے وہ کہتے ہین شعر

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است	کہ اہل معنی گلچین ازین گلستان اند

خواجہ مجدالدین ہمگر جو کہ شیخ کا جلیل القدر معاصر ہے اُس سے چار نامی گرامی فاضلون

نے جن مین سے دو شخص علاوہ علم وفضل کے ہلاکوخان کے رکن سلطنت بہی تہے یعنی خواجہ شمس الدین صاحب دیوان - امیر معین الدین پروانہ حاکم روم - ملک افتخار الدین کرمانی اور ملا نور الدین صدری نے باتفاق ہمگر ایک قطعہ مرتب کرکے مجد ہمگر کے پاس بہیجا تہا جسمین امامی ہروی اور سعدی شیرازی کے کلام پر محاکمہ کی درخواست کی گئی تہی - اُسکے جواب مین مجد ہمگر نے یہ رباعی لکہہ بہیجی -

رباعی

ماگرچہ[1] بہ نطق طوطی خوش نفسیم	بر شکر گفتہ ہاے سعدی مگسیم
در شیوۂ شاعری باجماع امم	ہرگز من و سعدی بہ امامی نرسیم

اِس رباعی مین اگرچہ ہمگر نے شیخ کو اپنے سے بہتر بتایا ہے مگر امامی کو اپنے اور شیخ دونون پر ترجیح دی ہے -

حاجی لطف علی خان آذر نے مذکورہ بالا حکایت پر جو کچہ لکہا ہے وہ ملاحظہ کے قابل ہی وہ لکہتا ہے کہ بعض مدعیان شعر نے مجد الدین ہمگر سے کہ بعنایت آلہی پستی طبع مین آج اُنکا کوئی نظیر نہین ہے سعدی اور امامی کی بابت محاکمہ چاہا تہا اُنہون نے جواب مین یہ رباعی تحریر فرمائی مین نے اس رباعی کو پڑہ کر خدا تعالی کا شکر ادا کیا کہ ہمارے زمانہ مین ایسا اشتباہ کسی کو نہین ہے (جیسا کہ محاکمہ چاہنے والون کو تہا) اہل مذاق جانتے ہین کہ ہمگر کی تحقیق کیسی بہینڈی ہی

[1] شیخ نے بہی اس رباعی کو سنکر ایک رباعی لکہی ہے جو اسکے کلیات مین موجود ہے یعنی "ہر کس کہ بہ بارگاہ سامی نرسد از بخت سیاہ و بدکلامی نرسد ؛ ہمگر کہ بعمر خود نہ کردہ است نماز ؛ شک نیست کہ ہرگز بہ امامی نرسد" ۱۲

ان انھون نے اپنی نسبت بالکل صحیح فرمایا ہے کہ مین امامی کے درجہ کو نہین پہنچتا - بیشک امامی کا مرتبہ جناب مصنف سے ، جامی سے بہت بالاتر ہے لیکن کسی طرح اُسکو شیخ بزرگوار سے نسبت نہین ہے بلکہ تین شخصون[۵] کے سوا اور کسی کی مجال نہین جو شیخ کی مساوات کا دم مارسکے - مین اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ جیسا ہمارا زمانہ دانشمندون پر سخت گزرتا ہے ایسا زمانہ پہلے سخنورون پر بھی گزرا ہے یا نہین - جب یہ حکایت میری نظر سے گزری تو مجکو صبر آگیا" حاجی موصوف نے اِس مقام پر مجد ہمگر کی شان مین ایک قطعہ بھی لکھا ہے اور وہ یہ ہے -

قطعہ

یکے گفت - امامی امام ہری را
درین ماجرا چیست رائے تو - گفتم

زسعدی فزون یافتہ مجد ہمگر
ستمگر بود مجد ہمگر ستمگر

ہمارے نزدیک اگر مجد ہمگر اُس عصر مین جس مین سعدی اور امامی گزرے ہین نہوتا بلکہ سو پچاس برس بعد پیدا ہوتا تو اُسکو بھی شیخ اور امامی کے رتبہ مین ہرگز یہ اشتباہ نہوتا معاصرت نے لوگون کے حالات پر اکثر ایسے پردے ڈالے ہین مگر جس قدر اون کا زمانہ گزرتا گیا اُسی قدر وہ پردے مرتفع ہوتے گیے اور رفتہ رفتہ جو حق بات تھی وہ ظاہر ہوگئی - اصل یہ ہے کہ جب ایک زمانہ مین دو اہل کمال ہوتے ہین تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ متعصبین کا کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ ہر شخص کے کچھہ عزیز اور دوست اور کچھہ اُن دوستون کے دوست اور اسی طرح کچھہ مخالف اور اُن مخالفون کے دوست اور بیگانے ضرور ہوتے ہین اور اسی طرح

[۵] شاید تین شخصون سے مراد فردوسی - انوری اور نظامی ہین -

بڑہتے بڑہتے دوبڑے گروہ پیدا ہوجاتے ہین - لیکن جب وہ طبقہ ختم ہوجاتا ہے اور اُنکے ساتھ کسی کو لاگ یا لگاؤ باقی نہین رہتا تو جو ٹہیک بات ہوتی ہے وہ بغیر بحث وحجت کے خودبخود دلون پر نقش ہوجاتی ہے - شیخ اور امامی کے عہد مین یہ کسکو معلوم تھا کہ عنقریب ایک کا کلام اطراف عالم مین پہیل جائیگا اور دوسرے کا نام صرف کتابون مین لکھا رہ جائیگا -

کلام شیخ کی مقبولیت کے ذکر مین اکثر یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ مشائخ وقت مین سے ایک بزرگ شیخ کے منکر تھے - ایک رات اُنہون نے خواب مین دیکھا کہ آسمان کے دروازے کہولے گیے ہین اور فرشتے نور کے طبق لیکر زمین پر نازل ہوئے ہین - اُن بزرگ نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟ کہا سعدی شیرازی نے ایک بیت کہی ہے جو جناب آلہی مین مقبول ہوئی یہ اس بیت کا صلہ ہے اور وہ بیت یہ ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

جب وہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو رات ہی کو شیخ کے عزلت خانہ پر یہ مژدہ سنانے لیے گیے - وہان جاکر شیخ کو دیکھا کہ چراغ روشن کیے ہوئے جہوم جہوم کر یہ شعر پڑہ رہے ہین شاید اس حکایت کا مضمون بادی النظر مین مستبعد معلوم ہو - لیکن ہمکو اسمین کوئی بات عقل یا نیچر کے خلاف نہین معلوم ہوتی - خواب کا سچا ہونا اور ان مین معمولی باتون کا غیر معمولی طور پر نظر آنا ایک ایسا مسلم امر ہے کہ آجکل کے فلسفی بہی اُس کا انکار نہین کرسکتے اسکے علاوہ ہم اس حکایت سے ہر حال مین یہ نتیجہ ضرور نکال سکتے ہین کہ شیخ کے کلام کی مقبولیت اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ معمولی پیرایے اُسکے بیان کے لیے کافی نہ سمجھے جاتے تھے -

اس حکایت کو اور زیادہ چمکانے کے لیے شیخ ابوالفیض فیضی کرمنی الفنون نے ایک اور دلچسپ مضمون تراشا ہے - یعنی یہ کہ فیضی نے نلدمن کی توحید لکھتے وقت جب یہ شعر کہا شعر

در ہر بن مو کہ نے نہی گوشش		فوارۂ فیض اوست در جوش	

تو اُس نے بھی ویسے ہی صلہ کی توقع مین جو شیخ سعدی کو ملا تھا آسمان کی طرف مونھ کیا اتفاقاً ایک چیل نے اوپر سے بیخال کی جو فیضی کے منہ پر آکر پڑی وہ بہت جھنجھلایا اور کہا "شعر فہمی عالم بالا معلوم شد"۔ ظاہرا یہ مضمون عبدالقادر بدایونی کا جو کہ شیخ مبارک کے خاندان کا سخت دشمن ہے یا اُس کے کسی متبع کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے -

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا مین لکھا ہے کہ "سعدی کے کلام کی لطافت اور بذلہ سنجی روما کے مشہور شاعر ہوریس کے کلام سے بہت ملتی ہے چونکہ سعدی کو لاطینی زبان آتی تھی اس لیے ظن غالب ہے کہ وہ ہوریس کے کلام سے مستفید ہوا ہوگا"۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ قیاس کہانتک صحیح ہے اور واقع مین شیخ کو لاطینی آتی تھی یا نہین - ظاہرا یہ ویسا ہی قیاس ہے جیسا کہ دہلی کی جامع مسجد اور آگرہ کے روضہ تاج گنج کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ دونون عمارتین اٹلی کے کاریگرون نے بنائی ہین - بات یہ ہے کہ جو قوم نہایت پستی کی حالت مین ہوتی ہے اگرچہ وہ کسی زمانہ میں کتنی ہی ترقی کر چکی ہو جس طرح اوس قوم کی موجودہ نسلیں ترقی یافتہ قومون کی نظر مین حقیر اور ذلیل اور ہیچ و پوچ معلوم ہوتی ہین، اسی طرح اُن کے اسلاف کی عظمت اور برتری کا بھی بہت کم یقین آتا ہے - اور اگر اُن کی کوئی ایسی بات پیش کی

جاتی ہے جس کا کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا تو اُسکو مجبور کسی اور کی طرف منسوب کرنا پڑتا ہے

سر ولیم جونس جو کہ مشرقی زبانوں کا نہایت مشہور عالم ہے اُس نے جو شیخ اور اُس کے کلام کی نسبت لکھا ہے وہ سر گور اوسلی نے نقل کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ سعدی نے تیرہوین صدی ہجری میں جبکہ اتابکان فارس وہاں کے اہل کمال کو تقویت دے رہے تھے اپنے جوہر دکھانے شروع کیے تھے - حالانکہ اُس کی تقریبًا تمام زندگی سفر میں گذری تھی باوجود اس کے کہ کسی ایسے شخص نے بھی جسکو عمر بھر اطمینان اور فرصت حاصل رہی ہو اپنی عقل اور محنت کا نتیجہ شیخ سے بہتر نہیں چھوڑا" -

انگلستان کے بعض اور مصنّفوں نے اس کو مشرقی شکسپیر کہا ہے - اگرچہ یہ تشبیہ اُن مشرقی شاعروں کی نظر میں جو شکسپیر کی شاعری سے واقف نہیں ہیں کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی - لیکن جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ انگریز شکسپیر کو تمام دنیا کے شاعروں سے بہتر سمجھتے ہیں تو دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ سعدی کو مشرق کا شکسپیر کہتے ہین انھون نے اُس کو کس درجہ کا شاعر تسلیم کیا ہے -

شکسپیر کی شاعری اگرچہ سعدی کی شاعری سے بالکل مغائر ہے لیکن بعض حیثیات سے ایک کو دوسرے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے - دونوں کے کلام میں عمومًا یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ عقل و عادت کی سرحد سے تجاوز نہین کرتے بلکہ ہمیشہ نیچرل حالتون کی تصویر کھینچتے ہین دونوں کے کلام میں اکثر ظرافت اور شوخی کی چاشنی ہوتی ہے اور دونوں کا بیان ہمیشہ سادہ صاف اور دلنشین ہوتا ہے - اِس کے سوا دونوں نے اکثر کلام کی بنیاد نصیحت اور پند پر

رکھی ہے صرف فرق اسقدر ہے کہ شیخ کھلم کھلا نصیحت کرتا ہے اور شکسپیر کے پلے (یعنی ناٹک)
سنکر کسی شخص کو یہ خیال نہین گزرتا کہ یہ میرے ہمجنسون کے عیب بیان ہو رہے ہین یا کسی کو
نصیحت کی جاتی ہے مگر اُس کا بیان اندر ہی اندر اپنا کام کرتا ہے بلکہ یہ گپتی منتر صریح نصیحت
و پند سے زیادہ کارگر ہوتا ہے - نیز دونوں کا کلام مقبول اور دلنشین ہونے میں ایک دوسرے
سے نہایت مشابہت رکھتا ہے - جس طرح شکسپیر کے صدہا اقوال انگریزی میں ضرب المثل
ہوگیے ہین اسی طرح شیخ کی گلستان اور بوستان کے صدہا فقرے اور شعر اور مصرعے فارسی
اور اُردو مین ضرب المثل ہیں - اور اس سے دونوں کے کلام کی کمال خوبی اور حُسن اور یہ
بات کہ اُنہون نے جمہور کے دلون پر کس قدر تسلط کیا ہے اور اُن کا کلام کسقدر انسان کی
حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق واقع ہوا ہے ثابت ہوتی ہے اگرچہ اس کا زیادہ تر سبب یہ
بھی ہے کہ ایشیا مین جسقدر گلستان اور بوستان کی تعلیم و تعلم کا چرچا ہے ایسا کسی اور کتاب کا نہین
اور اسی طرح یورپ مین جسقدر شکسپیر کا کلام دائر و سائر ہے ایسا کسی اور شاعر کا کلام نہین - پس
ضرور ہے کہ دونون کے اقوال سب سے زیادہ لوگون کی زبانون پر جاری ہون لیکن ظاہر ہے
کہ جبتک کوئی کلام فی نفسہ مقبول اور دلنشین ہونے کے قابل نہو کسی طرح ممکن نہین کہ اس طرح
تمام ملک مین مشہور اور متداول ہوسکے -

کلیاتِ شیخ

شیخ کا تمام کلام نظم - نثر - فارسی اور عربی جو اسوقت متداول ہے اور جسکو شیخ علی بن

احمد ابن ابی بکر نے شیخ کی وفات سے بیالیس برس بعد علی الترتیب جمع کیا ہے حسب تفصیل ذیل ہے -

(۱) نثر مین چند مختصر رسالے (جس مین سلوک اور تصوف کے مضامین اور مشائخ وعرفا کی حکایتین اور ملوک وحکام کے لیے نصیحتین لکھی ہین) (۲) گلستان (۳) بوستان (۴) پندنامہ (جسکو عرف عام مین کریما کہتے ہین (۵) قصائد فارسی (جن مین مرثیے ملمعات - مثلثات اور ترجیعات بھی شامل ہین) (۶) قصائد عربیہ (۷) غزلیات کا پہلا دیوان موسوم بہ طیبات (۸) دوسرا دیوان موسوم بہ بدائع (۹) تیسرا دیوان موسوم بہ خواتیم (۱۰) غزلیات قدیم جو غالباً عنفوان شباب کی لکھی ہوئی ہین (۱۱) مجموعہ موسوم بہ صاحبیہ جسمین شیخ نے قطعات - مثنویات - رباعیات اور مفردات کو خواجہ شمس الدین صاحب دیوان کی فرمایش سے ایک جگہہ جمع کردیا ہے (۱۲) مطائبات وہزلیات -

ان تمام کتابون اور رسالون مین سے مثنوی پندنامہ یعنی کریما کو بعض اہل مذاق شیخ کا کلام نہین سمجھتے کیونکہ اول تو کلیات کے اکثر قدیم نسخون مین یہ مثنوی نہین دیکھی گئی دوسرے شیخ کے عام کلام مین جو پختگی اور جزالت یا دلفریبی اور جادو پایا جاتا ہے اُس سے یہ مثنوی معرّا ہے مگر ہمارے نزدیک اِس مثنوی کو شیخ کی طرف نسبت کرنے مین کوئی استبعاد اور تردد کی بات نہین ہے یہ سچ ہے کہ وہ بوستان اور شیخ کی عام نظم کے مقابلہ مین نہایت کم وزن معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ شاعر کا حال بالکل اِس شعر کا مصداق ہے شعر -

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم		گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم	

ایک ہی شاعر کا ایک کلام معجزہ معلوم ہوتا ہے اور دوسرا ہذیان اور یہی وہ خاصیت ہے جو خدا کے کلام کو بشر کے کلام سے جدا کرتی ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا
کلیات کے بعض قدیم نسخون مین اس مثنوی کا نہ پایا جانا بھی اس بات کی دلیل نہین ہو سکتی کہ وہ شیخ کا کلام نہین ہے۔ ممکن ہے کہ علی بن احمد کے بعد کسی کو یہ مثنوی ملی ہو اور اس نے اسکو بھی کلیات مین داخل کر دیا ہو اور اس سبب سے کلیات کے نسخون مین اختلاف واقع ہو گیا ہو۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو کے کلیات مین اسی طرح نسخون کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

بہرحال ہم جسطرح اس مثنوی کے ثبوت کی کوئی قطعی دلیل نہین سمجھتے اسی طرح اسکی نفی کی بھی کوئی قوی وجہ نہین پاتے۔

اب ہم شیخ کی بعض تصنیفات پر جو زیادہ مشہور ہین یا زیادہ لحاظ کے قابل ہین متوجہ ہوتے ہین۔ جہان تک ہماری محدود واقفیت اور ناچیز رائے مساعدت کرے گی ہم اُن کی حقیقت ظاہر کرنے مین کوشش کرینگے ناظرین باتمکین سے یہ درخواست ہے کہ اگر کہین ہماری رائے کی غلطی ظاہر ہو تو اُس کو متعصبانہ افراط و تفریط پر محمول نہ فرمائین بلکہ اسکو ایک مقتضائے بشریت سمجھکر اُسی قدر مواخذہ کے قابل ٹھیرائین جسقدر کہ ایک غلط (مگر سچی) رائے پر مواخذہ ہو سکتا ہے۔
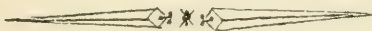
گلستان اور بوستان

اگرچہ ہر تصنیف وتالیف کی ماہیت اور اُن کے عیب وخوبیان بیان کرنی عموماً
مشکل ہین لیکن جو کلام سب کے نزدیک مقبول ہو اور جسپر کسی نے خردہ گیری نہ کی ہو اسپر
ریویو لکھنا اور اُس کی خوبی یا عیب بیان کرنا حد سے زیادہ مشکل ہے - جس طرح بدیہیات پر
استدلال کرنا نہایت دشوار ہے - اِسی طرح ایسے مقبول اور مسلم کتابون کے محاسن
بیان کرنے مشکل ہین اور اسی طرح اُن پر نکتہ چینی کرنی اور بھی زیادہ مشکل ہے - ہم پہلا
آسان کام کسی قدر اپنے ذمہ لیتے ہین اور دوسرے مشکل کام کو اپنے سے زیادہ
دقیقہ شناس اور باریک بین لوگون پر چھوڑتے ہین -

اِن دونون کتابون کو شیخ کے کلام کا خلاصہ اور لب لباب سمجھنا چاہیئے - ظاہراً فارسی
زبان مین کوئی کتاب اِن سے زیادہ مقبول اور مطبوع خاص وعام نہین ہوئی - ایران
ترکستان - تاتار - افغانستان اور ہندوستان مین اِن دونون کتابون کی تعلیم ساڑھے
چھ سو برس سے برابر جاری ہے - بچپن مین اِن کی تعلیم شروع ہوتی ہے - اور بڑھاپے
تک مطالعہ کا شوق رہتا ہے لاکھون استادون نے اِنھین پڑھایا - اور کروڑون شاگردون
نے انھین پڑھا اِنکے بیشمار نسخے خوشنویسون کے قلم سے لکھے گئے - اور بے انتہا
اڈیشن لوہے اور پتھر پر چھاپے گئے - مشرق اور مغرب کی اکثر زبانون مین اِنکے ترجمے ہوئے مشائخ
اور علما نے انکی عزت کی - بادشاہون نے انکو سلطنت کا دستور العمل بنایا - منشیون اور شاعرون

نے انکی فصاحت اور بلاغت کے آگے سر جھکایا اور اُن کے تتبع سے عاجز رہنے کا اقرار کیا
اِن کا نام جس طرح ایشیا مین مشہور ہے اسی طرح یورپ مین بہی عزت سے لیا جاتا ہے۔

اگرچہ یہ دونون کتابین حسن قبول - فصاحت - بلاغت - تہذیب اخلاق پند و نصیحت
اور اکثر خوبیون کے لحاظ سے باہم اگر ایسی مشابہت رکہتی ہین کہ ایک کو دوسری پر ترجیح دینی
مشکل ہے بلکہ اِن پر عربی کا یہ مقولہ صادق آتا ہے احدھما افضل من الاخر لیکن
اگر بعض وجوہ سے گلستان کو بوستان پر ترجیح دی جائے تو کچہ بیجا نہین ہے۔

فارسی نظم مین بوستان کے سوا اور بہی ایسی کتابین موجود ہین جو بوستان سے کم مقبول
نہین سمجہی گیئن بلکہ مثنوی معنوی اور شاہنامہ نے شاید اُس سے بہی بڑہ کر قبولیت حاصل
کی ہے - لیکن فارسی نثر مین ظاہرا کوئی کتاب شیخ سے پہلے اور اُس کے بعد ایسی نہین لکہی
گئی جو گلستان کے برابر مقبول ہوئی ہو - سرگور اوسلی نے اپنے تذکرہ مین لکہا ہے کہ سعدی
کی گلستان کا ترجمہ جو کہ مشہور فاضل جنٹیس نے لاطینی مین کیا تہا اُس نے مدتون یوروپ کے
اہل علم و ادب کو شیخ کے خیالات پر فریفتہ رکہا ہے۔

"تذکرہ مجمع الفصحا جو کہ ابہی ایران مین تالیف ہوا ہے اُس مین یا کسی اور تذکرے مین
لکھا ہے کہ فارسی نظم و نثر مین جسقدر چار کتابین ایران مین مقبول ہوئی ہین ایسی اور کوئی کتاب
نہین ہوئی - شاہنامہ - مثنوی معنوی - گلستان اور دیوان حافظ -

ہندوستان مین بہی یہ چارون کتابین ایسی ہی مقبول ہوتی ہین جیسی ایران مین
مگر سب کی شہرت اور قبولیت کے وجوہ مختلف ہین - اگرچہ ایک خوبی یعنی بیان کی سادگی

اور بیہ خستگی مین چارون کتابین کم وبیش مشترک ہین اور یہ وہ خوبی ہے جسکے بغیر کوئی کتاب مقبول نہین ہوسکتی - لیکن صرف اسقدر خوبی سے، کوئی کتاب ایسی شہرت اور قبولیت کے درجہ کو نہین پہنچ سکتی جب تک اُسکے ساتھ کوئی اور دلکش اور دلفریب چیز نہو کیونکہ نظم ونثر کی بیسیون کتابین جو تکلف اور تصنع سے بالکل پاک ہین ایسی ہی ہین جنکا کوئی نام بھی نہین جانتا -

ہماری راے مین گلستان کے سوا باقی تینون کتابین زیادہ تر اس سبب سے مقبول ہوئی ہین کہ وہ اپنی سادگی اور فصاحت وبلاغت کے علاوہ زمانہ کے مذاق اور طبائع کے ساتھہ بہت مناسبت رکہتی تہین - سب سے اول شاہنامہ پر غور کرو - قطع نظر اس سے کہ قدیم زمانہ کے حالات اور گزشتہ قومون اور بادشاہون کے محاربات انسان کو ہمیشہ بالطبع مرغوب ہوتے ہین - جس زمانہ مین کہ شاہنامہ لکھا گیا اُسوقت وسط ایشیا کے مسلمانون کو فتوحات اور لشکرکشی وکشورکشائی کا شوق حد سے زیادہ بڑہا ہوا تھا - اور شجاعت وبہادری کے مضمون اُن کو دل سے پسند آتے تھے - پس ایک رزمیہ نظم کا جسمین رزم اور بہادری کے سوا اور مضمون بہت کم ہین ایسے وقت مین لکھا جانا اُنکی حالت کے نہایت مناسب تہا - یہی سبب تہا کہ شاہنامہ ختم ہونیسے پہلے ہی اُسکی صدہا داستانین کم وبیش لوگون کی زبانون پر جاری ہوگئی تہین - اور آخر کو اُسکا یہانتک رواج ہوگیا تھا کہ بادشاہون کے ہان شاہنامہ خوان نوکر رکہے جاتے تہے - اور قہوہ خانون مین جابجا گرمی صحبت کے لیے شاہنامہ پڑہا جاتا تہا - اِس کے سوا ہزارون عجیب وغریب قصے جیسے سیمرغ کا زال کو

پرورش کرنا - طہمورث دیوبند کا دیوون کا قید کرنا - جام جمشید کے کرشمے - رستم کا اپنے زور سے تنگ آکر اُسکو خدا کے پاس امانت رکھنا اور پھر سہراب کی لڑائی مین واپس لے لینا۔ اُس کا سیکڑون دیوون کو مارنا اور مغلوب کرنا - اُس کے رخش کا شیرون کو ہلاک کرنا اور بہمن کا طلسم ٹوٹنا اور اسی طرح کے ہزارون افسانے مثل قصۂ امیر حمزہ اور بوستان خیال کے اُسمین درج تھے جو تمام دنیا کے آدمیون کو عموماً اور ایشیا والون کو خصوصاً ہمیشہ سے مرغوب رہے ہین - ان باتون نے شاہنامہ کو اور بھی زیادہ مقبول اور عام پسند کر دیا تھا۔

مولانا روم کی مثنوی اُس زمانہ مین لکھی گئی تھی جبکہ ہمارے لٹریچر مین تصوف اور معرفت کا تسلط روز بروز بڑھتا جاتا تھا - شیخ محی الدین ابن العربی - شیخ صدر الدین قونوی شیخ شہاب الدین سہروردی - شیخ علاء الدولہ سمنانی - وغیرہم کی تصنیفات مذہب اور شاعری مین تصوف کی روح پھونک رہی تھین شعر مین حقیقت اور معرفت کے مضامین تغزل کی نسبت زیادہ جی لبھانے لگے تھے - شیخ اکبر اور ابن فارض کے دیوانون کے سامنے متنبی اور ابو تمام کی تشبیہین بے مزا معلوم ہونے لگی تھین - حدیقہ اور منطق الطیر نے رودکی اور عنصری کا کلام نظرون سے گرا دیا تھا - ایسے وقت مین مثنوی معنوی کا جو کہ سراسر تصوف اور حقائق و معارف سے بھری ہوئی ہے مقبول ہونا ایسا ہی ضروری امر تھا جیسے غزنویہ اور سلاجقہ کے عہد مین شاہنامہ کا اور صفویہ کے عہد مین حملہ حیدری کا - اس کے سوا مثنوی مین بھی عمدہ عجیب و غریب قصے اور فوق العادۃ نقلین اور تمثیلین جو انسان کو بالطبع مرغوب ہین درج تھین اور انھین شریعت اور طریقت کے اسرار بیان کیے گیے تھے - پس مثنوی

ہین شعر اور تصوف کے علاوہ قصّہ کا لطف اور مذہب کی عظمت بھی شامل تھی - یہی باعث ہے
کہ مولانا روم کے حق مین "نیست پیغمبر و لے دارد کتاب" اور مثنوی کے حق مین "ہست
قرآن در زبان پہلوی" کہا گیا ہے۔

خواجہ حافظ کے دیوان مین عشق و جوانی اور رندی اور شاہد بازی کے مضامین کے سوا
جو کہ ہمیشہ سے دنیا مین مرغوب رہے ہین اور انسان کے دل کو بزور اپنی طرف کھینچتے ہین اور
کوئی مضمون ہی نہ تھا - اور اس خیال نے کہ اُسمین عشق حقیقی کی واردات اور کیفیات
عشق مجازی کے پیرایہ مین ادا کی گئی ہین اُسکو اور بھی زیادہ دلچسپ اور دلربا کر دیا تھا - پس ان تینون
کتابون کا اسقدر مقبول ہونا کچھ زیادہ تعجب کی بات نہ تھی -

گلستان مین ان وجوہ مین سے کوئی وجہ نہ تھی نہ اُس مین رزم تھی نہ عجیب و غریب
افسانے تھے - نہ فوق العادة قصّے - نہ حقائق و معارف - نہ شریعت کے اسرار - نہ طریقت
کے نکات نہ غزل عاشقانہ - نہ قول عارفانہ بلکہ اُسکی بنیاد محض اخلاق پند و موعظت پر رکھی
گئی تھی جس سے زیادہ کوئی پھیکا اور بے نمک مضمون خاصکر فارسی لٹریچر مین نہین پایا جاتا پند و
موعظت جبتک قصہ یا ناٹک کے پیرایہ مین نہ ادا کی جائے اکثر طبیعتون کی وحشت اور تنفر کا
باعث ہوتی ہے - کیونکہ انسان کی طبیعت مین یہ بات ودیعت کی گئی ہے کہ وہ کھلی نصیحتون
سے متنفر اور چھپی نصیحتون سے متأثر ہوتا ہے - پس گلستان کا اسقدر مقبول ہونا سوا
اس کے کہ اُسکی فصاحت و بلاغت اور حسن بیان اور لطف ادا کو تمام فارسی لٹریچر مین بے مثل اور
لاجواب تسلیم کیا جائے اور کسی وجہ پر محمول نہین ہو سکتا۔

گلستان کی عظمت اور بزرگی زیادہ تر اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ جسقدر غیر زبانون کا لباس اس کتاب کو پہنایا گیا ہے ایسا فارسی زبان کی کسی کتاب کو نصیب نہین ہوا۔ خود شیخ ہی کے زمانہ مین گلستان کے اکثر قطعات و ابیات اسقدر مقبول اور زبانون پر جاری ہو گئے تھے کہ اُس زمانہ کے فضلا اور اُدبا اُس کے اکثر اشعار عربی نظم مین ترجمہ کر کے اپنا زور طبع اور قدرت نظم دکہاتے تھے۔ چنانچہ ادیب نامدار فضل اللہ بن عبد اللہ شیرازی نے بہی جو کہ شیخ کے اخیر زمانہ مین تہا اپنی مشہور تاریخ وصّاف مین گلستان کے دو قطعون کا ترجمہ عربی مین نظم کیا ہے جو کہ مع اصل قطعات کے ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

قطعہ سعدی

گلی خوشبوی در حمام روزی	رسید از دست محبوبی بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوی دلاویز تو مستم
بگفتا من گلی ناچیز بودم	ولیکن مدتی با گل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد	دگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

ترجمہ عربیہ

اِذا هو فی الحمام طین مُطَیّبٌ	توصل من ایدی کریم الی یدی
فَقُلْتُ له هل انت مسك وعنبرٌ	فَاِنّی مِنْ ریّاكَ سکران معتدٍ
اَجَابَ بِانی کنت طیناً مُذَلّلاً	فجالست للورد الجنی بمعهدٍ
فاثر فی خلقی کما مجالسی	وَاِلّا انا التراب الذی کنت فی یدٍ

قطعہ سعدی

اگر خردمند ز اجلاف جفائے بیند	تا دل خویش نیازارد و درہم نشود
سنگ بدگوہر اگر کاسہ زرین بشکست	قیمت سنگ نیفزاید و زر کم نشود

ترجمہ عربیہ

إنْ نالَ نِدَم من الأنذالِ منقصةً	حاشی لہ ان یذیب النفس بالضجر
فالتِبرُ من حجرٍ إن صار منكسرًا	فالتبر تبرٌ وما یزداد فی الحجر

پہر ایک مدت کے بعد تمام گلستان کا ترجمہ جیسا کہ مشہور ہے عربی زبان مین ہوا جو کئی صدیون تک عرب - شام - روم اور مصر مین متداول رہا اور حال مین مصر کے ایک ادیب نے جسکا نام جبرئیل ہے - اُس کا ایک اور نہایت فصیح عربی ترجمہ کا نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین چھپوایا ہے اسکے سوا استنبول کی ترکی مین بہی اُس کے متعدد ترجمے سُنے گیے ہین - جن مین سب سے اخیر ترجمہ سلطان عبد الحمید خان کے بہائی اور ولیعہد رشاد پاشا نے حال ہی مین کیا ہے یوروپ مین گلستان اور بوستان کے جسقدر ترجمے ہوئے ہین اُنکی ٹہیک ٹہیک تعداد معلوم ہونی مشکل ہے - مگر انگلش سائیکلو پیڈیا مین کسی قدر ترجمون اور اڈیشنون کا ذکر کیا گیا ہے جو سنہ ۱۸۵۲ع تک چھپے اور شائع ہوئے اُس کا خلاصہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے -

گلستان کے ترجمے بوستان کی نسبت بہت زیادہ ہوئے ہین - سب سے پہلے جنٹس نے اصل گلستان معہ لاطینی ترجمہ اور کسی قدر حواشی کے امسٹرڈم مین چھپوائی - پہر ڈو رائر نے جو کہ فرانس کی طرف سے اسکندریہ مین کانسل تہا فرنچ مین اس کا ترجمہ کیا جو کہ سنہ ۱۶۳۴ع مین بمقام

پیرس چھپا - اُسکے بعد اصل کتاب سے گارڈین نے ۱۷۸۹ء مین اور سمالیٹ نے ۱۸۳۴ء
مین ترجمہ کیا - یہ دونون ترجمے بھی فرنچ مین ہوئے تھے - جرمن زبان مین اولی اریلیس کا ترجمہ
زیادہ مشہور ہے وہ اُس کے دیباچہ مین لکھتا ہے کہ اس ترجمہ مین ایران کے ایک فاضل سے
مدد لی گئی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میرے ترجمہ سے پہلے ڈورائر کے فرنچ ترجمہ سے ایک
اور ترجمہ جرمن مین ہو چکا تھا - اولی اریلیس کا ترجمہ نہایت ذی وقعت ہے اور اس مین جو
تصویرین چھاپی گئی ہین وہ بھی بہت عمدہ ہین - یہ ترجمہ اوّل ۱۶۵۴ء مین بمقام سلیزوگ چھپا تھا
اور اُسی سال جرمن سے ڈچ زبان مین ترجمہ ہوکر امسٹرڈم مین چھپا - اولی اریلیس نے بوستان
کا بھی ترجمہ جرمن مین کیا ہے - حال مین گلستان کا ایک اور ترجمہ کے - ایچ گراف نے
جرمن مین کیا ہے جو ۱۸۴۶ء مین بمقام لیپزگ چھپا ہے - اِسی مترجم نے بوستان کا بھی
ترجمہ کیا ہے جس کا نام لسٹ گارٹن ہے اور جو ۱۸۵۰ء مین دو جلدون مین چھپا ہے
انگریزی مین گلستان کا ترجمہ ایک تو گلیڈون نے کیا ہے جو بمقام لندن ۱۸۰۸ء مین چھپا
دوسرا ترجمہ راس صاحب کا ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی کے لیے کیا گیا تھا - ایک اور ترجمہ
ایسٹوک نے انگریزی مین کیا ہے نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین جو ۱۸۵۲ء مین بمقام ہرٹفورڈ
چھپا تھا - یہ ترجمہ نہایت عمدہ ہے - سعدی کی کلیات فارسی و عربی چھوٹی تقطیع کے کاغذ
پر ہیرنگٹن نے ۱۷۹۱ء مین چھپوائی تھی - اور گلیڈون نے صرف گلستان ۱۸۰۶ء مین چھپوائی
جو دوبارہ ۱۸۰۹ء مین بمقام لندن مطبوع ہوئی - پھر ۱۸۰۷ء مین جس ڈمپولن نے گلستان
معہ اپنے ترجمہ کے کلکتہ مین چھپوائی جو کہ اُسوقت سے ابتک کئی بار بہتر چھپ چکی ہے پروفیسر

نے فارسی خوان طلبہ کے لیے بوستان کا نہایت عمدہ انتخاب کر کے چھپوایا ہے جسمین تقریبًا
تہائی کتاب داخل ہے اور بعض حکایات کے ترجمے حواشی سمیت ایشیاٹک جرنل مین معہ متن کے
چھاپے گئے ہین۔ ڈاکٹر اے اسپرنگر نے ۱۸۵۱ء مین بمقام کلکتہ گلستان معہ اعراب اور علامات
وقف کے چھپوائی تھی اور ایسٹوک صاحب نے بمقام ہرٹفورڈ ۱۸۵۰ء مین اسکو کئی قلمی نسخون سے
صحیح کر کے معہ فرہنگ کے شایع کیا۔

مذکورہ بالا ترجمون اور اڈیشنون کے سوا جنکا ذکر انگلش سایکلوپیڈیا مین کیا گیا ہے اور
بہت سے نئے ترجمے اور اڈیشن خصوصًا ۱۸۶۲ء کے بعد شایع ہوئے ہین۔ ازانجملہ ۱۸۷۱ء
مین جان پلیٹ انسپکٹر مدارس ممالک متوسط نے اصل گلستان معہ انگریزی فرہنگ کے حسن اہتمام
و صنعت کے ساتھ لندن مین چھپوائی تھی۔ اور کپتان ولبر فورس کلارک نے بوستان کا انگریزی
ترجمہ ۱۸۷۹ء مین کیا وہ لکھتے ہین کہ یہ ترجمہ اُس نسخہ سے کیا گیا ہے جو جرمنی کی اورنٹیل سوسائٹی
مین ۱۸۵۱ء مین چھپا تھا۔ بہرحال ابھی مین بوستان کی چیدہ حکایتون کا ترجمہ میجر میکنن نے
نظم مین کیا ہے جسکا نام فلاورز فرم دی بوستان رکھا ہے۔

ہندوستان مین بھی متعدد زبانون مین گلستان کا ترجمہ ہوا ہے۔ ازانجملہ میر شیر علی افسوس
تخلص نے مارکوئس ولزلی گورنر جنرل کے عہد مین اُس کا اُردو ترجمہ نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین لکھا
ہے مگر چونکہ اُسوقت تک اُردو زبان خوب منجھکر صاف نہوئی تھی اس لیے زمانہ حال کے ترجمے
جو اُس کے بعد ہوئے ہین زیادہ صاف اور بامحاورہ اور فصیح ہین۔ بنگالی اور گجراتی مین بھی گلستان
کے ترجمے ہوئے ہین مگر اُن کا مفصل حال معلوم نہین ہے۔ بھاشا مین اول شمال مغربی

۱۸۶۸ء مین گلستان کے آٹھوین باب کا ترجمہ کیا گیا تھا جسکی اشاعت کو تقریبا تیس برس گذرے ہونگے - اس ترجمہ کا نام مترجم نے پشپ باٹکا یعنی باغ کی ایک کیاری رکھا ہے -
اس کے بعد ہمارے دوست پنڈت مہر چند داس مہاجن اگروال جینی مذہب متوطن قصبہ سونی پت ضلع دہلی نے حال ہی مین ساری گلستان کا ترجمہ نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین نہایت کوشش سے کیا ہے جو ۱۸۸۶ء مین چھپکر شایع ہو گیا ہے - اس ترجمہ کا نام پشپوپ بن کہا ہے جو کہ لفظ گلستان کا مرادف ہے پنڈت صاحب نے پند نامہ شیخ یعنی کریما بھی بھاشا ترجمہ چوپائی وزن کی نظم مین لکھا ہے جس کا نام شیکشا پتری ہے -

ترجمہ کے علاوہ گلستان بلکہ بوستان کی بھی بہت سی شرحین اور فرہنگین لکھی گئین ہیں جن مین سے خان آرزو کی خیابان گلستان اور ٹیک چند کی بہار بوستان زیادہ مشہور ہین - علی الخصوص گلستان کی قدر و منزلت ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون نے اپنی اپنی سمجھ اور اپنے اپنے خیالات کے موافق کی ہے - جس طرح اہل علم نے مختلف زبانون مین اُس کے ترجمے کیے ہین اور شرحین وغیرہ لکھی ہین یا اہل تعلیم نے فارسی تعلیم کی بنیاد اسپر رکھی ہے یا منشیون نے اُسکے فقرات و ابیات سے اپنے منشآت کو زینت دی ہے اسیطرح امرا نے اُسکے نسخے نہایت خوش خط لکھوا اسکھوا کر اُن کو مطلّی اور مذہب کرایا ہے یہان تک کہ ہمارے ملک کے رئیسون نے بھی جو درس و کتاب سے کچھہ سروکار نہین رکھتے اسکی حد سے زیادہ قدر کی ہے - بعضون نے ایک ایک نسخہ کی تیاری اور تزئین مین لاکھہ لاکھہ روپیہ کے قریب صرف کیا ہے - اگرچہ ان باتون کو کتاب کی اصلی عظمت اور خوبی سے کچھہ تعلق نہین ہے

لیکن گلستان کی عام قبولیت پر اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ ہندوستان کے رئیس اسکو اسقدر عزیز رکھتے ہین گویا اپنے گانے پر کبھی ایسا فخر نہین کرتا جیسا اسوقت کرتا ہے کہ ایک اناڑیون کی مجلس مین جا پہنسے اور اُن کو محظوظ کرکے اُٹھے۔

گلستان کے ابواب کی عمدہ ترتیب۔ اُسکے فقرون کی برجستگی۔ اُسکے الفاظ کی شستگی اُسکے استعارات کی جزالت۔ اُسکی تمثیلات و تشبیہات کی طرفگی اور پھر باوجود ان تمام باتون کے عبارت مین نہایت سادگی اور صفائی اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ شیخ نے اپنی عمر عزیز کا ایک معتدبہ حصہ اُسکی تصنیف مین صرف کیا تھا اور اُسکی تنقیح و تہذیب مین اپنے فکر اور سلیقہ سے پورا پورا کام لیا تھا۔ چنانچہ دیباچہ گلستان کے اخیر مین اُس نے صاف کہا ہے کہ "دو برخے از عمر گرانمایہ بروخرچ کردیم" مگر دیباچہ ہی کی ایک اور عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جس فصل بہار کے آغاز مین اُسکا لکھنا شروع ہوا تھا وہ ابھی ختم ہونے پائی تھی کہ کتاب تمام ہوگئی اور اکثر لوگون کا یہی خیال ہے کہ شیخ نے گلستان چند مہینے سے زیادہ مین نہین لکھی مگر یہ بالکل غلط ہے جو لوگ تصنیف کے درد سے آگاہ ہین وہ جانتے ہین کہ کلام مین لذت اور قبولیت پیدا نہین ہوسکتی جبتک کہ اُسکے ایک ایک لفظ مین مصنف کے خون جگر کی چاشنی نہو۔ اور جسقدر اوس مین زیادہ صفائی اور گھلاوٹ پائی جائے اُسیقدر سمجھنا چاہیئے کہ اُس کی درستی اور کاٹ چھانٹ مین زیادہ دیر لگی ہوگی۔ یورپ مین اکثر نامی مصنفون کے مسودے بہم پہنچاکر نہایت احتیاط اور حفاظت سے رکھے گیے ہین۔ چنانچہ اٹلی کے شمالی حصہ مین جو ایک بستی ہے وہان مشہور مصنف ایریسٹو کے مسودے ابتک موجود ہین۔ اُس مصنف کا کلام سادگی

اور صفائی اور بے تکلفی مین مشہور ہے مگر اُسکے مسودے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فقرے
لوگون کو نہایت پسند آتے ہین اور حد سے زیادہ صاف ہین وہ آٹھہ آٹھہ دفعہ کاٹے گیے ہین -
لارڈ مکالی جو انگلستان کا نہایت مشہور مقبول مصنف ہے اُس کا ایک مسودہ لندن میوزیم مین
رکھا ہے اس مین بھی جابجا کاٹ چھانٹ اور حک و اصلاح پائی جاتی ہے - یہانتک کہ بعض فقرے
دس دس دفعہ کاٹے گیے ہین - ظاہرا شیخ نے جو گلستان کے دیباچہ مین فصل بہار کا ذکر کیا ہے
اُس کا مطلب یہ ہے کہ گلستان کے لیے جو سرمایہ اُسنے سالہا سال مین جمع کیا تھا وہ پہلے
سے اُسکے پاس نامرتب موجود تھا جب وطن مین پہنچا تو دوستون کی تحریک سے اُسکو مرتب
کردیا یہ ترتیب فصل بہار کے آغاز سے شروع ہوئی اور اُسکے تمام ہونے سے پہلے ختم ہوگئی
گلستان اور نیز بوستان کی ترتیب جس سلیقہ سے شیخ نے کی ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے
کہ اُسکو اس کام مین بہت دقت اُٹھانی پڑی ہوگی - اُسنے اِن کتابون مین زیادہ تر وہ واقعات
لکھے ہین جو خود اُسپر گزرے ہین یا اُسکے سامنے پیش آئے - اور ہر ایک باب کی تکمیل کیلیے
کسیقدر حکایتین ایسی بھی لکھی ہین جو کسی سے سنین یا کتابون مین پڑہین - اس تمام مجموعہ کو گلستان
مین آٹھہ باب پر اور بوستان مین دس باب پر تقسیم کیا ہے اور ہر ایک باب مین اُسکے مناسب
حکایتین درج کی ہین اور ظاہرا علم اخلاق کی کوئی فرع ایسی نہین ہے جو بقدر ضرورت اِن
مین سے ہر ایک کتاب مین بیان نہ کی گئی ہو - یہ بات تقریبًا ایسی ہی مشکل تھی جیسے کوئی شخص
سیر و سیاحت کے واقعات ایسی ترتیب سے لکھے کہ اُس مین علم اخلاق کے ہر ایک باب کا مطلب
اجمالًا یا تفصیلًا بقدر ضرورت آجائے اِس ترتیب کی قدر اُسوقت معلوم ہوسکتی ہے کہ دونون کتابونکی

اصل حکایتون کو نامرتب کرکے گڈ مڈ کر دیا جائے اور ہر ایک حکایت سے جو نتیجے شیخ نے استخراج کیے ہین وہ اُن مین درج نہ کیے جائین اور پہر تمام مجموعۂ حکایت کو جدا جدا بابون پر تقسیم کرایا جائے اور پوچہا جائے کہ وہ حکایت کون سے باب سے علاقہ رکہتی ہے اور یہ کون سے باب سے

جس طرح ہر ایک ملک مین لٹریچر کی ابتدا نظم سے ہوتی رہی ہے اسی طرح ایران مین بہی اول شاعری کا ظہور ہوا تہا - اور دوسری صدی کے اخیر سے جبکہ اولہی اول خواجہ عباس مروزی نے مامون کی مدح مین فارسی قصیدہ لکہا - کئی صدیون تک مقتضاے وقت کے موافق صرف شاعری کو ترقی ہوتی رہی - فارسی نثر لکہنا اگرچہ ایک مدت کے بعد شروع ہو گیا لیکن شیخ کے زمانہ تک اُسکی کوئی عام شاہراہ مقرر نہین ہوئی اکثر سیدہی سادی عبارت عام روزمرہ اور بول چال کے موافق لکہی جاتی تہی یا اہل علم کسیقدر خواص کے روزمرہ مین تحریر کرتے تہے چنانچہ حکیم ناصر خسرو کا سفرنامہ جو کہ پانچوین صدی مین لکہا گیا اس مین نہایت بے تکلفی سے خواص کی معمولی بول چال مین حالات تحریر کیے گیے ہین - اور بعض ادیب اور فاضل جن پر عربیت غالب تہی اُنکے قلم سے بغیر فکر اور غور کے اکثر عربی لغات اور اشعار وغیرہ فارسی تحریرون مین تراوش کرتے تہے - مگر نثر مین شاعرانہ شوخی اور جادو پیدا کرنا اور اُسکے فقرون مین ایک خاص قسم کے وزن اور تول کا لحاظ رکہنا جاری نہوا تہا - خصوصاً کوئی اخلاقی کتاب عمدہ نثر مین شیخ کے زمانہ تک ایسی نہین لکہی گئی تہی جس مین اخلاق کا بیان واقعات نفس الامری کے ضمن مین کیا گیا ہو - ۵۵۱ھ مین قاضی حمید الدین ابوبکر نے مقامات بدیعی اور مقامات حریری کی طرز پر فارسی مین مقامات حمیدی لکہی ہے اُسمین نہایت تکلف اور تصنع پایا جاتا ہے اُسکی بنیاد زیادہ تر صنائع

لفظی پر رکھی ہے اور تمام کتاب بدیعی اور حریری کی طرح مقفیٰ اور مسجع لکھی ہے اور جس طرح ان دونون کتابون مین فرضی قصے وضع کیے گئے ہین اُسی طرح اُس مین بھی محض خیالی افسانے لکھتے ہین جن مین گھٹانے بڑہانے اور ہر قسم کے تصرف کرنیکا اختیار مصنف کے ہاتہہ مین ہوتا ہے اس کتاب کے پڑہنے سے کوئی خیال اس کے سوا دل مین پیدا نہین ہوتا کہ مصنف عربی لغات پر بہت عبور رکھتا تھا اور تجنیس و ترصیع اور دیگر صنائع لفظی کے برتنے پر کافی قدرت رکھتا تھا۔

ایک اور کتاب موسوم بہ قابوس نامہ پانچوین صدی ہجری کی تصنیف ہماری نظر سے گذری ہے جسکا مصنف قابوس[۵۱] بن سکندر ملقب بہ عنصر المعالی ہے یہ تمام کتاب اخلاق اور آداب معاشرت مین لکھی گئی ہے اس کا بیان بہت صاف اور سادہ ہے اور مضامین عمدہ ہین لیکن اس کے سوا کوئی ندرت یا دلفریبی اُسکی عبارت مین نہین پائی جاتی۔

غرضکہ شیخ نے آگاہ کہول کر نثر کا کوئی ایسا عمدہ نمونہ نہین دیکھا تھا جسکی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ گلستان کی بنیاد اُس پر رکھی گئی ہوگی۔ حق یہ ہے کہ وہ خود ہی اس روش کا موجد تھا اور اوسی پر اُس کا خاتمہ ہوگیا۔

اُس نے اپنی دونون بے نظیر کتابون مین برخلاف ایرانی نثارون کے اپنی بلند پروازی اور نازک خیالی ظاہر کرنی۔ یا اپنا تفلسف اور تبحّر علمی جتانا یا عقل و عادت کے خلاف باتین لکھہ کر لوگون کا دل لبہانا۔ اور عجائبات کا طلسم باندہ کر خلقت کو حیرت مین ڈالنا نہین چاہا۔ اُس نے دونون کتابون مین باستثنا چند حکایتون کے کوئی واقعہ ایسا نہین لکھا جو عقل یا عادت کے خلاف

[۵۱] یہ شخص دیار آل زیار مین سے ایک بادشاہ ہے جسنے جرجان اور گیلان وغیرہ مین کہیں برس حکمرانی کی ہے اور ۴۵۰ھ مین وفات پائی۔

ہو یا جسکو سنکر کچھہ زیادہ تعجب ہو - وہ اکثر اپنی آنکھہ کی دیکھی یا کان سے سنی یا کسی کتاب سے انتخاب کی ہوئی ایسی سیدھی سادھی معمولی باتین لکھتا ہے جو صبح سے شام تک ہر انسان پر گزرتی ہین - عام حکایتین جو اِن دونون کتابون مین درج ہین وہ اِس قبیل کی ہین کہ مثلاً ایک بدمعاش سائل نے اپنے کو قرضدار ظاہر کرکے ایک بزرگ سے دو دینار حاصل کیے - لوگون نے کہا یہ تو مکار تہا - اس کو کچھہ دینا نہ چاہیے تہا - فرمایا اگر مکار تہا تو مین اُسکے شر سے بچا ورنہ وہ اورون کے شر سے بچا -

یا یہ کہ ایک بادشاہزادہ کے تاج کا لعل اندہیری رات مین ایک پتہریلی جگہہ گر پڑا بادشاہ نے بیٹے سے کہا کہ پتہرونمین سے لعل پایا چاہتا ہو تو ہر پتہری کو لعل سمجھہ کر غور سے دیکھہ -

یا یہ کہ مین چند درویشون کے ساتھہ روم مین پہونچا اور ہم سب ایک ذی مقدور شیخ کے ہان اُترے - اُسنے ہماری ہر طرح سے خاطر کی مگر کہانے کو کچھہ نہ دیا -

اِن سیدھی سادی حکایتون کو وہ ایسے لطیف اسلوب سے بیان کرتا ہے اور اُن سے ایسے پاکیزہ نتیجے استخراج کرتا ہے کہ ایک نہایت بے حقیقت بات حقیقت مین ایک نکتہ یا ایک دلچسپ قصہ معلوم ہوتا ہے -

گلستان اور بوستان کو پڑہ کر دو باتون مین سے ایک بات کا ضرور اقرار کرنا پڑتا ہے - یا تو یہ کہ انتخاب کرنے مین شیخ کا مذاق ایسا صحیح تہا کہ جو حکایت وہ اِن کتابون مین درج کرنی چاہتا تہا اُس مین کوئی نہ کوئی لطیف اور چہبتی ہوئی بات ضرور ہوتی تہی اور یا یہ کہ وہ اپنی خوش سلیقگی اور حسن بیان سے ایک مبتذل اور پیش پا افتادہ مضمون کو بہی اُسی قدر دلاویز طور پر بیان کرسکتا تہا جیسے ایک نرالے اور اچہوتے خیال کو -

تعجب ہے کہ شیخ کی گلستان جو آیندہ نسلون کے لیے نثر فارسی کا ایک لاجواب نمونہ تھی
ایران مین اُسکے تتبع کا کسی نے خیال نہین کیا یا یون کہنے کہ کسی سے اُسکا تتبع نہین ہوسکا۔ اگرچہ
شیخ کے بعد نثر فارسی کی ترقی یا وسعت انتہا کے درجہ کو پہنچ گئی اور نثر لکھنے پر ایسے ایسے
جلیل القدر فاضلون نے کمر باندھی جنکا علم و فضل شیخ سے بمراتب فائق تر تھا مگر سب کی ہمت
زیادہ تر الفاظ اور صنائع لفظی پر مقصود رہی۔

ایران مین سب سے بڑا انشا پرداز فضل اللہ بن عبد اللہ شیرازی سمجھا جاتا ہے جو شیخ کے اخیر
زمانہ مین ہوا ہے اُسکی مشہور کتاب تاریخ وصاف ہے بیشک اُس کا کمال علمی اور عربی و فارسی
دونون زبانون کی نظم و نثر پر بڑی قدرت معلوم ہوتی ہے لیکن ساری کتاب مین شاید ہی کوئی فقرہ
ایسا نکلے جو متوسط درجہ کی استعداد کا آدمی ڈکشنری کھولے بغیر سمجھ سکے یا جسکا انداز بیان دل
مین جا کر بیٹھے ۷۱۲ ہجری مین جبکہ سلطان محمد اولجائتو خان خدابندہ کے حکم سے آذربیجان مین
شہر سلطانیہ بنکر تیار ہو چکا اور اس خوشی مین سلطان کی طرف سے تمام شہر کی دعوت کی گئی۔ اس
کتاب کی تقریب اور تعریف سلطان کے حضور مین کی گئی۔ سلطان نے اُس مین سے کچھ متفرق
فقرے پڑھنے کا حکم دیا۔ اسوقت دربار مین وزیر رشید الدین اور قاضی القضاۃ نظام الدین عبد الملک
اور خواجہ اصیل الدین طوسی اور بڑے بڑے عالم اور فاضل موجود تھے فضل اللہ نے چند دعائیہ
فقرے کہ اُن سے زیادہ سلیس اور آسان عبارت شاید تمام کتاب مین نہوگی خاص سلطان کے
سنانے کو لکھے تھے وہ پڑھنے شروع کیے سلطان ہر فقرہ کے معنی رشید الدین وغیرہم سے پوچھتا تھا
یہ لوگ اُسکی شرح بہت بسط کے ساتھ کرتے تھے تب سلطان کی سمجھ مین کچھ آتا تھا یا شرمے شرملے

کچھہ ہان ہون کر دیتا تھا - یہ حال تاریخ وصاف کی عبارت کا ہے اُسکے بعد بھی زیادہ تر نثر لکھنے والون نے اسی بات مین کوشش کی ہے کہ اُنکی نثر کے سمجھنے مین ناظرین کو طرح طرح کی دقتین پیش آئین اور اُنکے علم و فضل اور ہمہ دانی کا اعتقاد دلون مین پیدا ہو مگر یہ ارادہ بہت کم کیا گیا ہے کہ مفید خیالات زود فہم الفاظ اور دلاویز عبارت مین ادا کیے جائین -

تین کتابین میری نظر سے گزری ہین جو شیخ کے بعد گلستان کی طرز پر لکھی گئی ہین - ایک مولانا عبدالرحمن جامی کی بہارستان - دوسری مجدالدین خوافی[1] کی خارستان - تیسری حبیب[2] قاآنی شیرازی کی پریشان سو اول ہم بہارستان کا ذکر کرتے ہین - اگرچہ خارستان کو عبارت کی خوبی اور جزالت کے لحاظ سے بہارستان کے ساتھہ کچھہ نسبت نہین ہے - بلکہ اگر میری راے غلط نہو تو خارستان کا طریقۂ تحریر اکثر جگہہ اہل زبان کی روش سے بیگانہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب دونون کو گلستان کے مقابلہ مین لایا جاتا ہے تو جس طرح آفتاب کے سامنے چاند اور شمع دونون کی روشنی کافور ہو جاتی ہے - اِسی طرح بہارستان اور خارستان دونون کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے اور ایک کو دوسرے سے بہتر کہنے کی کوئی وجہ نہین رہتی - حکایتین اور روایتین جو ان دونو کتابون مین درج کی گئی ہین وہ فی الحقیقت گلستان کی حکایتون سے بہت ملتی جلتی ہین اور زیادہ تر مجدالدین خوافی نے اپنی کتاب کے ابواب بھی اُسی طریقہ پر مرتب کیے ہین مگر شیخ کے حسن بیان اور لطف ادا سے

[1] یہ شخص اکبر کے عہد مین خراسان سے آیا تھا - خواف خراسان مین ایک مشہور بستی ہے کہتے ہین کہ خارستان اس نے اکبر کے حکم سے لکھی تھی [2] یہ شخص زمانہ حال کا ایک نہایت مسلم اور مقبول شاعر ہے جسکو اہل ایران خاتم الشعرا سمجھتے ہین - اُسکی وفات کو چالیس برس سے زیادہ نہین گذرے -

گلستان نے ایک خاص صورت پیدا کی ہے جس کے سبب سے وہ بالکل انوکھی اور نرالی چیز معلوم ہوتی ہے - ہر چند اس قسم کی ہمشکل اور ہمجنس کتابون مین پورا پورا فرق اور امتیاز کرنا بغیر وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ممکن نہین ہے - لیکن چند متحد المضمون فقرون کے مقابلہ کرنیسے کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے کہ کونسا اسلوب بیان زیادہ صاف اور پاکیزہ و دلاویز ہے اور کونسا کم اسیلیے چند ایسی مثالین جو نہایت دقت اور جستجو سے بہم پہنچی ہین - اس مقام پر نقل کی جاتی ہین -

گلستان اور بہارستان کا مقابلہ

گلستان - اسکندر را پرسیدند کہ دیار مغرب مشرق را بچہ گرفتی کہ ملوک پیشین را خزائن و عمر و ملک و لشکر بیش از تو بود و چنین فتحے میسر نشد گفت بعون خداے عز و جل ہر مملکتے را کہ گرفتم رعیتش را نیازردم و رسوم خیرات گذشتگان باطل نہ کردم و نام پادشاہان جز بہ نکوئی نہ بردم **بیت**

بزرگش نخوانند اہل خرد ؛ کہ نام بزرگان بزشتی برد

قطعہ

این ہمہ ہیچ است چون می بگذرد ؛ بخت و تخت و امر و نہی گیر و دار
نام نیک رفتگان ضائع مکن ؛ تا بماند نام نیکت یادگار

بہارستان - اسکندر را گفتند بچہ سبب یافتی آنچہ یافتی از دولت سلطنت و مملکت با صغر سن و حداثت عہد - گفت باستمالت دشمنان تا از غائلہ دشمنی زمام تافتند و از تعاہد دوستان تا در قاعدہ دوستی استحکام یافتند -

بیت

بایدت ملک سکندر چون وے از حسن سیر
دشمنان را دوست گردان دوستان را دوست تر

اِن دونون عبارتون مین باعتبار فصاحت و بلاغت کے جو فرق ہے اوس کا فیصلہ زیادہ تر ذوق صحیح پر منحصر ہے مگر جسقدر قید بیان مین آسکتا ہے وہ لکھا جاتا ہے - لیکن اس سے محض گلستان کی فوقیت جتانی مقصود ہے نہ کہ بہارستان کی تنقیص کرنی اوّل "اسکندر را پرسیدند" اور "اسکندر را گفتند" مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے - سوال کے موقعہ پر پرسیدن بہ نسبت گفتن کے زیادہ مناسب ہے دوسرے شیخ کے ہان خزائن و عمر و ملک و لشکر چار لفظ ایک دوسرے پر معطوف ہین اور کوئی لفظ حشو و بیکار نہین ہے - اور مولانا کے ہان دولت سے اگر سلطنت مراد ہے تو سلطنت و مملکت دونون ورنہ صرف لفظ مملکت حشو ہے اور صغیر سن کے بعد حداثت عہد بہی حشو ہے تیسرے شیخ کے ہان بیان مین سوال کرنیکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ باوجود کمی لشکر و ملک و عمر و مال کے مشرق و مغرب کو فتح کرنا تعجب سے خالی نہ تہا - اور مولانا کے ہان سوال کی وجہ ایسی ظاہر نہین ہے کیونکہ تہوڑی عمر مین بہتیرے لوگون نے دولت اور سلطنت حاصل کی ہے چوتھے سکندر کا جواب جو شیخ نے نقل کیا ہے اوسمین ہرگز اس سے زیادہ اختصار کی گنجایش نہ تہی ورنہ سکندر کا جواب ناتمام رہتا - اور جو جواب مولانا نے نقل کیا ہے وہ اِن لفظون مین ادا ہو سکتا تہا "باستمالتِ دشمنان و تعاہد دوستان" اِس سے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت معلوم نہین ہوتی - پانچوین شیخ نے جو نتیجہ حکایت کے مضمون سے نکال کر اشعار مین بیان کیا ہے وہ کئی وجہ سے مولانا کے نتیجہ کی نسبت زیادہ بلیغ ہے - شیخ کا نتیجہ لازمی ہے - اور مولانا کا نتیجہ غیر لازمی - کیونکہ یہ ضرور نہین ہے کہ جو شخص دشمنون کو دوست اور دوستون کو زیادہ دوست بنائے گا اوسکو ضرور سکندر کی سی سلطنت

حاصل ہوجائیگی - اسکے سوا مولانا نے حقیقت مین کوئی نتیجہ نہین نکالا بلکہ حکایت کا خلاصہ ایک بیت مین دوبارہ بیان کردیا ہے - اور شیخ نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ ایک اچھوتا مضمون ہے کہ جب تک بیان نہ کیا جاوے ہر شخص کا ذہن وہان تک انتقال نہین کرسکتا - نیز شیخ نے ایسا حاوی نتیجہ نکالا ہے جو تمام مخلوق کو شامل ہے - کیونکہ سلف کی تعظیم اور ادب اور اون کے محاسن وکمالات کی قدر کرنی ہر شخص کے حق مین مثمر برکات ہے اور مولانا کا نتیجہ صرف سلاطین اولوالعزم کے ساتھ مخصوص ہے - کیونکہ ملک سکندر کی خواہش اون کے سوا اور کسی کو نہین ہوتی -

گلستان - رازیکہ نہان خواہی باکے درمیان منہ اگرچہ دوست باشد کہ مر آن دوست را نیز دوستان باشند وہمچنین مسلسل **قطعہ** -

خامشی بہ کہ ضمیر دل خویش
باکسے گفتن وگفتن کہ مگوے
اے سلیم آب زسرچشمہ ببند
کہ چو پر شد نتوان بستن جوے

بیت

سخنے در خلا نباید گفت

بہارستان - اسرار نہان خود را با ہیچ دوستی درمیان منہ زیرا کہ بسیار بود کہ در دوستی خلل افتد وبدشمنی بدل گردد - **قطعہ** -

اے پسر سر کش از دشمن نہفتن لازمست
بہ کہ از افشاے آن با دوستی کم دم زنی
دیدہ ام بسیار گز سیر سپہر کج نہاد
دوستان دشمن شوند ودوستیہا دشمنی

قطعہ بر سر مہر گر افتد بخاطرت
سرعت مکن بہ موج بیانش نگاشتن

ترسم شود غرامت اظہار آن ترا	کان سخن بر ملا نشاید گفت
مشکل تر از ندامت پوشیدہ داشتن	

اِس مثال مین بھی گلستان کا بیان بہارستان کی نسبت چند وجوہ سے زیادہ بلیغ ہے ۱ شیخ کہتا ہے "رازیکہ نہان خواہی" یعنی جس بھید کو چھپانا منظور ہوئے سے کسی سے نہ کہو - اور مولانا کہتے ہین "اسرار نہان خود را" یعنی اپنے پوشیدہ بھیدون کو ظاہر نہ کرو - حالانکہ بعضے بھید کیسے ہی پوشیدہ ہون ایک مدت کے بعد کہنے کے لائق ہوجاتے ہین مگر جن کا چھپانا منظور ہوتا ہے وہ کبھی کہنے کے لائق نہین ہوتے ۲ - شیخ کہتا ہے "باکس درمیان منہ اگرچہ دوست باشد" اور مولانا کہتے ہین "بہ ہیچ دوستی درمیان منہ" پہلے بیان مین دوست اور غیر دوست سب سے راز کہنے کی ممانعت ہے مگر دوسرا بیان جبتک اس طرح نہو "بادوست ہم درمیان منہ" تب تک اوسمین تعمیم پیدا نہین ہوتی ۳ - شیخ نے راز نہ کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اوسکے بھی دوست ہون گے اور اون دوستون کے بھی دوست ہون گے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلا جائیگا - پس چپکے ہی چپکے راز جمہور مین پھیل جائیگا - مولانا نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شاید دوستی مین خلل آجائے اور دوست دشمن ہوجائے اگرچہ مطلب دونون صحیح ہین لیکن پہلی وجہ زیادہ موجہ ہے کیونکہ یقیناً کوئی شخص دوستون سے خالی نہین ہوتا اور دوستی مین فرق آجانا کبھی ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا ۴ - شیخ کا قطعہ بلاغت مین مولانا کے قطعہ سے بمراتب افضل اور فائق تر ہے - پہلی بیت مین اُس نے انسان کی ایک ایسی غامض اور دقیق خصلت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عام نظرون سے مخفی ہے وہ کہتا ہے ؎

باکسے گفتن و گفتن کہ مگوے	خامشی بہ کہ ضمیر دل خویش

یعنی کسی سے اپنا بہید کہکر اوسکو افشاے راز سے منع کرنا کچہہ مفید نہین ہے کیونکہ انسان ممنوعات پر زیادہ حریص ہوتا ہے اسیلئے اب اوسکو ضبط راز کرنا اور بہی مشکل ہوگا - پس اس سے خاموشی ہی بہتر ہے - دوسری بیت مین ایک نہایت لطیف اور واضح مثال سے مطلب کو خاطر خواہ دلنشین کیا ہے - مولانا کے قطعہ مین کوئی خوبی اس مضمون کے سوا نہین ہے کہ جو راز دشمن سے چھپانا چاہیئے اُسے دوست سے بہی چھپانا چاہیئے - مگر آن کے ساتھ لفظ افشا زائد معلوم ہوتا ہے کیونکہ ”ازان دم زنی“ کی جگہہ ”از افشاے آن دم زنی“ کہا گیا ہے اور قطعہ کا اخیر مصرعہ بہی حشو یا تکرار سے خالی نہین ہے - دوستون کا دشمن ہوجانا اور دوستی کا دشمنی ہوجانا فی الحقیقت ایک ہی بات ہے ۵ قطعہ کے بعد شیخ نے ایک فرد لکھی ہے جو فی الواقعہ سہل و ممتنع ہے - یعنی ۹

سخنے در خلا نباید گفت		کان سخن بر ملا نشاید گفت

یہ دہوکا اکثر اشخاص کو ہوجاتا ہے کہ جب صحبت مین کوئی غیر جنس نہین ہوتا تو ناگفتنی باتین کہنے لگتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ ہم تخلیے مین گفتگو کر رہے ہین اس سے اغیار مطلع نہین ہو سکتے حالانکہ وہ باتین ضرور رفتہ رفتہ منتشر ہوجاتی ہین - اِس مجرب اور سچے مضمون کو جو کسی قدر دقیق بہی تھا ایسے صاف طور سے بیان کیا ہے کہ اُس سے زیادہ بیان کی صفائی ممکن نہین - پھر خلا اور ملا اور در اور بر کا مقابلہ اور صنعت ذوقافیتین اوس کے علاوہ ہے - مولانا نے کوئی فرد نہین لکھی مگر ایک دوسرا قطعہ لکھا ہے یعنی ”ہر سر سر مہر کہ افتد بخاطرت آلخ“ اسمین پہلے مصرعہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو راز سر بستہ تیرے خیال

یا دل مین گزرے اور مطلب یہ ہے کہ جو بھید تیرے دل مین موجود یا مستور ہو پھر "بموجِ بیانش نگاشتن" کا لفظ "در اظہارِ آن" کی جگہہ لایا گیا ہے جس مین نہایت تکلف ہے - پھر اخیر مصرعہ مین ندامت کا لفظ شاید بے محل ہے کیونکہ اخفاے راز سے کبھی ندامت نہین ہوتی - باوجود ان تمام باتون کے دونون مثالون مین شیخ کے ہان کوئی لفظ غریب یا غیر مانوس نہین معلوم ہوتا اور مولانا کے ہان اکثر الفاظ بمقابلہ گلستان کے الفاظ کے غریب معلوم ہوتے ہین جیسے حداثتِ عہد - غائلہ - تعاہد - بموجِ بیانش نگاشتن - غرامت -

گلستان اور خارستان کا مقابلہ

گلستان - حکیمان دیر دیر خورند عابدان نیم سیر - وزاہدان تا سدِ رمق - وجوانان تا طبق برگیرند - وپیران تا عرق کنند - امّا قلندران چندان خورند کہ در معدہ جائے نفس نماند بر سفرہ روزی کس - **بیت**

اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب
شبے ز معدۂ سنگی شبے ز دلتنگی

خارستان - ہر کہ در گرسنگی طاقت نیارد باید کہ سہ یک شکم را از طعام پر کند وسہ یک دیگر از آب وسہ یک دیگر از براے نفس زدن رہا کند - امّا صوفیان وقت ما میگویند کہ تو ہمہ شکم را از طعام پر کُن آب خود چیز لطیف ست خود را جائے میکند کہ لطیفان را جاے کم نباشد و نفس را جاے گو مباش **بیت**

بشنو کہ چہ گفت صوفیِ پر واری
چون سیر شدی چراغِ جان داری

گلستان - عالم ناپرہیزگار کور مشعلہ دار ست یهدی به و هو لا یهتدی

بیت بیفائدہ ہر کہ عمر در باخست
چیزے نخرید و زر بینداخست

خارستان - علم باعمل ہمچو طعام با نمک ست ہر کرا ہر دو ہست حکمتے تمام دارد و طعام بے نمک را چہ توان کرد -

بیت عمل بے علم نا مضبوط باشد
ہمیشہ شرط با مشروط باشد

مذکورہ بالا مثالون کو دیکھکر غالباً ہر شخص جو فارسی زبان سے فی الجملہ آشنا ہے بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ خارستان کی عبارت گلستان کے مقابلہ مین کسقدر کم وزن اور بے وقعت ہے اسی لیے ہم اس مقام کو ناظرین کے مذاق اور تمیز پر چھوڑ دیتے ہین اور زیادہ نکتہ چینی کرنے کی ضرورت نہین دیکھتے -

پریشان کا مصنف مرزا حبیب قاآنی کتاب مذکور کے خاتمہ کے اشعار مین تصریح کرتا ہے کہ اُسکی عمر تیس ۳۰ برس سے بھی دو تین برس کم تھی جب یہ کتاب اوس نے لکھی ہے - اور شیخ نے گلستان کو سن کہولت اور اوائل سن شیخوخت مین مرتب کیا ہے - پس اگر قاآنی سے گلستان کا پورا پورا تتبع نہو سکا تو کچھہ تعجب نہین کیونکہ ایک ایسی کتاب کا سرانجام کرنا جسکی بنا محض حکمت اور تجربت پر ہونی چاہیئے شیخ کے مقابلہ مین ایک نوجوان ناتجربہ کار کی طاقت سے باہر تھا - بلکہ اگر میری رائے غلط نہو تو بڑی عمر مین قاآنی سے گلستان کا جواب اتنا بھی لکھا جانا مشکل تھا کیونکہ اوسکی تمام عمر قصیدہ گوئی مین صرف ہوئی ہے جسمین محض خیالی ڈھکوسلے باندھنے اور الفاظ تراشی کے سوا حقیقت اور واقفیت سے کچھہ غرض نہین ہوتی بس

جسقدر قصیدہ گوئی مین اُسکو مشق و مہارت زیادہ بڑہتی جاتی تہی اوسی قدر بیان حقائق اور واقعہ نگاری کا ملکہ اوس سے سلب ہوتا جاتا تھا - قاآنی نے بہی گلستان کی طرح پریشان کی عبارت دلچسپ اور دلاویز کرنے مین بہت کوشش کی ہے مگر سوا اسکے کہ تمام کتاب کو ہزل اور فحش سے بھر دیا اور چند آزاد اور بیباک نوجوانون کی ضیافت طبع کا سامان مہیا کر دیا اور کچہہ اُس سے نہین ہو سکا - خاتمہ کتاب کے سوا جس مین اُسنے ابناے ملوک کیلئے پند بپند کر کے کچہہ نصیحتین لکہی ہین تمام کتاب مین وہ حکایتون کی بنیاد اکثر نہایت غلیظ فحش یا خفیف ہزل پر رکہتا ہے جس کے پڑہنے سے شرم آتی ہے اور طرہ یہ کہ پہر اُس سے نتائج عارفانہ اور متصوفانہ استخراج کرتا ہے - یہی سبب ہے کہ پریشان کا خاتمہ جس مین شوخی و ظرافت کا کچہہ سامان نہین ہے باب ہشتم گلستان کے مقابلہ مین نہایت پہیکا اور بے مزہ معلوم ہوتا ہے - تمام خاتمے مین شاذ و نادر ہی کوئی مضمون ایسا ہوگا جس مین کوئی ندرت پائی جائے - عبارت بیشک عمدہ ہے مگر شیخ کی جادو بیانی کا کہین نشان نہین پایا جاتا - عام نصائح جو خاتمے مین درج ہین وہ اِس قبیل کی ہین **پند** بادشاہ باید بہ سخن سخن چینان اعتماد نکند **پند** بادشاہ باید دین را توقیر کند و دشمنان دین را تحقیر فرماید **پند** بادشاہ باید از خدا غافل نماند تا خداے از و غافل نباشد **پند** بادشاہان را در نظام ممالک دست دُر افشان بکار است و تیغ سر افشان **بیت**

”تا کہ بدان دوستان شوند فراہم - تا کہ بدین دشمنان شوند پریشان“ اور اگر کہین عبارت مین اس سے زیادہ حسن پیدا کرنا چاہتا ہے وہان حقیقت سے دور جا پڑتا ہے - مثلاً **پند** بادشاہ باید تواضع کند و تکبر نفرماید کہ تواضع صفت اتقیا ست و تکبر صفت اشقیا - و من گفتہ ام

اہل تکبر را در نہاد غرور ست چو سرکشی صفت آتش ست و شیطان از آتش ست و اہل تواضع را نطفہ پاک ست چہ افتادگی صفت خاک ست و آدم از خاک بود - اِس بند کے پہلے حصّے مین ظاہر ہے کہ کوئی اچھوتا مضمون نہین ہے اور دوسرے حصّے مین جو اُس نے کچھہ ندرت پیدا کرنی چاہی ہے وہ محض ایک شاعرانہ خیال ہے اور وہ بھی اچھی طرح بیان نہین ہو سکا - اسی مضمون کو شیخ علیہ الرحمتہ نے بوستان مین اسطرح بیان کیا ہے ؎

ز خاک آفریدت خداوند پاک	پس اے بندۂ افتادگی کن چو خاک
حریص و جہان سوز و سرکش مباش	ز خاک آفریدت آتش مباش
چو گردن کشید آتش ہولناک	بیچارگی تن بینداخت خاک
چو آن سرفرازی نمود این کمی	ازان دیو کردند ازین آدمی

البتہ جو عذر کہ قاآنی نے پریشان کے دیباچے مین کیا ہے اور گلستان کے مقابلے مین کتاب کے لکھنے سے اپنا عذر ظاہر کیا ہے اُس سے اُسکا نہایت انصاف اور گلستان کی قدر شناسی ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے احباب کے نہایت سخت جبر سے پریشان کے لکھنے پر قلم اُٹھایا تھا - وہ لکھتا ہے "کہ ایک نہایت عزیز دوست نے اصرار کیا کہ گلستان کی طرز پر نظم و نثر مین ایک کتاب لکھنی چاہیئے - مین نے کہا - بھائی توبہ کر! مین! اور شیخ کی طرز پر کتاب لکھنے کا ارادہ کرون؟ مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے کذاب کے سوا اور کچھہ خطاب نہین پایا مین نے مانا کہ جگنو رات کو چمکتا ہے لیکن کیا وہ چاندنی کی برابری کر سکتا ہے؟ شیخ کی گلستان ایک باغ ہے جسکے ہر پھول کی پتی کے ہزارون بہشت غلام ہین اور اہل معنی کی جان

قیامت تک اس کی حیات بخش خوشبو سے زندہ ہے - آخر جب اس نے نہ مانا اور میرے انکار سے اسکا اصرار بڑہتا گیا تو مجبوراً کچہہ نظم ونثر اور جلد وہزل ترتیب دی گئی اور یہ سمجھا گیا کہ اگرچہ چڑیا پرواز مین شہباز کی برابری نہین کرسکتی لیکن اسکوبہی چار وناچار اوڑنا ہی پڑتا ہے ؛؛

اب ہم چند ایسے فقرے گلستان اور پریشان سے انتخاب کرکے لکھتے ہین جو متحد المضمون ہین -

گلستان اور پریشان کا مقابلہ

گلستان - اے فرزند دخل آب روانست وخرج آسیاے گردان - یعنی خرج فراوان کردن مسلم کسے راست کہ دخلے معین دارد

قطعہ چو دخلت نیست خرج آہستہ ترکن

کہ میگویند ملاحان سرودے

اگر باران بکوہستان نبارد

بسالے دجلہ گردد خشک رودے

پریشان - دخل سرچشمہ ایست و مخارج جوے چندکہ آب سرچشمہ در آنہا جاری است ولاشک چون سرچشمہ مسدود شود جوہا خشک شود پس ہرکس آب در جو جاری خواہد سرچشمہ را رعایت کند -

ایضاً - خرج باندازہ دخل باید کرد نہ آنکہ خرج معلوم باشد و دخل موہوم چہ این معنی نامعقول است کہ بار در پیش قدم باشد و بارگیر در حیز عدم باشد

قطعہ

الا اے آنکہ حاجت ست موجود ؛ بکارت مے نیاید دخل معدوم

شنیدستی کسے از بہر جولان ؛ نشیند بر فراز اسب موہوم

اس مثال مین گلستان سے صرف ایک عبارت اور پریشان کے دو مختلف مقامات
سے دو عبارتین ایک ہی مضمون کی نقل کی گئی ہین مگر شیخ کا بیان قاآنی کی دونون عبارتون
سے زیادہ بلیغ ہے لیکن جو فرق بہت باریک اور نازک ہین اونکا بیان کرنا اول تو مشکل ہے
دوسرے یہ امید نہین کہ ناظرین اُسکو غور سے دیکھین گے - اسی لیے صرف ایسے فرق بتائے
جاتے ہین جو زیادہ روشن اور صاف ہین - شیخ نے بیان مین مخاطب کو فرزند کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو
مقتضائے مقام ہے - ایک تو اظہار شفقت جو ناصح کے لیے ضرور ہے - دوسرے یہ جتانا کہ نوجوان
ہی اکثر اس نصیحت کے محتاج ہوتے ہین - پھر دخل و خرچ کی تشبیہ آبِ روان اور پنچکّی کے
ساتھ کیسی عمدہ تشبیہ ہے کہ جسقدر نرالی ہے اسی قدر جچی تلی بہی ہے - پنچکّی بہی بدون آب
روان کے نہین چلتی اور خرچ بہی بغیر آمدنی کے نہین چلتا - پنچکّی کبہی پانی کے بند ہو جانے
پر کسی عارضی قوت سے نہین چلائی جاتی ہے تو اُسکی گردش عارضی اور بے ثبات ہوتی ہے
خرچ بہی جو بدون آمدنی کے اندوختہ وغیرہ سے چلتا ہے بے بنیاد اور ناپائدار رہوتا ہے
پہر اس تمام مطلب کو جو کہ ہمنے تشبیہ کے معنی سمجہانے کے لیے لکھا ہے - شیخ نے ان
مختصر اور جامع لفظون مین ادا کیا ہے " یعنی خرچ فراوان کردن مسلّم کسے راست کہ دخلے معین دارد "
اس کے بعد قطعہ مین ایک نہایت بدیہی مثال دیکر بے بنیاد خرچ کا مآل ہر شخص کو آنکھون
سے مشاہدہ کرا دیا ہے اور اُس مقولے کو ملاحون کی طرف منسوب کرکے یہ جتایا ہے کہ یہ
ایسی بدیہی بات ہے کہ دجلے کے کنارے پر ہمیشہ ملاحی گیتون مین گائی جاتی ہے - قاآنی نے
آمدنی کو منبع سے اور اخراجات کو ندیون سے تشبیہ دی ہے تشبیہ یہ بہی عمدہ ہے مگر یہ شیخ کی

اوس تمثیل سے ماخوذ ہے جو اُس نے قطعہ مین بیان کی ہے لیکن چونکہ یہ تمثیل نہایت موٹی اور معمولی تھی اسیلئے شیخ نے اُسکو ملاحون کی طرف منسوب کیا ہے اور قاآنی کو یہ بات نہین سوجھی - پھر قاآنی کے بیان سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سرچشمے کے بند ہوتے ہی ندیان خشک ہوجاتی ہین - اور شیخ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر مدت کے بعد خشک ہوتی ہین اور فی الواقع ایسا ہی ہوتا ہے جیسا شیخ نے لکھا ہے پھر شیخ نے منبع کے بند ہوجانے کو قدرتی اسباب یعنی امساک باران کی طرف مستند کیا ہے اور یہ کہا ہے "واگر باران کوہستان نبارد" اور قاآنی کہتا ہے کہ جو شخص ندی جاری رکھنی چاہے وہ سرچشمے کی خبر رکھے یعنی اوسکو بند ہونے دے حالانکہ یہ امر انسان کی طاقت سے باہر ہے پھر قاآنی نے تمثیل سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ جو شخص ندی کا جاری رکھنا چاہے وہ سرچشمے کی خبر رکھے - اگرچہ مطلب اس سے بھی مفہوم ہوجاتا ہے لیکن اس جگہہ مقتضاے مقام کے موافق اُسکو یہ کہنا چاہیئے تاکہ جو شخص ہمیشہ اپنا خرچ جاری رکھنا چاہے اُسکو آمدنی پر نظر رکھنی چاہیئے کیونکہ تمثیل اسی مطلب کے سمجھانے کو دی گئی ہے نہ اس بات کے سمجھانے کو کہ اگر ندی مین پانی جاری رکھنا چاہو تو سرچشمے کی خبر رکھو - دوسری عبارت کو قاآنی نے اس جملے سے شروع کیا ہے "خرج باندازہ دخل باید کرد" اسکے بعد وہ کہتا ہے "نہ آنکہ خرج معلوم باشد و دخل موہوم" یہ دوسرا جملہ اُس نے مقتضاے مقام کے موافق نہین بلکہ اپنی حالت کے موافق لکھا ہے کیونکہ سنا گیا ہے کہ وہ اکثر جشن وعید وغیرہ کے موقعون پر دخل موہوم یعنی قصائد کے صلے کی توقع پر قرض لیکر خرچ کرلیا کرتا تھا ورنہ مقتضاے مقام یہ ہونا چاہیئے تھا "نہ آنکہ دخل اندک باشد و خرج بسیار" کیا "نہ آنکہ دخل پنج باشد و خرج دہ"

یا اور اسی مضمون کا کوئی جملہ ہوتا کیونکہ آمدنی کے موافق خرچ کرنے کا مفہوم مخالف یہی مضمون ہوسکتا ہے۔ اسکے سوا وہ مضمون فی نفسہ صحیح بھی نہین ہے کیونکہ دخل موہوم کی امید پر خرچ کرنا خاص خاص صورتون کے سوا کسی کے نزدیک مذموم نہین ہے۔ تمام تاجر اور کاشتکار اور مدبر آن ملک دخل موہوم ہی کے بھروسے پر لکھو کھا روپیہ خرچ کرتے ہین۔ پھر ایسے خرچ کو جو دخل موہوم کی اُمید پر کیا جاے موہوم یا معدوم گھوڑے پر سوار ہونے سے کچھہ مناسبت نہین معلوم ہوتی معدوم گھوڑے پر بے شک کوئی سوار نہین ہوسکتا لیکن دخل موہوم کی امید پر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہزارون آدمی خرچ کرسکتے اور کرتے ہین۔

گلستان۔ خشم بیش از حد گرفتن وحشت آرد و لطف بیوقت ہیبت ببرد نہ چندان درشتی کن کہ از تو سیر گردند و نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر ا

ابیات

درشتی و نرمی بہم در بہست ۔ چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہست

درشتی نگیرد خردمند بیش ۔ نہ سستی کہ نازل کند قدر خویش

نظم

جوانے با پدر گفت اے خردمند ۔ مرا تعلیم کن پیرانہ یک پند

بگفتا نیکمردی کن نہ چندان ۔ کہ گردد چیرہ گرگ تیز دندان

پریشان۔ کسانیکہ ظرافت و شوخی بسیار کنند یا بالغایت رقیق القلب و وسیع الخلق باشند سرداری و سالاری لشکر را نشایند ۔ چہ این صفت موجب جسارت لشکریان شود و گاہ باشد کہ ہرچہ گوید بہ ظرافت و شوخی حمل کنند۔ و نیز اندک مہربانی و وسعت خلق لازم ست کہ لشکریان را بیم خستن و لبستن نباشد و در نیست کہ از بیم چشم و گوش حقوق بادشاہ فراموش کنند و در مخالفت ہم زبان شوند و در وقت کار سستی کنند تا کار فاسد شود۔

مثنوی

کسے را کہ شد حکمران بر سپاہ ؛ دو خصلت ہمیشہ ببایدنگاہ

عتابے نہان اندرون خطاب ؛ خطابے نہان اندرون عتاب

بہر نوش او نیش با جان گداز ؛ بہر نیش او نوشہا دلنواز

بیکدست شمشیر زہراب دار ؛ بیکدست دریای گوہر نثار

اس مثال مین گلستان اور پریشان کے مضمون مین کسی قدر فرق ہے - گلستان مین کسی خاص گروہ کی تخصیص نہین ہے اور پریشان مین لشکر کے افسرون اور سپہ سالارون کی تخصیص ہے اسیلیے پورا پورا مقابلہ نہین ہوسکتا لیکن چونکہ نفس مضمون متحد ہے اسواسطے کچھہ کچھہ پہلو مقابلے کے نکل سکتے ہین - شیخ کا بیان لفظاً و معناً قاآنی کے بیان سے بمراتب فائق تر ہے - اول تو شیخ کے فقرون مین ایک خاص قسم کا وزن اور تول ہے - جو قاآنی کے فقرون مین نہین ہے نثر مین ایسا تناسب بشرطیکہ معنی مقصود اور فصاحت و بلاغت مین کچھہ فرق نہ آئے بڑے درجے کا کمال انشا پردازی اور اعلی سے اعلی رتبے کی شاعری ہے - شیخ کے چارون فقرون مین الفاظ متقابلہ ایسی خوبی سے واقع ہوئے ہین کہ معنی مقصود کو اُن سے اور زیادہ رونق ہوگئی ہے یعنی

خشم اور لطف - بیش از حد اور بیوقت - وحشت اور ہیبت - آرد اور برد - درشتی - اور نرمی کو جو فصاد کی حالت سے تمثیل دی ہے وہ کیسی بلیغ ہے اور کسقدر مختصر لفظون مین ادا کی گئی ہے اور دوسری بیت مین کتنا وسیع مضمون دو مصرعون مین بیان کیا ہے یعنی یہ کہ درشتی کو اپنا شعار بنا لینا اور کبھی نرمی نہ برتنا جیسا کہ لفظ پیش گرفتن سے مستفاد ہوتا ہے اچھا نہین ہے

کیونکہ عقلمند ایسا نہین کرتے اور بالکل نرمی ہی نرمی برتنا اور کبھی درشتی نہ کرنا جیسا کہ سستی کے لفظ سے مفہوم ہوتا ہے یہ بھی اچھا نہین ہے کیونکہ اس سے انسان لوگون مین حقیر ہوجاتا ہے پھر دوسرے نظم مین یہ صرف اتنی ہی بات کہ نیکی بے محل کرنی نہین چاہیئے کیسے عمدہ پیرایے مین بیان کیا ہے - خصوصًا چندان کا قافیہ تناسب اور موزون لانیکے لیے اس مطلب کو کن لفظون مین ادا کیا ہے - قاآنی کی نثر مین بمقابلہ شیخ کی نثر کے کوئی بات قابل ذکر ہو نہین پائی جاتی - اور نظم مین بھی حقیقت اور معنی کی نسبت الفاظ کی چمک دمک زیادہ ہے - چونکہ دونون عبارتون مین فرق بیّن معلوم ہوتا ہے اسلیئے پریشان کی عبارت مین زیادہ نکتہ چینی کرنے کی ضرورت نہین سمجھی گئی -

اب ہم ان اضافی خوبیون کا بیان چھوڑ کر گلستان کے ذاتی محاسن کی طرف پھر متوجہ ہوتے ہین - اس کتاب کی عمدہ خاصیتون مین سے ایک یہ خاصیت بھی فارسی لٹریچر مین نہایت عجیب اور قابل لحاظ ہے کہ فارسی اور اُردو کی تحریر و تقریر مین جسقدر گلستان کے جملے اور اشعار درجۂ ضرب المثل مین اسقدر کسی کتاب کے نہین دیکھے گئے - اُن مین سے کسی قدر یہان نقل کیے جاتے ہین ۱ - ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است ۲ - ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت ۳ - حاجت مشاطہ نیست روی دلارام را - ۴ - ہرچہ بقامت کہتر بقیمت بہتر ۵ - ہر کہ دست از جان بشوید ہرچہ در دل دارد بگوید ۶ - دہ درویش در گلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند ۷ - سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ بیل چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل ۸ - پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بد است ۹ - افعی را کشتن و بچہ اش را

نگاہ داشتن کار خردمندان نیست ۔ ۱۰- پسر نوح با بدان بنشست ؛ خاندان نبوتش گم شد ۱۱- دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد ۱۲- عاقبت گرگ زادہ گرگ شود ۱۳- در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ۱۴- تونگری بہ دل است نہ بمال - و بزرگی بعقل است نہ بسال ۱۵- دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست ۱۶- [illegible] درست ۱۷- قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید ۱۸- آنانکہ غنی ترند محتاج ترند - ۱۹- چو عضوے بدرد آورد روزگار ؛ دگر عضوہا را نماند قرار ۲۰- دامن ز کجا آرم کہ جامہ ندارم ۲۱- گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند ۲۲- ہر کجا چشمہ بود شیرین ؛ مردم و مرغ و مور گرد آیند ۲۳- راستی موجب رضائے خدا ست کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست ۲۴- آنرا کہ حساب پاک ست از محاسبہ چہ باک ۔ ۲۵- تو پاک باش برادر مدار از کس باک ؛ زنند جامہ ناپاک گازران بر سنگ - ۲۶- تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود ۲۷- بدریا در منافع بیشمار است ؛ وگر خواہی سلامت برکنار است ۲۸- دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست ؛ در پریشان حالی و درماندگی - ۲۹- در میسر و وزیر و سلطان را ؛ بے وسیلت مگرد پیرامن - سگ و دربان چو یافتند غریب این گریبان بگیرد آن دامن ۳۰- خدائے راست مسلم بزرگی و الطاف ؛ کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد - ۳۱- بنیاد ظلم اوّل در جہان اندک بود ہر کہ آمد بران مزید کرد تا بدین غایت رسید - ۳۲- ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ؛ ساعد سیمین خود را رنجہ کرد ۳۳- چو کردی با کلوخ انداز پیکار ؛ سر خود را بنادانی شکستی - چو سنگ انداختی بر روے دشمن ؛ حذر کن کاندر آماجش نشستی

۴۶۴ - کس نیاموخت علم تیر از من ٭ که مرا عاقبت نشانه نکرد ۴۶۵ - دریاب کنون که نعمتت هست بدست ٭ کین دولت و ملک میرود دست بدست ۴۶۶ - گر وزیر از خدا بترسیدے ٭ همچنان کز ملک ملک بودے ۴۶۷ - بر گردن او بماند و برما بگذشت ۴۶۸ - اگر شه روز را گوید شب است این ٭ بباید گفت اینک ماه و پروین ۴۶۹ - جهاندیده بسیار گوید دروغ ۴۷۰ - چو کارے بے فضول من برآید ٭ مرا در وے سخن گفتن نشاید ۴۷۱ - اگر روزی بدانش برفزودے ٭ ز نادان تنگ تر روزی نبودے ۴۷۲ محتسب را درون خانه چه کار ۴۷۳ - هر که عیب دگران پیش تو آورد و شمرد ٭ بیگمان عیب تو پیش دگران خواهد برد ۴۷۴ - یار شاطر نه بار خاطر ۴۷۵ - چو از قومے یکے بیدانشی کرد ٭ نه که را منزلت ماند نه مه را ۴۷۶ - من آنم که من دانم ۴۷۷ - گہے بر طارم اعلیٰ نشینم - گہے بر پشت پائے خود نه بینم - ۴۷۸ - فهم سخن گر نکند مستمع ٭ قوت طبع از متکلم مجوی ۴۷۹ - خانه دوستان بروب و در دشمنان مکوب ۵۰ - درویش صفت باش و کلاه تتری دار ۵۱ - نیک باشی و بدت گوید خلق به که بد باشی و نیکت گویند ۵۲ - اگر دنیا نباشد دردمندیم ٭ وگر باشد بمهرش پائے بندیم ۵۳ درویش هر کجا که شب آمد سرائے اوست ۵۴ - پائے در زنجیر پیش دوستان به که با بیگانگان در بوستان ۵۵ - زن بد در سرائے مرد نکو ٭ هم درین عالم است دوزخ او ۵۶ - کوفته رانان تهی کوفته است - ۵۷ - او خویشتن گم است کرا رهبری کند ۵۸ - باطل است آنچه مدعی گوید ۵۹ - مرد باید که گیرد اندر گوش ٭ ور نوشته ست پند بر دیوار ۶۰ - خاک شو پیش ازانکه خاک شوی ۶۱ - اگر خاکی نباشد آدمی نیست ۶۲ همراه اگر شتاب کند همره تو نیست

۶۳-خوے بد در طبیعتے کہ نشست ٭ نرود جز بوقت مرگ از دست ۶۴-حقا کہ باعقوبت دوزخ برابرست ٭ رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت ۶۵-خوردن براے زیستن و ذکر کردن ست ٭ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست ۶۶-نہ چندان بخور کز دہانت بر آید ٭ نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید ۶۷-عطاے او بہ لقاے او بخشیدم ۶۸-ہر کہ نان از عملِ خویش خورد-منتِ حاتمِ طائی نبرد-۶۹-گربۂ مسکین اگر پر داشتے ٭ تخمِ گنجشک از جہان برداشتے ۷۰ مور ہمان بہ کہ نباشد پرش ۷۱-گفت چشمِ تنگ دنیا دار را ٭ یا قناعت پر کند یا خاکِ گور ۷۲ منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست ۷۳-شاہد آنجا کہ رود عزت و حرمت بیند ٭ در برانند بقہرش پدر و مادر خویش ۷۴-بہ از روے زیباست آواز خوش کہ این حظِ نفس ست و آن قوتِ روح-۷۵-رزق ہرچند بیگمان برسد ٭ شرط عقل ست جستن از درہا ۷۶-بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند ۷۷-مورچگان راچو بود اتفاق ٭ شیرِ ژیان را بدرانند پوست ۷۸-صیاد نہ ہر بار شکارے ببرد ٭ باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد ۷۹-گاہ باشد کہ کودکے نادان بغلط بر ہدف زند تیرے ۸۰-گردنِ بے طمع بلند بود ۸۱-این شکمِ بے ہنر پیچ پیچ صبر ندارد کہ بسازد بہ ہیچ ۸۲-یکے نقصانِ مایہ دوم شماتتِ ہمسایہ ۸۳-اگر از ہر دو جانب جاہلانند ٭ اگر زنجیر باشد بگسلانند ۸۴ مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرسان ۸۵-تو بر اوجِ فلک چہ دانی چیست ٭ چون ندانی کہ در سراے تو کیست ۸۶-گر تو قرآن بدین نمط خوانی ٭ ببری رونقِ مسلمانی ۸۷-چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد ٭ عیب نماید ہنرش در نظر ۸۸-نکوئی با بدان کردن چنانست ٭ کہ بد کردن بجاے نیکمردان ۸۹ سرِ مانداری سرِ خویش گیر

۹۰- نازبران کن که خریدار تست ۹۱- خطاے بزرگان گرفتن خطاست ۹۲- چون
محیط شد اعنت الی مزاج ؛ نه عزیمت اثر کند نه علاج ۹۳- زن جوان را اگر تیرے در پهلو
نشیند به که پیرے ۹۴- تو بجاے پدر چه کردی خیر ؛ تا همان چشم داری از پسرت ۹۵
اسپ تازی دوتگ رود بشتاب ؛ اشتر آهسته میرود شب و روز ۹۶- خر عیسی اگر بمکه رود ؛
چون بیاید هنوز خر باشد ۹۷- میراث پدر خواهی علم پدر آموز ۹۸- اگر صد عیب دارد مرد درویش
رفیقانش یکے از صد ندانند ؛ وگر یک ناپسند آید ز سلطان ؛ ز اقلیمے به اقلیمے رسانند
۹۹- هر که در خردیش ادب نکنند ؛ در بزرگی فلاح از و برخاست ۱۰۰- هر آن طفل کو جور آموزگار
نه بیند جفا بیند از روزگار ۱۰۱- جور استاد به ز مهر پدر ۱۰۲- چو دخلت نیست خرج آهسته تر کن
۱۰۳- کریمانرا بدست اندر درم نیست ؛ خداوندان نعمت را کرم نیست ۱۰۴- پراگنده روزی پراگنده
دل ؛ خداوند روزی بحق مشتغل ۱۰۵- سگے را اگر کلوخے بر سر آید ؛ ز شادی بر جهد کاین استخوان ست
دگر نعشے دو کس بر دوش گیرند ؛ لئیم الطبع پندارد که خوان ست ۱۰۶- هر جا که گلست خارست
۱۰۷- منت منه که خدمت سلطان همیکنم ؛ منت شناس ازو که بخدمت بداشتت
۱۰۸- نه محقق بود نه دانشمند ؛ چارپاے برو کتابے چند ۱۰۹- پیش دیوار آنچه گوئی هوشدار
تا نباشد در پس دیوار گوش ۱۱۰- همه کس عقل خود به کمال نماید و فرزند خود بجمال ۱۱۱- گر از بسیط
زمین عقل منعدم گردد ؛ بخود گمان نبرد هیچکس که نادانم ۱۱۲- که خبث نفس نگردد بسالها معلوم
۱۱۳- درشتی و نرمی بهم در بهست ؛ چو رگ زن که جراح و مرهم نه است ۱۱۴- مشک
آنست که خود ببوید نه که عطار بگوید ۱۱۵- اندک اندک شود بسیار ۱۱۶- که بسیار خوارست بسیار خوار

۱۱۷- بر رسولان بلاغ باشد وبس - ۱۱۸- کہن جامۂ خویش آراستن ÷ بہ از جامۂ عاریت خواستن -

یہ تمام مقولے جو نقل کیے گیے اِن مین زیادہ تر ایسے ہین جو تحریر اور تقریر دونون مین استعمال کیے جاتے ہین - مگر تقریبًا اسیقدر فقرے اور اشعار گلستان مین ایسے اور بھی ہین جو مخصوص گروہون مین برتے جاتے ہین وہ یہان نقل نہین کیے گیے - یہ امر قابل لحاظ ہے کہ دنیا مین جہان جہان گلستان اور بوستان شائع ہوئی ہین وہان زیادہ تر اُنکا استعمال کم عمر اور بے استعداد لڑکون کی تعلیم و تعلّم مین پایا جاتا ہے - اور اسی لیے چھہ سو برس سے شیخ کے یہ دونون کارنامے بازیچۂ طفلان اور دستخوش کودکان رہے ہین - ظاہر ہے کہ جس سن و سال کے لڑکون کو یہ کتابین پڑھائی جاتی ہین اُنکی استعداد اور سمجھہ اس قابل نہین ہوتی کہ شیخ کی فصاحت و بلاغت کا جو کہ اُنہنے اِن کتابون مین برتی ہے کچھہ بھی اندازہ کرسکین - لیکن چونکہ بچون کا حافظہ عمدہ ہوتا ہے اسلیے کچھہ کچھہ فقرے یا اشعار اُن کو یاد رہ جاتے ہین - پس جسقدر گلستان اور بوستان کے فقرے اور اشعار بول چال مین ضرب المثل ہوگیے ہین اُن مین زیادہ تر وہ ہین جو لوگون کو بچپن سے نوک زبان ہوتے ہین جن کے مضمون سے وہ باوجود صغر سن کے لذت یاب ہوچکے ہین - ورنہ اگر یہ کتابین بھی شکسپیر کی طرح ایشیا کے ہر طبقے اور ہر گروہ کے مطالعے مین رہتین اور عورت اور مرد اور بوڑھے اور جوان سب لوگ اُن کو دیکھا کرتے تو مین امید کرتا ہون کہ گلستان کا ایک بڑا حصّہ اور اُس سے کسی قدر بوستان کے اشعار جمہور کی زبان پر اسی طرح جاری ہوجاتے جیسے مذکورہ بالا فقرے اور اشعار زبان زد خاص و عام ہین - کیونکہ اِن دونون کتابون مین شیخ کا بیان اسقدر عام طبائع کے مناسب

اور ہر فرقہ اور گروہ کی ضرورت اور مذاق اور اغراض کے موافق واقع ہوے ہے کہ ہر فقرے اور شعر مین ضرب المثل ہونے کی قابلیت پائی جاتی ہے - ہمیشہ وہ اقوال ضرب المثل بنتے ہین جن کا مضمون عام لوگون کے حسب حال ہو - الفاظ سیدہے اور صاف ہون اور انداز بیان مین کسیقدر لطافت پائی جائے - سو یہ خاصیت شیخ کے کلام مین عموماً اور گلستان بوستان مین خصوصاً پائی جاتی ہے -

یہان ہم گلستان کے متعلق بحث ملتوی کرکے کسی قدر بوستان کا حال لکھتے ہین - یہ کتاب بھی تقریباً اُسی قدر مقبول ہوئی ہے جسقدر گلستان اور اُسکی تعلیم بھی اکثر ملکون مین اُسی طرح جاری ہے جیسے گلستان کی - مثنوی مین فردوسی کو عموماً تمام شعرا پر ترجیح دی گئی ہے اور حقیقت مین رزم کا بیان باوجود نہایت سادگی اور صفائی کے جیسا موثر اور پرجوش اُس کی قلم سے تراوش کرتا ہے ایسا اور کسی سے بن نہین آیا - لیکن مثنوی مین مطلقاً فردوسی کو سب سے افضل قرار دینا ٹھیک نہین ہے - ہمارے نزدیک جس طرح طعن و ضرب اور جنگ و حرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے اسی طرح اخلاق نصیحت و پند - عشق و جوانی ظرافت و مزاح زہد وریا وغیرہ کا بیان شیخ پر ختم ہے - شاہنامہ مین جہان کہین فردوسی کو بہادری اور رزم کے سوا کوئی اور بیان کرنا پڑتا ہے وہان اوسکے کلام مین وہ خوبی اور لطافت نہین پائی جاتی - یہی سبب ہے کہ اُسکی عشقیہ مثنوی یوسف و زلیخا اسقدر مقبول نہین ہوئی جسقدر شاہنامہ مقبول ہوا ہی شیخ نے بوستان مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے میرے کلام کی بہت سی تعریف کرنیکے بعد مجھہ پر یہ اعتراض کیا کہ اُسکو بہادری اور رزم کا بیان کرنا ویسا نہین آتا جیسا کہ اور لوگون کو آتا

ہے یہ قصہ نقل کرکے شیخ صاحب فرماتے ہین کہ دو ہمکو لڑائی کا خیال ہی نہیں ہے ورنہ ہم کسی
بیان سے عاجز نہین ہین۔ ممکن ہے کہ ہین اپنی تیغ زبان کو میان سے نکالکر تمام دفتر شعرو
سخن پر قلم پھیر دون،، اسکے بعد ایک حکایت شاطر صفاہانی کی جنگ تاتار کے ذکر مین لکھی
ہے جس سے اپنا رزمیہ بیان دکھانا مقصود ہے اگرچہ شیخ کی شیرین زبانی اور فصاحت کا
انکار نہین ہوسکتا لیکن شاہنامے کی نظم کے سامنے اس کا رنگ جمنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ تمام محسوسات اور وجدانیات کے مرغوب ونامرغوب ہونے مین الف و
عادت کو بڑا دخل ہے۔ مرچ جسقدر عام ہندوستانیون کو عادت مستمرہ کی وجہ سے مرغوب ہے
اُسی قدر اکثر غیر ملک والون کو خلاف عادت ہونے کے سبب نامرغوب ہے۔ اکثر عطر ہمکو
خوشگوار اور غیر ملک والون کو سخت ناگوار معلوم ہوتے ہین اسیطرح لطف شعر جو کہ ایک وجدانی امر ہے
بغیر الف وعادت کے ہرگز محسوس نہین ہوتا۔ مثلاً انیس ودبیر کے مرثیے جس پیرایے اور لباس
مین مقبول ہوئے ہین وہ پیرایہ اسقدر مانوس ہوگیا ہے کہ اُسکے بغیر مرثیہ مقبول ہونا مشکل ہے
یعنی ضرور ہے کہ کچھہ بند تلوار کی اور کچھہ گھوڑے کی تعریف مین لکھے جائین۔ کچھہ بند ایسے
بھی ہون جنسے خود مرثیہ گو کی تعلی اور فوقیت اورون پر ظاہر ہو۔ یہ بھی ضرور ہے کہ مرثیہ مسدّس
مین لکھا جائے اور مسدّس اُنھین بحرون مین سے کسی بحر مین ہو جو انیس ودبیر نے اختیار کی
ہین۔ پس جن خصوصیتون کے ساتھہ شاہنامہ مقبول ہوا ہے اُن کے بغیر کسی کی رزمیہ
نظم مقبول نہین ہوسکتی۔ ضرور ہے کہ خالص فارسی ہین جو عربی الفاظ سے پاک ہو رزم لکھی
جائے اور بیشمار الفاظ جن مین فردوسی نے تصرف کیا ہے اور قیاس لغوی کے خلاف استعمال

سیئے ہین کبھی کبھی قصداً اسی طرح برتے جائین جیسے شاہنامے مین برتے گیے ہین اور بے انتہا حشو وزوائد جنسے شاہنامہ بھرا ہوا ہے اشعار مین بہ تکلف داخل کیے جائین - پس شیخ کی رزمیہ حکایت جو شیخ کے شاہنامے سے میل نہین کھاتی اسکا یہی سبب ہے کہ شیخ نے ان باتون مین سے کسی بات کا التزام نہین کیا - فردوسی نے بھی یہی گر اختیار کیا تھا جس سے اوس کی مثنوی مقبول ہوئی - دقیقی نے جو فردوسی سے پہلے ہزار بیتون مین گشتاسپ اور ارجاسپ کی داستان نظم کی تھی وہ سبکو پسند آچکی تھی - جب دقیقی وہ داستان لکھکر دفعۃً مرگیا اور فردوسی کی نوبت آئی تو اُس نے بھی وہی روش اختیار کی جو دقیقی نے اختیار کی تھی - چنانچہ دقیقی کی لکھی ہوئی داستان عام شاہناموں مین موجود ہے - دونون کے کلام مین کوئی نمایان فرق نہین معلوم ہوتا - یہان تک کہ جو لوگ اِس حال سے واقف نہین ہین وہ اُسکو بھی فردوسی ہی کا کلام سمجھتے ہین -

فارسی مین چار مثنویان ہین جو شہرت اور قبولیت مین تقریباً متساوی الاقدام ہین شاہنامہ سکندرنامہ - مثنوی معنوی - اور بوستان - شاہنامے اور مثنوی معنوی کو سکندرنامے اور بوستان سے وہ نسبت ہے جو ایک کامل خوشنویس کی بے ساختہ مشق کو اُس کے بنائے ہوئے اور مرتب کیے ہوئے قطعے سے ہوتی ہے - قطعہ اگرچہ رخ اور کرسی اور حروف کی نشست اور تقسیم وغیرہ کے لحاظ سے مشق کی نسبت بے عیب ہوتا ہے اور اُس کے اجزا مین پست و بلند کا تفاوت بہت کم ہوتا ہے اور تمام حروف تقریباً ہموار اور یکسان معلوم ہوتے ہین مگر مشق مین بہت سی کششین اور دوائر وغیرہ بے ساختہ اُسکے قلم سے ایسے

نکل جاتے ہین کہ اگر خوشنویس خود کوشش کرے تو قطعے مین شاید دلیسی کشش ہین اور دائرے نہ لکھ سکے یہی سبب ہے کہ خوشنویس لوگ اگلے اوستادون کی مشق کر اُن کے قطعات سے زیادہ عزیز رکھتے ہین - فردوسیؒ اور مولانا رومؒ نے اگرچہ اپنی مثنویون مین بخلاف نظامی اور سعدی کے الفاظ کی زیادہ تنقیح وتہذیب اور کانٹ چھانٹ نہین کی مگر باوجود اسکے صدہا مقامات اُن سے ایسے حسن وخوبی کے ساتھ ادا ہوئے ہین کہ تکلف اور ساختگی کی حالت مین شاید ادا نہ ہو سکتے -

بوستان اور سکندرنامہ صرف اس لحاظ سے کہ دونون کمال تنقیح وتہذیب اور زحمت فکر ونظر کے ساتھ لکھی گئی ہین اور دونون مین صنعتِ شاعری کا پورا پورا حق ادا کیا گیا ہے - شاید ایک دوسرے سے مشابہ ہون - لیکن دونون کے انداز بیان مین بہت بڑا تفاوت ہے سکندرنامے مین شاعرانہ مبالغہ - زور بیان شوکتِ الفاظ - طرفگی استعارات - تنوع تمثیلات - ایک ایک مطلب نئے نئے اسلوب سے ادا کرنا - ہر داستان کو ایک بڑی دھوم دھام کی تمہید کے ساتھ شروع کرنا اور اسیطرح کی اور شاندار باتین پائی جاتی ہین - برخلاف اس کے بوستان مین نہایت سادگی - الفاظ کی نرمی اور گھلاوٹ - ترکیبون کا سلجھاؤ - بیان کی صفائی - عبارت کی دلنشینی - خیالات کی ہمواری - مبالغہ مین اعتدال - ماخذ مین سہولیت - حسن ترتیب - لطفِ ادا تمثیلات کی برجستگی - استعارات کی لطافت - کنایات کی شوخی - باوجود صنعت شاعری کے نہایت بےتکلفی اور باوجود ساختگی کے کمال بےساختہ پن پایا جاتا ہے -

مثلاً اس مطلب کو کہ زمین مین خدا کی بےانتہا مخلوق دبی ہوئی ہے - مولانا نظامی سکندرنامے

ہین اس طرح ادا کرتے ہین ؎

فلک در بلندی زمین در مغاک	یکے طشت خون شد یکے طشت خاک
نبشتہ برین ہر دو آلودہ طشت	زخونِ سیاوش بسے سر نوشت
زمین گر بضاعت برون آورد	ہمہ خاک در زیر خون آورد

یہی مطلب سکندر نامے مین دوسری جگہہ اِس طرح بیان ہوا ہے ؎

کہ داند کہ این دخمۂ دام و دد	چہ تاریخہا دارد از نیک و بد
چہ نیرنگ با نجر دان ساختہ است	چہ گردن کشان را سر انداختہ است

شیخ نے اسی مطلب کو بوستان مین یون بیان کیا ہے ؎

زدم تیشہ یک روز بر تل خاک	بگوش آمدم نالۂ دردناک
کہ زنہار گر مردی آہستہ تر	کہ چشم و بنا گوش و رویست و سر

یہی مطلب بوستان مین دوسری جگہہ اسطرح بیان ہوا ہے ؎

درین باغ سروے نیامد بلند	کہ بادِ اجل بیخش از بن بکند
عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت	کہ چندین گل اندام در خاک خفت

قناعت کی ترغیب سکندر نامے مین اِس طرح دی ہے ؎

تو نیز ار نہی بار گردن زدوش	زگردن کشان بر نیاری خروش
چو دریا بسرمایۂ خویش باش	ہم از بودِ خود سودِ خود بر تراش
بمہمانیِ خویش تا روز مرگ	درستے شو از خویشتن ساز برگ

چو پیالہ زبرگِ کسان خورد گاز ہمہ تن شد انگشت دستے کرد باز

بوستان مین یہی مطلب اسطرح ادا ہوا ہے ؎

شنیدی کہ در روزگار قدیم شدے سنگ بر دست ابدال سیم

مپنداری این قول معقول نیست چو قانع شدی سیم و سنگت یکیست

چو طفل اندرون دارد از حرص پاک چہ مشتِ زرش پیش و چہ مشتِ خاک

خبر دہ بدرویشِ سلطان پرست کہ سلطان ز درویش مسکین ترست

گدا را کند یکدرم سیم سیر فریدون بملکِ عجم نیم سیر

گدائے کہ بر خاطرش بند نیست بہ از بادشاہے کہ خرسند نیست

بخسپند خوش روستائی و جفت بذوقے کہ سلطان در ایوان نخفت

مآل اندیشی اور پیش بینی کی نصیحت سکندرنامے مین اسطرح کی گئی ہے ؎

میفگن گول گرچہ عار آیدت کہ ہنگام سرما بکار آیدت

خرے بر گریوہ ز سختی بمرد کہ از کاہلی جل باخود نبرد

یہی مضمون بوستان مین اسطرح ادا کیا گیا ہے ؎

بدخت چہ خوش گفت بانوی دہ کہ روزِ نوا برگِ سختی بنہ

ہمہ وقت بردار مشک و سبوے کہ پیوستہ در دہ روان نیست جوے

سکندرنامے مین عہد شباب پر تحسر اسطرح کیا گیا ہے ؎

جوانی شد و زندگانی نماند جہان گو ممان چون جوانی نماند

جوانی بود خوبیِ آدمی | چو خوبی رود کے بود خرمی

چو پے سست و بوسیده شد استخوان | دگر قصهٔ خوبروئی مخوان

غرورِ جوانی چو از سر گذشت | ز گستاخ کاری فرو شوی دست

بهی چهرهٔ باغ چندان بود | که شمشاد بالاله خندان بود

چو بادِ خزانی درافتد بباغ | زمانه دهد جائے بلبل بہ زاغ

بود برگ ریزان چو شاخ بلند | دلِ باغبان زان شود دردمند

ریاحین ز بستان شود ناپدید | درِ باغ را کس نجوید کلید

بنال اے کهن بلبلِ سالخورد | که رخسارهٔ سرخ گل گشت زرد

دوتا شد سهی سروِ آراسته | که پور شد از باغ برخاسته

چو تاریخ پنجہ درآمد بسال | دگرگونہ شد بر شتابنده حال

سر از بار سنگی درآمد بسنگ | جمازه بہ تنگ آمد از راهِ تنگ

فروماند دستم ز مے خواستن | گران گشت پایم ز برخاستن

تنم گونهٔ لاجوردی گرفت | گلم سرخی انداخت زردی گرفت

همونِ رونده زره ماند باز | ببالین گه آمد سرم را نیاز

همان بور چوگانیِ بادپاے | بعسد زخم چوگان نجنبد زجاے

طرب راز میخانہ گم شد کلید | نشان پشیمانی آمد پدید

بوستان مین یہی مضمون ایک حکایت کی ضمن مین اسطرح ادا کیا گیا ہے ٥

چو بادِ صبا بر گلستان وزد ‏ ‏ ‏ چمیدن درختِ جوان را سزد

چمد تا جوانست و سرسبز خید ‏ ‏ ‏ شکسته شود چون به زردی رسید

بهاران که بار آورد بید مشک ‏ ‏ ‏ بریزد درختِ کهن برگ خشک

نه زیبد مرا با جوانان چمید ‏ ‏ ‏ که بر عارضم صبح پیری دمید

بقید اندرم جره بازے که بود ‏ ‏ ‏ دمادم سر رشته خواهد ربود

شمار است نوبت برین خوان نشست ‏ ‏ ‏ که ما از تنعم بشستیم دست

چو بر سر نشست از بزرگی غبار ‏ ‏ ‏ دگر چشمِ عیشِ جوانی مدار

مرا برف بارید بر پر زاغ ‏ ‏ ‏ نشاید چو بلبل تماشاے باغ

کند جلوه طاؤسِ صاحب جمال ‏ ‏ ‏ چه میخواهی از باز برکنده بال

مرا غلّه نیک آمد اندر درو ‏ ‏ ‏ شمارا کنون میدمد سبزهٔ نو

گلستانِ مارا طراوت گذشت ‏ ‏ ‏ که گلدسته بندد چو پژمرده گشت

مرا تکیه جانِ پدر بر عصاست ‏ ‏ ‏ دگر تکیه بر زندگانی خطاست

مسلّم جوان راست بر پاے جست ‏ ‏ ‏ که پیران برند استعانت بدست

گل سرخ رویم نگر زرِ ناب ‏ ‏ ‏ فرو رفت چون زرد شد آفتاب

هوس پختن از کودکِ ناتمام ‏ ‏ ‏ چنان زشت نبود که از پیر خام

مرا مے بباید چو طفلان گریست ‏ ‏ ‏ ز شرم گناهان نه طفلانه زیست

نکو گفت لقمان که نازیستن ‏ ‏ ‏ به از سالها بر خطا زیستن

هم از بامدادان در کلبه بست	به از سود و سرمایه دادن ز دست
چو آن تا رسانند سیاهی خور	برو پیر مسکین سپیدی بگور

مذکورہ بالا مثالون سے ملاحظے سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ کے خیالات ہمیشہ سہل الماخذ ہوتے ہین - وہ معنی مقصود کو ایسی تمثیلون مین بیان کرتا ہے جو ہمیشہ خاص و عام کے مشاہدے مین آتی ہین - بخلاف مولانا نظامی کے کہ اُن کے خیالات اور تخیلات اکثر غرابت اور ندرت سے خالی نہین ہوتین -

شیخ نے جو شاطر صفاہانی کی حکایت مین اپنا رزمیہ بیان دکھایا ہے اگرچہ بے تکلفی اور سادگی مین فردوسی کے بیان سے نہین ملتا لیکن مولانا نظامی کی رزم سے جس مین سادگی کی نسبت شاعری کا زیادہ لطف ہے بہت مشابہت رکھتا ہے چند شعر اس حکایت کے اور اُن کے ہم مضمون اشعار سکندرنامے کے اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین -

بوستان	سکندرنامہ
دو لشکر بہم بر زدند از کمین	دو لشکر چو مور و ملخ تاختند
تو گفتی زدند آسمان بر زمین	نبرد جہان در جہان ساختند
ز باریدن تیر ہمچون تگرگ	بشمشیر پولاد و تیر خدنگ
بہر گوشہ برخاست طوفان مرگ	گذرگاہ بر مور کردند تنگ
بنیسہ ہزبران پرخاش ساز	کمند اژدہاے مسلسل شکنج
کمند اژدہاے دہن کردہ باز	دہن باز کردہ بتاراج گنج

بوستان		سکندرنامہ
زمین آسمان شد ز گرد کبود		زمین کوہہا طے بد آراستہ
چو انجم درو برق شمشیر و خود		غبارے شد از جائے برخاستہ
چو ابر اسپ تازی برانگیختیم		برانگیخت از رزمے چو بارندہ میغ
چو باران پیارک فرو ریختیم		تگرگش ز پیکان و باران ز تیغ

مگر حق یہ ہے کہ ایک دو حکایت کے ملا دینے سے مساوات اور برابری کا حکم نہیں لگایا جا سکتا - رزم مین فردوسی اپنی جگہہ اور نظامی اپنی جگہہ فی الحقیقت اپنا مثل نہین رکہتے - شیخ علی حزین نے جسکو ہندوستان مین خاتم الشعرا سمجہتے ہین بنیل بائیس صفحے کی ایک مثنوی جسکا نام خرابات ہے بوستان کی طرز مین لکہی ہے اور اپنی عادت کے موافق اُسپر بہت کچہہ افتخار کیا ہے چنانچہ مثنوی کے خاتمے مین فرماتے ہین ؏

سخن سنج گر ہست ہشیار مغز		کند قوت جان این گہرہائے نغز
ازین نامہ گردون پُر آوازہ شد		روانِ سخن گستران تازہ شد
نوائے کہ این خامہ بنیاد کرد		دلِ طوسی رودکی شاد کرد
بگوشِ نظامی اگر میرسید	ق	سرودے ازین خسروانی شنید
بہ تعظیم من رُخ نہادی بخاک		کہ احسنت اے نیر تابناک
وگر سعدی شہد پرورا دا	ق	شنیدے ز صورِ نے من نوا
سماعش ز سر عقل بردے و ہوش		زبان مہر کردے شدے جملہ گوش

معلوم ہوتا ہے کہ علی حزین نے اپنے نزدیک اس مثنوی مین بوستان کے تتبع کا پورا پورا

حق ادا کیا ہے اور وہ اُسکو اپنے سیلے ایک سرمایۂ نازش سمجھتا تھا - سوانح عمری مین اسی مثنوی کی نسبت لکھتا ہے کہ "بسیارے از مطالب عالیہ و سخنان دلپذیر در آن کتاب بسلک نظم درآمد"، مگر دونون کتابون یعنی بوستان اور خرابات کے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو صورتین ایک شکل کی ہین - ایک جاندار دوسری بیجان - لفظ اچھے - بیان اچھا - مطالب عمدہ - یہ سب کچھہ سہی - مگر شیخ کے بیان مین ایک چھُپا ہوا جادو ہے جو بوستان کو خرابات سے بالکل الگ کر دیتا ہے - چنانچہ ذیل کی مثال سے دونون کا فرق بخوبی معلوم ہو سکتا ہے - قحط کا بیان ایک جگہہ بوستان مین بھی کیا گیا ہے اور خرابات مین بھی اتفاق سے یہ مضمون نکل آیا ہے - ہم دونون کے اشعار اِس مقام پر نقل کرتے ہین اور فرق جو دونون کے طرز بیان اور طریقۂ ادا مین ہے اُسکو بھی کسی قدر بیان کرین گے -

	بوستان		خرابات
۱	چنان قحط سالے شد اندر دمشق کہ یاران فراموش کردند عشق	۱	شنیدم کہ در عہد بہرام گور نمود از قضا قحط سالے ظہور
۲	چنان آسمان بر زمین شد بخیل کہ لب تر نکردند زرع و نخیل	۲	چو صحراے محشر زمین تف گرفت بہ دریوزۂ آسمان کف گرفت
۳	بخوشید سرچشمہاے قدیم نماند آب جز آب چشم یتیم	۳	سحاب سیہ دل نشد مہربان بحال لب تشنۂ خاکیان
۴	نبودے بجز آہِ بیوہ زنے	۴	بخیلی نمود ابر بر کائنات

	خرابات		بوستان	
	بمہد زمین سوخت طفلِ نبات		اگر برشدے دودے از روزنے	
	ز خشکی در اندامِ خاکِ دو توہ	۵	چو درویش بے برگ دیدم درخت	۵
	عروقِ شجر شد چو رگہای کوہ		قوی بازوان سست و درماندہ سخت	
	ز تاب فروزندہ مہر بلند	۶	نہ بر کوہ سبزی نہ در باغ شخ	۶
	زمین مجمر و دانہ بودش سپند		ملخ بوستان خوردہ مردم ملخ	
	بطے چو پستان بے شیر شد	۷		
	ز خشکی چو پیکان گلوگیر شد			

شیخ سعدی نے پہلے ہی شعر کے دوسرے مصرعے مین جس حسن و لطافت کے ساتھ قحط کی سختی کی تصویر کھینچی ہے اِس سے بہتر کوئی اسلوب بیان خیال مین نہین آتا۔

قحط کی شرح ایک کتاب مین ایسی خوبی کے ساتھ نہین ہو سکتی جیسی اس ایک مصرعے مین ہوئی ہے "کہ یاران فراموش کردند عشق"، سہل و ممتنع کا لفظ جو اکثر بولا جاتا ہے وہ اسی قسم کے بیان کو کہتے ہین کہ بادی النظر مین نہایت سرسری معلوم ہو مگر وہی مطلب دوسری بار کسی سے بلکہ خود مصنف سے بھی ویسا بیان نہ ہو سکے۔ اِس بیان مین لطف یہ ہے کہ قحط کے بیان کے جتنے معمولی اسلوب ہین یہ اسلوب اُن سب سے علیحدہ ہے قحط کی سختی ہمیشہ اس طرح بیان کیجاتی ہے "ایسا قحط پڑا کہ روٹی جان سے زیادہ عزیز ہو گئی۔ آدمی بھوک مین آدمیون کو کھا گیے۔ مان باپ نے ایک ایک روٹی کے بدلے اولاد کو بیچدیا۔ لاکھون جاندار بھوک کے مر گیے۔ غرضکہ تمام بیان ایسے ہوتے ہین جن سے غلہ کی گرانی۔ پانی کی

کی نایابی - بھوک کی تکلیف - اور اور اسی قسم کی باتین سمجھی جائین - شیخ نے وہ اسلوب اختیار
کیا ہے جو سب سے نرالا اور سب سے بلیغ ہے - اس اسلوب سے اُسکو یہ جتانا مقصود
ہے کہ شاعر کے نزدیک عشق ایک ایسی چیز ہے جو کسی حالت مین فراموش نہین ہوتی - باوجود
اس کے لوگ اُسکو بھول گیے تھے - اور یاران کے لفظ سے یہ ظاہر کرنا منظور ہے
کہ مصنف بھی اُسی عشاق کے جرگے مین تھا - دوسرے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ
مینھہ نہ برستا تھا - مگر اُسکو کس عمدگی سے بیان کیا ہے - تیسرے شعر مین پانی کا نایاب ہونا -
اور پھر یتیم کے آنسو کو اُس سے مستثنیٰ کرنا - چوتھے شعر مین کسی گھر کے روزن سے باورچیخانہ
کے دھوئین کا نہ نکلنا اور پھر اُس سے رانڈون کی آہ کے دھوئین کو مستثنیٰ کرنا - پانچوین
شعر مین درختون کو بے برگی مین قحط زدہ درویشون اور مسکینون سے تشبیہ دینا اور قوی
پہلوانون کا بے بس اور عاجز ہو جانا یہ تمام اسلوب کس قدر لطیف اور دلکش ہین - چھٹا شعر
بلاغت اور حسن بیان مین تقریبًا ویسا ہی اعلیٰ درجے کا ہے جیسا پہلا - باوجود ان تمام
خوبیون کے کوئی بات ایسی نہین جو نیچر یا عادت کے خلاف ہو - قحط مین عشق کے ولولون
کا نیست و نابود ہو جانا - درختون کا سرسبز نہونا - چشمون اور ندیون کا خشک ہو جانا - یتیمون کا
رونا - گھرون مین کھانا نہ پکنا بے وارث رانڈون کے آہ و نالے درختون کا بے برگ و بار -
اور غریبون کا بے سر و سامان ہونا - پہلوانون اور زبردستون کا درماندہ ہو جانا - پہاڑ اور
جنگل مین سبزہ اور ہریاول کا نرہنا - ٹڈیون کا باغ اور کھیتی کو اور آدمیون کا ٹڈیون کو کھانا - یہ
سب باتین ایسی ہین جو قحط کے زمانے مین اکثر کم و بیش ظہور مین آتی ہین -

حزین نے باوجود اسکے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہین ہے بوستان سے بالنو برس
بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اوسکے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے تتبع مین
صرف کی ہے کوئی کرشمہ دسکی مثنوی مین یا نہین پایا جاتا جسکو دیکھکر جی بے اختیار پھڑک اوٹھے۔
پہلا شعر ہموار اور صاف ہے اوسمین کوئی خوبی قابل ذکر نہین - دوسرے شعر مین زمین تفتہ
کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف اسلئے بالمجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل
ہے جو اہل دنیا کی نظر مین قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام اعتقادیات خود تمثیل
کے محتاج ہین اُنپر قیاس کر نیسے کسی شے کی حقیقت نہین کھل سکتی - تیسرا شعر بوستان کے اُس
شعر سے ماخوذ ہے جو ذوالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان مین شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے

خبر شد بہ مدین پس از روز بیست	کہ ابر سیہ دل برایشان گریست	

مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے ابر کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسنا دونون
باتین ٹپکتی ہین اور حزین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونون معنی
ویسے صاف نہین نکلتے - چوتھا شعر شیخ کے اِس شعر سے ماخوذ ہے

چنان آسمان بر زمین شد بخیل	کہ لب تر نکردند زرع و نخیل	

مگر شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرتناک ہے
بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جل جاے - پانچوین شعر کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا
مصرعہ تکلف سے خالی نہین - شعر کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ زمین کی خشکی کے سبب درختون
کی رگین پیاز کی رگون کی طرح سوکھ گئی ہین - پس اندام اور دو تو ہ کے لفظ کو افادہ معنی مین کچھ دخل

نہین ہے - چھٹے شعر مین صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگیٹھی کی طرح جلتی تھی اور
تخم جو اسپر ڈالا جاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا - پس فروزندہ اور باز جو دو صفتین مہر کی واقع ہوئی
ہین اُنھون نے کچھہ فائدہ نہین دیا اور اگر یہ کہا جائے کہ فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا
زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہوجاتا ہے اور
ایسی دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلاف ہین - ساتوین شعر کا مضمون بالکل خلاف
عادت اور خلاف مقتضائے مقام ہے - نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کردے
اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے -

یہ جو کچھہ ہمنے بطور محاکمے کے لکھا ہے اس سے خانِ آرزو کی طرح شیخ علی حزین پر حرف گیری
کرنی ہمارا مقصود نہین ہے اور نہ بوستان کو خرابات سے افضل ثابت کرنا مدنظر ہے کیونکہ نہ ہم
شیخ علی حزین پر حرفگیری کرنے کی لیاقت رکھتے ہین اور نہ بوستان کے افضل ہونے مین کسی کو
شبہ ہے بلکہ یہ دکھانا منظور ہے کہ کوئی شے فی نفسہ کیسی ہی بے عیب ہو جب وہ کسی ایسی شے
کے مقابلہ مین لائی جاتی ہے جو اُس سے بمراتب افضل اور فائق ہو تو اُس مین بیسیون فروگذاشتین
اور قصور نظر آنے لگتے ہین اگر خرابات بوستان کے جواب مین نہ ہوتی اور حسن اتفاق سے ایک
مضمون کی حکایتین دونون مثنویون مین نہ نکل آتین تو حزین کے بیان مین چون وچرا کرنیکا ہم کو
خیال بھی نہ آتا کیونکہ یہ باتین تقریباً تمام شعرا کے ہان عامۃ الورود ہین -

اب ہم گلستان اور بوستان کی چند خاصیتین ایسی بیان کرتے ہین جو دونون کتابون مین
تقریباً یکسان پائی جاتی ہین اور جن کو اُن کے مقبول ہونے مین بہت بڑا دخل ہے -

مثالون کی جہان ضرورت ہوگی کہین صرف گلستان سے اور کہین صرف بوستان سے اور کہین دونون سے نقل کی جایئن گی -

اکثر لوگون کا یہ خیال ہے کہ اِن کتابون کے مقبول ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ اِن مین سرتاپا اخلاق اور تہذیبِ نفس کے مضامین مندرج ہین مگر میرے نزدیک اِنکی مقبولیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ اخلاق اور مواعظ کو شیخ کے سوا کسی نے ایسی خوبی اور لطافت کے ساتھ فارسی زبان مین بیان نہین کیا اخلاق مین بیسیون کتابین فارسی مین لکھی گئی ہین اور اتبک موجود ہین اور غالباً گلستان اور بوستان مین کوئی پند و نصیحت ایسی نہوگی جو اورون نے نہ لکھی ہو مگر کوئی کتاب اِن دونون کتابونکے برابر مقبول نہین ہوئی - اِس سے ظاہر ہے کہ قبولِ عام کا مدار زیادہ تر حسنِ بیان اور لطفِ ادا پر ہے نہ کہ نفس مضامین پر - البتہ مضامین کو بھی شہرت اور قبولیت مین بہت بڑا دخل ہے - اسی لیے جو محاسن اِن کتابون کے ہم آگے لکھنے چاہتے ہین وہ کسی قدر مضامین سے اور زیادہ تر حسن معنی اور اسلوب بیان سے متعلق ہون گے -

۱- سب سے زیادہ تعجب انگیز بات اِن دونون کتابون مین یہ ہے کہ جن باتون مین مشرقی لٹریچر عموماً بدنام ہے وہ اِن کتابون مین اسقدر کم ہین کہ چند مقامات مستثنیٰ کرنیکے بعد کوئی ایسی بات باقی نہین رہتی جو زمانہ حال کے مورل اور سوشل خیالات کے برخلاف ہو - اور یہ امر ایسی پُرانی کتابون مین جنکے زمانہ تصنیف کو ساڑھے چھہ سو برس سے زیادہ گزر چکے ہین کچھہ کم تعجب انگیز نہین ہے مثلاً مبالغہ اور اغراق جو مشرقی انشا کا خاصہ ہے اِن کتابون مین اتنا کم ہے جتنا ایران کے اور شعرا کے کلام مین سیج اور جہان ہے وہان نہایت لطیف اور بامزا ہے اور اعتدال

کی حد سے متجاوز نہین مثلاً شیخ بوستان مین کہتا ہے

میانِ دو کس دشمنی بود و جنگ	سراز کبر بر یکدگر چون پلنگ
ز دیدار ہم تا بحدّے رمان	کہ بر ہر دو تنگ آمدے آسمان

دوسری بیت کا یہ مطلب ہے کہ وہ ایک دوسرے کی صورت سے ایسے بیزار تھے کہ جب کبھی راہ مین دوچار ہو جاتے تھے تو ایک دوسرے کو دیکھکر رستے سے اُلٹے ہٹ جاتے تھے اور اُسوقت کمال نفرت سے اُنکا جی چاہتا تھا کہ آسمان جو سامنے حائل نظر آتا ہے اُسکو توڑ کر نکل جائین - یہ مبالغہ جیسا کہ بادی النظر مین بڑا معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت ایسا نہین ہے کیونکہ نفرت ایک نفسانی کیفیت ہے جس کا کوئی اندازہ اور پیمانہ مقرر نہین ہے - پس جسطرح ادنیٰ درجے کی نفرت یہ ہے کہ دو دشمن ایک مجلس مین اکٹھا ہونا پسند نہین کرتے - اسی طرح انتہا درجے کی نفرت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک عالم مین رہنا پسند نہ کرین -

اسی طرح شیخ کی نظم و نثر مین جہان کہین مبالغہ پایا جاتا ہے لطافت سے خالی نہین ہوتا مثلاً گلستان مین ایک دولتمند بخیل کا ذکر اس طرح سے کرتے ہین - دومالدارے را شنیدم کہ بہ بخل چنان معروف بود کہ حاتم طائی بہ سخاوت - ظاہر حالش بہ نعمت دنیا آراستہ و خسّتِ نفس در نہادش ہمچنان متمکن - تا بجائیکہ نانے را بجانے از دست ندادے و گربۂ ابوہریرہ را بہ لقمۂ ننواختے و سگِ اصحاب کہف را استخوانے نینداختے - فی الجملہ کسے خانۂ اور اندیدے درکشادہ و سفرۂ اور اسر بیت

درویش بجز بوی طعامش نشمیدے	مرغ از پسِ نان خوردنِ او ریزہ نچیدے

ایک اور جگہ سمندر کی موج اور طوفان کا بیان اس طرح کیا ہے۔ "سہمگین آب کہ مرغابی درو ایمن نبودے" اگر غور سے دیکھئے تو حد سے زیادہ مبالغہ ہے۔ مگر بادی النظر مین کوئی ناممکن بات نہین معلوم ہوتی۔

سوپر نیچرل یعنی فوق العادۃ باتین اور عجیب و غریب قصے بھی جنسے قدیم اور متوسّط زمانے کا مغربی اور مشرقی لٹریچر بھرا ہوا ہے ان کتابون مین بہت کم ہین۔ تمام گلستان اور بوستان مین صرف دو تین حکایتین ایسی ہین جو اس زمانے مین مستبعد معلوم ہوتی ہین اور تاویل کے بعد اُن مین بھی کچھ استبعاد باقی نہین رہتا۔

علم اخلاق کے بعض اصول جن مین ہمیشہ اختلاف رہا ہے اور اب بھی چلا جاتا ہے اگر کسی کتاب مین زمانہ حال کے فلسفۂ مسلّمہ کے برخلاف ہون تو اُسپر کچھہ اعتراض نہین ہو سکتا۔ کیونکہ ایسی کوئی کتاب نہین ہوسکتی جسکی سب باتون پر تمام عالم کا اتفاق ہو۔ مثلاً شیخ کے اس فقرے پر کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" اکثر مشنری لوگ یہ کہتے ہین کہ جھوٹ کیسا ہی مصلحت آمیز ہو سچ کے برابر یا سچ سے بہتر ہرگز نہین ہوسکتا۔ اِس بحث کے متعلق ہمارے ایک دوست نے نہایت دلچسپ قصہ نقل کیا۔ اُنہون نے کہا کہ ایک علمی سوسائٹی مین چند یوروپین عالم اور مشنری موجود تھے۔ راستی اور دروغ پر ایک مضمون پڑھا گیا۔ جسمین گلستان کے فقرۂ مذکورہ کی تائید کی گئی تہی۔ ایک پادری صاحب نے کہا کہ مضمون عمدہ ہے مگر جسقدر اس فقرے کی تائید مین لکھا گیا ہے اُس مین سے نکال دینا چاہیئے۔ اِسپر بہت دیر تک بحث ہوتی رہی مگر کچھہ فیصلہ نہوا۔ آخر ہمارے دوست جو اِس قصے کے

راوی ہین اُنہون نے کھڑے ہوکر کہا کہ اِس بحث کا محاکمہ یون ہوسکتا ہے کہ اپنی ذاتی اغراض کے لیے تو بیشک جھوٹ بولنا کسی حالت مین جائز نہین لیکن اگر جھوٹ سے کسی مظلوم کی جان بچتی ہو تو ایسی حالت مین جھوٹ بولنا بیشک سچ بولنے سے بہتر ہے اسکے بعد انہون نے یہ مثال دی کہ ۱۸۵۷ء مین جو اکثر لوگون نے رحم اور انسانی ہمدردی کی راہ سے یوروپین عورتون اور بچون کو ظالمون اور بے رحمون کی شر سے بچانے کے لیے اپنے گھرون مین چھپالیا تھا اور باغی لوگ اُن کو ڈھونڈھتے پھرتے تھے اور ایک ایک سے اُنکا حال پوچھتے تھے ایسی حالت مین جھوٹ بول کر اُن بیگناہون کو خطرے سے بچانا بیشک سچ بولنے سے بہتر تھا - اِس تقریر کو تمام مجلس نے پسند کیا اور وہ فقرہ سب کے اتفاق سے مضمون مین بحال رکھا گیا - مذکورہ بالا توجیہ کی تائید خود شیخ کے کلام سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اُس نے گلستان کے آٹھوین باب مین اپنے ذاتی اغراض کے لیے جھوٹ بولنے کو بہت بُرا بتایا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

گر راست سخن گوئی و در بند بمانی	بہ زانکہ دروغت دہد از بند رہائی

بعض صاحبون کی یہ رائے ہے کہ صورت مفروضہ مین بھی مقتضائے جوانمردی یہی ہے کہ جھوٹ نہ بولا جائے بلکہ ظالمون کا مقابلہ کرکے اپنے تئین اُن مظلومون پر نثار کیا جائے جب اپنے مین سے کوئی باقی نرہے تب اُن مظلومون کی باری آئے تو آئے" لیکن ہمارے نزدیک جبھی تک جوانمردی ہے کہ ظالمون کے مقابلہ کرنے یا اپنی جان پر کھیلنے سے اُن بیگناہون کی جان بچ جانیکا یقین کامل ہو ورنہ یہ حرکت تہوّر اور نادانی اور سفاہت مین

شمار ہوگی - اسی طرح شیخ کے اس شعر کے مضمون پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے ؎

شمشیر نیک ز آہن بد چون کند کسے		ناکس بتربیت نشود اے حکیم کس	

کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ تعلیم و تربیت اور قانون و مذہب اور تمام سیاستین عبث اور فضول اور بیکار ہین - مگر یہ مسئلہ کہ تعلیم سے انسان کی جبلت بدل جاتی ہے یا نہین - علم اخلاق کے ان مسائل مین سے ہے جن کا آجتک کسی قطعی دلیل سے فیصلہ نہین ہوا - انگلستان کے ایک دانشمند مورخ کی رائے ہے کہ حال کی سویلزیشن نے انسان کے اخلاق پر اسکے سوا کچھ اثر نہین کیا کہ گناہون کی صورتین اور نام بدل گیے ہین مگر گناہ بدستور موجود ہین پہلے زمانے مین بیشک گناہ بہت سخت اور شدید اور صریح ہوتے تھے لیکن بہت کم ہوتے تھے اور اب اگرچہ ویسے شدید اور سخت گناہ نہین ہوتے لیکن نہایت کثرت سے ہوتے ہین اور چھپے ہوئے ہوتے ہین - اسی سیلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر پہاڑ اپنی جگہ سے ٹلجائے تو بھی انسان اپنی جبلت سے نہین ٹلتا -

ایک جگہہ شیخ نے کہا ہے کہ "یہودی کیسا ہی دولتمند ہوجائے شریف نہین ہوسکتا" فی الواقع اس سے کمال تعصب پایا جاتا ہے مگر اسپر کوئی مہذب سے مہذب بھی اعتراض نہین کرسکتا ہر قوم اپنی حکومت کے زمانے مین محکوم قوم کو ایسا ہی سمجھتی رہی ہے آریا نے ہندوستان کے قدیم باشندون کو اس سے بھی زیادہ حقیر سمجھا تھا - مسلمانون نے بھی اپنے دور مین اپنے برابر کسیکو نہین سمجھا اور انگریز بھی باایں‌ہمہ شایستگی و تہذیب نوبلٹی یا شرافت کو اپنی ہی قوم کے ساتھ مخصوص جانتے ہین

ایک اور جگہہ گلستان مین لکھا ہے کہ اگلے زمانہ مین ایک مریض بادشاہ کے لیے چند حکما سے

یونان نے آدمی کا پتہ جو خاص صفات سے موصوف ہو تجویز کیا تھا مگر تجربے کی نوبت نہین آئی یہ بات حال کی تحقیقات کے برخلاف بتائی جاتی ہے - شاید ایسا ہی ہو - مگر شیخ اس اعتراض سے بری ہے اسکا الزام جوکچھہ ہے مجوزین پر ہے - نہ اونکی تجویز کے راوی پر - شیخ پر البتہ اُس صورت مین اعتراض ہوسکتا تھا - کہ وہ اُنکی تجویز کو پسند کرتا - یا یہ لکھتا کہ اُس سے بادشاہ کو شفا ہوگئی - یا جو فرض معلّمین اخلاق کا ہے (یعنی ہر قصے اور افسانے سے ایک مفید نتیجہ استخراج کرنا) اُس سے عہدہ برآ ہوتا بعض ملایانہ اعتراض بہی شیخ کے کلام پر سُنے گئے ہین - مثلاً اُسنے گلستان مین کہا ہے

	"رہ راست بروا گرچہ دورست		زن بیوہ مکن اگرچہ حورست

اسپر بعض حضرات یہ نقص وارد کرتے ہین کہ جس امر کی اجازت شریعت سے پائی جاتی ہے اُس سے منع کرنے کے کیا معنی - اور بعضے کٹ ملا بیوہ کی جگہہ ہیوہ[۱] بتاتے ہین جسکے معنی اُنہین کو معلوم ہین یہ ویسا ہی اعتراض ہے جیسے کسی نے کہا تھا "شعر مرا بمدرسہ کہ برد" ظاہر ہے کہ شیخ کی کتاب گلستان کوئی فقہ کا فتاوی نہین ہے کہ جسکی ہر امر و نہی کو ہر امر و نہی مصطلح فقہا پر محمول کیا جائے وہ اکثر اپنے تجربے اور رائے کے موافق جس بات کو بنی نوع کے حق مین مفید سمجھتا ہے اُسکی ترغیب دیتا ہے اور جسکو مضر سمجھتا ہے اُس سے منع کرتا ہے - گو فقہا نے اوسکو مباح لکھا ہو - کیونکہ مباحات مین فعل اور ترک دونون باتون کا اختیار دیا گیا ہے رہی یہ بات کہ شیخ کی رائے فی نفسہ کیسی ہے - سو حدیث نبوی سے بہی ابکار کی ترجیح ثیبات پر ثابت ہوتی ہے -

سب سے زیادہ معقول اعتراض بوستان کی اُس حکایت پر وارد ہوتے ہین جسمین شیخ نے

---

[۱] ہیوہ کے معنی لغت مین متجدد اور متغیر ہونیکے لکھے ہین جو اس شعر مین کسی طرح چسپان نہین ہو سکتے -

سومنات کا قصہ لکھا ہے مگر ہمنے اُسکی بابت پہلے باب مین کچھ عذر لکھے ہین جن سے اعتراض کسی قدر ہلکے ہو سکتے ہین۔

امرد پرستی کا ذکر جو اِن کتابون مین اکثر آتا ہے یہ بھی سخت اعتراض کے قابل بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر اِس باب مین جو کچھہ ہم نے خاتمہ کتاب مین لکھا ہے وہ شاید اِن اعتراضون کے فیصلے کے لیے کافی ہو۔

ایسے ایسے اعتراضون سے بجائے اِسکے کہ اِن کتابون کی قدر و قیمت مین فرق آئے اور زیادہ اُن کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ کپڑا جسقدر اُجلا ہوتا ہے اُسیقدر جلد ذرا سے دھبے سے میلا ہوتا ہے۔ ان کتابون کا بھی یہی حال ہے۔ یہ کتابین ساڑھے چھہ سو برس سے برابر تعلیم مین داخل رہی ہین اور آجکل بھی کہ نہایت نکتہ چینی کا زمانہ ہے اُسی طرح مشرقی سلسلہ تعلیم کا جزو اعظم ہین اُن کے ایک ایک فقرے اور ایک ایک مصرعے کو نہایت غور سے دیکھا گیا ہے مشنریون نے صرف اسوجہ سے کہ انمین مسلمانون کی مذہبی باتین بہت ملی ہوئی ہین اور ایسے مضامین کا سلسلہ تعلیم مین داخل رہنا مشن کے مقاصد کے خلاف ہے۔ ان پر نکتہ چینی کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا اور گورنمنٹ مین پیش کرنے کے لیے بڑے بڑے طولانی ریویو لکھکر چھپوائے ہین۔ نیز اِس لحاظ سے کہ اِن کتابون کو زیادہ تر صغیر سن بچے پڑھتے ہین اور بھی زیادہ چھان بین کی گئی ہے۔ باوجود اِن سب باتون کے ایسے چند سرسری اعتراضون کا وارد ہونا جیسے کہ اوپر ذکر کیے گیے اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ بلا شبہ اسقدر بے عیب ہین جسقدر کہ زمانہ متوسّط مین انسان کا کلام بے عیب ہو سکتا تھا۔

دوسری عام اور بڑی خوبی جو ان کتابون کی خصوصیات مین سے ہے وہ شیخ کا انداز بیان ہے جسکا ملکہ اُس کی طبیعت مین ودیعت کیا گیا تھا - یہ بات نہ قواعدِ علم یا لغت کی پابندی سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی اُستاد کی تعلیم سے آتی ہے بلکہ جس طرح حسن صورت اور حسن صوت قدرتی خوبیان ہین اوسی طرح حسن بیان بھی ایک جبلّی خاصہ ہے جسمین اکتساب کو چندان دخل نہین اور یہی وہ چیز ہے جسکی کمی اور زیادتی پر شاعری کا نقصان اور کمال موقوف ہے - جو مطلب اُسکو بیان کرنا ہوتا ہے اُسکے لیے وہ ایسا دلکش اور لطیف پیرایہ ڈھونڈھ لاتا ہے جو کسی کے وہم وگمان مین نہین ہوتا - مثلاً عربی مین ایک قول مشہور ہے " اَلصَّمْتُ زِیْنَۃُ العَالِمِ وَسِتْرُ الجَاھِلِ " یعنی خاموشی عالم کی زینت ہے اور جاہل کی پردہ پوش - اِس مطلب کو وہ شعر مین اِس طرح بیان کرتا ہے ؎

ترا خامشی اے خداوند ہوش	وقار ست و نا اہل را پردہ پوش
اگر عالمی ہیبتِ خود مبر	وگر جاہلی پردۂ خود مدر

یا مثلاً اُسکو بیان کرنا ہے کہ جو لوگ نصیحت نہین سُنتے وہ آخر کو پچتاتے ہین یا زک اُٹھاتے ہین - اس مطلب کو وہ یون ادا کرتا ہے " ہر کہ نصیحت نشنود سر ملامت شنیدن دارد " یا مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا ہے کہ ہر شے کی قدر اُسکے کمیاب ہونیسے ہوتی ہے - اِسکو وہ اسطرح لکھتا ہے - " اگر شبہا ہمہ شب قدر بودے شب قدر بے قدر بودے " یا مثلاً اُسکو یون بیان کرنا ہے کہ اپنے سے زیادہ علم والے سے مباحثہ کرنا نادانی ہے - اِسکو وہ اِس طرح بیان کرتا ہے " ہر کہ با دانا تر از خود مجادلہ نماید تا بدانند کہ داناست بدانند کہ نادان ست " یا مثلاً اِس مطلب کو سب

پیٹ کی خاطر سختی اُٹھاتے ہین - وہ اِس عنوان سے بیان کرتا ہے "اگر جور شکم نبودے ہیچ مرغ در دام نیفتادے بلکہ صیاد خود دام نہ نہادے" یا مثلاً یہ بات کہ حاکم رشوت سے دھیما ہوجاتا ہے اسطرح بیان کرتا ہے "ہمہ کس را دندان بہ ترشی کند گردد مگر قاضیان را بشیرینی" یا مثلاً اِس مطالب کو کہ ریا کے لیے لذتون کو ترک کرنا بُرا ہے وہ اِس اسلوب سے ادا کرتا ہے "ہر کہ ترک شہوت از بہر قبولِ خلق دادہ است از شہوت حلال در شہوت حرام اُفتادہ است" یا مثلاً اُسکو یہ لکھنا ہے کہ کسی کی آہ وزاری سے قضائے آلہی نہین بدلتی اور قانون قدرت نہین ٹوٹتا - اِسکو وہ اِس طرح ادا کرتا ہے ؎

قضا دگر نشود در ہزار نالہ و آہ		بہ شکر یا بہ شکایت بر آید از دہنے	
فرشتہ کہ وکیل ست بر خزانہ باد		چہ غم خورد کہ بمیرد چراغ بیوہ زنے	

یا اُسکو یہ کہنا ہے کہ اے ریاکار یہ دکھاوے کی عبادت تجھکو خدا تک نہ پہونچائیگی - اِس مطلب کو وہ یون ادا کرتا ہے ؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی		کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست	

کبھی وہ ایک نصیحت کے مضمون کو جو اُسے بیان کرنا ہے ایک واقعے کی صورت مین بیان کرکے اُسکو زیادہ پُر تاثیر اور دلنشین کردیتا ہے مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا تھا کہ جس طرح ہم سے پہلے لوگ ہزارہا امیدین اور ارمان دل مین لیے ہوئے مرگیے اسی طرح ایک روز ہم تم بھی مرجاینگے اِس مطلب کو وہ اِس طرح بیان کرتا ہے ؎

شنیدم کہ یکبار در دجلۂ		سخن گفت با عابدے کلۂ	

کہ من زفر ماندہی داشتم — بسر بہ کلاہ مہی داشتم
سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق — گرفتم بہ بازوے دولت عراق
طمع کردہ بودم کہ کرمان خورم — کہ ناگہ بخوردند کرمان سرم
بکن پنبہ غفلت از گوش ہوش — کہ از مردگان پندت آید بگوش

اخیر کے شعر سے اُس نے یہ بات جتادی ہے کہ حقیقت مین کوئی ٹھوپری نہین بولی تھی بلکہ یہ صرف بیان کرنے کا پیرایہ ہے - یا مثلاً اُسکو یہ دکہانا منظور تھا کہ ہر شخص اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل سمجھتا ہے - اِس مطلب کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے ؏

یکے جہود و مسلمان خلاف می جستند — چنانکہ خندہ گرفت از نزاعِ ایشانم
بہ طنز گفت مسلمان گر این قبالۂ من — درست نیست - خدایا جہود میرانم
جہود گفت بہ توریت میخورم سوگند — وگر خلاف کنم ہمچو تو مسلمانم
گر از بسیطِ زمین عقل منعدم گردد — بخود گمان نبرد ہیچکس کہ نادانم

یہ مطلب اگر ایک جملہ مین بیان کیا جاے تو بھی اتنا موثر اور دلاویز نہین ہوسکتا جیسا کہ اِس پیرائے نے اُسکو دلاویز اور موثر کردیا ہے - یا مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا تھا کہ امن اور عافیت اسی مین ہے کہ انسان لوگون کے قصے جھگڑون سے علیحدہ رہے اور خودداری کو ہاتھ سے نہ دے - اِس مطلب کو وہ اس طرح بیان کرتا ہے ؏

دو کس گرد دیدند و آشوب و جنگ — پراگندہ نعلین و پرندہ سنگ
یکے فتنہ دید از طرف برشکست — یکے درمیان آمد و سر شکست

کسے خوشتر از خویشتن وار نیست ۔ کہ با خوب و زشت کشش کا نیست

یا مثلاً اُسکو یہ لکھنا منظور تھا کہ جو شخص اپنا کام چھوڑکر دوسرون کے کام مین دخل دیتا ہے وہ ایک بڑی جوابدہی اپنے ذمہ لیتا ہے - اِس مطلب کو وہ اسطرح ادا کرتا ہے ؎

آن شنیدی کہ صوفیے می کوفت ۔ زیر نعلین خویش میخے چند

آستینش گرفت سرہنگے ۔ کہ بیا نعل بر ستورم بند،،

اِسمین پیرایہٴ بیان کے علاوہ صوفی کی تخفیص کرنے سے شوخی اور ظرافت بھی انتہا درجہ کی برتی ہے یا مثلاً اُسکو یہ لکھنا تھا کہ بھیک مانگنا جو ایک مذموم خصلت ہے اسکا الزام صرف فقیرون ہی پر نہین بلکہ دولتمندون پر بھی ہے - اِس مطلب کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے - ،، خواہندۂ مغربی در صفِ بزازانِ حلب میگفت اے خداوندان نعمت اگر شمار اانصاف بودے و مارا قناعت رسم سوال از جہان برخاستے،، یا مثلاً یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ تواضع اور انکسار سے عزت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے - اُسکو وہ اِس طرح بیان کرتا ہے ؎

یکے قطرہ باران ز ابرے چکید ۔ خجل شد چو پہناے دریا بدید

کہ جائیکہ دریاست من کیستم ۔ گر او ہست حقا کہ من نیستم

چو خود را بچشم حقارت بدید ۔ صدف در کنارش بجان پرورید

سپہرش بجاے رسانید کار ۔ کہ شد نامور لولوے شاہوار

بلندی بدان یافت کو پست شد ۔ در نیستی کوفت تا ہست شد

یا مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا تھا کہ جس طرح پارسا لوگ رندون کی صحبت سے منقبض ہوتے ہین

اسی طرح رند لوگ پارساؤن کی صحبت سے گھبراتے ہین - اسکو وہ اس طرح بیان کرتا ہے ع

زاہدے درمیانِ رندان بود ‌‌ ‌ زان میان گفت شاہدے بلخی
اگر ملولی زما ترش منشین ‌ ‌ کہ تو ہم درمیانِ ما تلخی

کبھی وہ اپنے ہی کلام کو اور کا مقولہ قرار دیکر نہایت بامزا کر دیتا ہے جیسے ع

دو شتیم جگر کرد روزے کباب ‌ ‌ کہ مے گفت گوینده رباب
دریغا کہ بے ما بسے روزگار ‌ ‌ بروید گل و بشگفد نو بہار
بسے تیر و دے ماہ و اردی بہشت ‌ ‌ بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت

یا جیسے - چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن ‌ ‌ کہ میگویند ملاحان سرودے
اگر باران بکوہستان نبارد ‌ ‌ بسالے دجلہ گردد خشک رودے

یا جیسے ہمچنان در فکر آن بیتم کہ گفت ‌ ‌ پیلبانے بر لب دریائے نیل
زیر پایت گر بدانی حالِ مور ‌ ‌ ہمچو حال تست زیر پاے پیل

یا جیسے چہ خوش گفت با کودک آموزگار ‌ ‌ کہ کارے نکردیم و شد روزگار

یا جیسے آن شنیدی کہ شاہدی بہ نہفت ‌ ‌ با دل از دست دادۂ می گفت
تا ترا قدر خویشتن باشد ‌ ‌ پیش چشمت چہ قدر من باشد

۳۳ - ان دونون کتابون مین یہ بات بھی تعجب انگیز ہے کہ باوجودیکہ صنائع لفظی و معنوی انکین کثرت سے موجود ہین - اور تقریباً نصف گلستان کے فقرے مسجع اور مقفی ہین باینہمہ وہ سادگی ہین ضرب المثل ہین اور جہان نثر عاری کا ذکر آتا ہے وہان سب سے پہلے گلستان کی مثال

دی جاتی ہے - فی الواقع یہ شیخ کی کمال انشاپردازی کی ایک بہت بڑی دلیل ہے -
شاعر اور منشی جب الفاظ کی زیادہ رعایت کرتا ہے تو اوس کے کلام مین خواہی نخواہی بناوٹ
اور تکلف پیدا ہو جاتا ہے اور سر رشتہ حسن معنی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے - شیخ نے صنائع لفظی
و معنوی کو ایسی خوبصورتی اور سلیقے سے برتا ہے کہ کہین ساختگی اور تصنع کا گمان نہین ہوتا
مگر وہ ان عارضی نمائشون کا ایسا پابند نہین ہے کہ اُنکے لیے فصاحت و بلاغت سے دست بردار
ہو جائے جہان الفاظ مساعدت کرتے ہین وہان ایک ہلکی سی چاشنی اسکی بھی دیدیتا ہے
اُسکی نثر مین مسجع اور مرصع فقرے سادے فقرون مین ایسے ملے ہوئے ہین - جیسے پشمینے کی
شال مین ریشم کے تار - جب تک خاص توجہ سے نہ دیکھا جائے تمام فقرے یکسان اور ہموار معلوم
ہوتے ہین البتہ بعض حکایتون مین اُس نے صنائع لفظی و معنوی کی زیادہ رعایت کی ہے جیسے
ساتوین باب کی اُنیسوین حکایت جسمین اپنا اور ایک شخص کا مناظرہ تونگری اور درویشی کے
باب مین لکھا ہے مگر اُسمین بھی الفاظ کو حُسن معنی مین خلل انداز ہونے نہین دیا جسقدر اُس حکایت کے
الفاظ مین تناسب اور حسن انتظام پایا جاتا ہے اُس سے زیادہ خیالات مین سنجیدگی اور اصلیت
اور واقعیت موجود ہے - حکایت مذکور کے چند متفرق فقرے بطور نمونے کے یہان نقل کیے
جاتے ہین - مہ تونگران دخل مسکینانند - و ذخیرہ گوشہ نشینان - و مقصد زائران و کہف
مسافران - و متحمل بار گران - از بہر راحت دگران دست بہ طعام انگہ برند کہ متعلقان و زیر دستان
بخورند - و فضلہ مکارم ایشان بہ ارامل و ایتام و پیران و اقارب و جیران برسد ⁂[۵۱] ⁂ از معدہ

[۵۱] یہ نشان ⁂ ⁂ اسبات کے ہین کہ یہان کچھ فقرے چھوڑ دیے گئے ہین -

خالی چه قوت آید - واز دست تهی چه مروت زاید - واز پاے بسته چه سیر آید - واز دستِ گرسنه چه خیر - ؞ ؞ ؞ فراغت با فاقه نه پیوندد - وجمعیت با تنگدستی صورت نه بندد - یکے تحریمهٔ عشا بسته - ودیگرے منتظرِ عشا نشسته - این بدان کے ماند - ؞ ؞ ؞ اشارت خواجهٔ عالم بفقر طائفه الیست که مردِ میدانِ رضا اند - وتسلیم تیر قضا - نه اینان که خرقهٔ ابرار پوشند ولقمهٔ ادرار نوشند ؞ ؞ ؞ مشغول کفاف از دولتِ عفاف محروم ست - وملک فراغت زیر نگین رزق معلوم ؞ ؞ ؞

؞ گفت چندان مبالغه در وصفِ ایشان بکردی - وسخنهاے پریشان بگفتی که وهم تصور کند تریاقند - یا کلید خانه ارزاق - مشتے متکبر ومغرور - ومعجب ونفور مشتغل مال ونعمت - و مفتتن جاه وثروت - سخن نگویند الّا بسفاهت ونظر نکنند الّا بکراهت - علما را بگدائی منسوب کنند - وفقرا را به بے سروپائی معیوب گردانند - بعزت مالے که دارند - وغیرت جاهے که پندارند - برتر از همه نشینند - وخود را بهتر از همه شناسند - نه آن در سر دارند که سر بکسے فرود آرند - بیخبر از قولِ حکما که گفته اند" هر که بطاعت از دیگران کم ست وبه نعمت بیش - بصورت توانگر ست وبمعنی درویش - ؞ ؞ ؞ گفتم مذمتِ ایشان روا مدار که خداوند کرم اند - گفت غلط کردی که بندگان درم اند - چه فائده که ابر آذر اند - وبر کس نمے بارند - وچشمهٔ آفتاب اند وبر کس نمے تابند - وبر مرکب استطاعت سوار اند - ونمیرانند - وقدمے بهر خدا نه نهند - ودرمے بے من واذی ندهند - مالے بمشقت فراهم آرند - وبه خست نگهدارند وبه حسرت بگذارند چنانکه بزرگان گفته اند سیم بخیل وقتے از خاک برآید که بخیل به خاک درآید ؞ ؞ گفتمش بر بخل خداوندان

نعمت وقوف نیافته الا بعلت گدائی - وگرنه هرکه طمع یکسو نهند کریم وبخیل یکے نماید - محک داند که زر چیست - وگدا داند که ممسک کیست - ؛ ؛ ؛ محال عقلست که اگر ریگ بیابان دُر شود - چشم گدایان پُر شود - ؛ ؛ ؛ هرگز دیدهٔ دستِ دعانے بر کتف بسته - یا بعلتِ بینوائی در زندان نشسته یا پردهٔ معصومے دریده - یا کفے از معصم بریده الا بعلت درویشی - شیرمردان را بحکم ضرورت در نقب ها گرفته اند وکعب ها سفته ؛ ؛ ؛ اغلب تهیدستان دامنِ عصمت بمعصیت آلایند وگرسنگان نان مردم ربایند بیت

چون سگِ درنده گوشت یافت نپرسد	کین شتر صالح ست یا خرِ دجال

؛ ؛ ؛ گفتا نه - که من برحال ایشان رحمت می برم - گفتم نه - که بر مالِ ایشان حسرت میخوری - ؛ ؛ ؛ هر بیدقے که براندے بدفع آن کوشیدمے - وهر شاهے که بخواندے - بفرزین بپوشیدمے - تا نقد کیسهٔ همت در باخت - وتیر جعبهٔ حجت همه بینداخت ؛ ؛ ؛ هرجا که گلست خارست وباخمر خمار - وبر سرِ گنج مار - وآنجا که دُر شاهوارست - نهنگ مردم خوار - لذت عیش دنیا را لدغهٔ اجل در پیش ست - ونعیم بهشت را دیوار مکاره در پیش ؛ ؛ ؛ نظر نکنی در بستان که بید مشک ست وچوب خشک - همچنین در زمرهٔ تونگران شاکرند وکفور - ودر حلقهٔ درویشان صابرند وضجور - ؛ ؛ ؛ مقربان حضرت حق جل وعلا تونگرانند درویش سیرت - ودرویشانند تونگر همت - مهین تونگران آنست که غم درویشان بخورد - وبهین درویشان آن که کم تونگران گیرد - ؛ ؛ ؛ نعم طائفه هستند بدین صفت که بیان کردی - قاصر همت - وکافر نعمت - که ببرند وبنهند ونخورند وندهند - ؛ ؛ ؛ تو مے برین نمط هستند که شنیدی وطائفهٔ

خوانِ نعمت نہادہ وصلاے کرم درداده و میان بخدمت بستہ - وابروبہ تواضع کشادہ طالب نامند و مغفرت - وصاحب دنیا و آخرت -

۴ - شیخ اکثر اِن کتابون مین ایسی حکاینین لکھتا ہے جن مین باوجود موعظت بلیغ کے کسیقدر ظرافت وخوش طبعی کی بھی گنجایش ہو - پھر اپنے حسن بیان سے تمام حکایت کو نہایت لطیف و ملیح کردیتا ہے - اور کبھی وہ ایک سیدھی سادی حکایت مین کوئی گرم فقرہ یا لطیف کنایہ ایزاد کرکے اُس مین نون مرچ لگادیتا ہے تاکہ پند و موعظت کی تلخی ظرافت کی چاشنی سے دور ہوجائے - چنانچہ گلستان کے خاتمہ مین اُس نے لکھا ہے -

غالب گفتار سعدی طرب انگیز ست وطیبت آمیز - وکوتہ نظران را بدین علت زبانِ طعنہ دراز کہ مغزِ دماغ بیہودہ بُردن و دودِ چراغ بے فائدہ خوردن کار خردمندان نیست -" ولیکن برراے روشنِ صاحبدلان کہ روی سخن در ایشانست پوشیدہ نماند کہ دُرِ موعظتہاے صافی در سلکِ عبارت کشیدہ ست و داروی تلخ نصیحت بشہد ظرافت آمیختہ - تا طبع ملول انسان از دولت قبول محروم نماند -" جو ظرافت اُس نے بوستان اور گلستان مین برتی ہے وہ اکثر نہایت سنجیدہ اور معقول ہے - البتہ کہین کہین اُسکے قلم سے ایسے الفاظ بھی ٹپک پڑے ہین جو قانونِ شرم و حیا سے کسیقدر متجاوز ہین - لیکن ایک ظریف طبع اور شوخ مزاج آدمی کا ایسے الفاظ سے بچنا اُسی سوسائٹی مین ممکن ہے جس مین مرد عورت تقریبًا تمام جلسون مین شریک ہوتے ہین - اور جہان مردون کو عورتون کی مجالست اور اُن کے تعلیم یافتہ ہونے کے سبب ہمیشہ تحریر و تقریر مین زبان قابو مین رکھنی پڑتی ہے - ورنہ طبیعت کی شوخی ایک ایسی چیز ہے جو بغیر سخت مزاحمت کے

کسی طرح رُک نہین سکتی ؎

نکورو تابِ مستوری ندارد	جو در بندی سر از روزن بر آرد

اس قسم کی چند حکایتین مثال کے طور پر بیان لکھی جاتی ہین -

مثال ۱ - جہان پیرے بودم در دیار بکر کہ مالِ فراوان داشت و فرزندے خوبرو - شبے حکایت کرد کہ "مرا در ہمہ عمر جز این فرزند نبوده است درختے درین وادی زیارت گاه است کہ مردمان بحاجت خواستن آنجا روند - شبہاے دراز در پاے آن درخت بحق نالیده ام تا مرا این فرزند بخشیده" شنیدم کہ پسر با رفیقان ہمی گفت "چہ بودے اگر من آن درخت را بدانستمے کہ کجاست تا دعا کردمے کہ پدرم زود تر بمیرد" خواجہ شادی کنان کہ پسرم عاقل ست و پسر طعنہ زن کہ پدرم فرتوت لایعقل - قطعہ

سالہا بر تو بگذرد کہ گذر	نہ کنی سوے تربتِ پدرت
تو بجاے پدر چہ کردی خیر	تا ہمان چشم داری از پسرت

مثال ۲ - پیرمردے را حکایت کنند کہ دخترے خواستہ و حجرہ بگل آراستہ و بخلوت با او نشستہ و دیده و دل در و بستہ - شبہاے دراز نخفتے و بذلہا و لطیفہا گفتے باشد کہ موانست پذیرد و وحشت نگیرد - بالجملہ شبے مے گفت "بخت بلندت یار بود و چشم دولتت بیدار کہ بصحبت پیرے افتادی پختہ - پرورده - جہاندیده - آرمیده - بناے بد جہان آزموده سرد و گرم روزگار چشیده - کہ حق صحبت بداند و شرط مودت بجا آرد - مشفق و مہربان - خوش طبع و شیرین زبان - مثنوی

تا توانم دلت بدست آرم	در بیازاریم نیازارم

ور چو طوطی شکر بود خورشت — جان شیرین فدای پرورشت

نه گرفتار آمدی بدستِ جوانے متعجب - خیره رائے - سرتیز - سبک پائے - که هردم هوسے پزد - و هر شب جائے خسپد - و هر روز یارے گیرد **قطعه**

جوانان خرم اند و خوب رخسار — ولیکن در وفا باکس نپایند

وفاداری مدار - از بلبلان چشم — که هر دم بر گلے دیگر سرایند

برخلاف پیران که به عقل و ادب زندگانی کنند - نه بمقتضائے جهل و جوانی **بیت**

ز خود بهترے جوی و فرصت شمار — که با چون خودی گم کنی روزگار

گفت چندان که برین نمط بگفتم گمان بردم که دلش در قید من آمد و صید من شد - ناگاه نفسے سرد از دلِ پُر درد برآورد و گفت - که چندین سخن که گفتی در ترازوی عقلِ من وزن آن یک سخن ندارد که وقتے شنیده ام از قابلهٔ خویش که گفت زن جوان را اگر تیرے در پهلو نشیند به که پیرے - فی الجمله امکانِ موافقت نبود بمفارقت انجامید - چون مدتِ عدتش بسر آمد عقدِ نکاحش بستند با جوانے تند - ترش روے - تهیدست - بدخوے - جور و جفا میدید - و رنج و عنا میکشید و شکر نعمت حق همچنان میگفت - که الحمد لله ازان عذابِ الیم برهیدم و بدین نعمتِ مقیم رسیدم

قطعه

با تو مرا سوختن اندر عذاب — به که شدن با دگرے در بهشت

بوے پیاز از دهنِ خوبروی — خوبتر آید که گل از دست زشت

مثال ۲ - مرا حاجیے شانهٔ عاج داد — که رحمت بر اخلاقِ حجاج باد

شنیدم کہ بارے سگم خواندہ بود	کہ از من بنوعے دلش ماندہ بود
بیندا ختم شانہ کین استخوان	نمی بایدم دیگرم سگ مخوان
بیندار چون سہ کہ خود خورم	کہ جور خداوند حلوا برم
قناعت کن اے نفس براندکے	کہ سلطان و درویش بینی یکے
چرا پیش خسرو بحاجت روی	چو یکسو نہادی طمع خسروی

یہان پہلی بیت کے دوسرے مصرعے مین رحمت کا لفظ کنایۃً بجاے نفرین اور اُسکے مرادف
الفاظ کے لایا گیا ہے۔ کیونکہ شعرا کے نزدیک حاجیون کی سنگدلی۔ قساوت اور تکبر وغیرہ صفات
ذمیمہ مسلم ہین۔ چنانچہ گلستان مین بھی شیخ نے ایک جگہہ لکھا ہے ” ص

از من بگوے حاجی مردم گزای را	کو پوستین خلق بہ آزار میدرد
حاجی تو نیستی شتر ست از براے آنکہ	بیچارہ خار میخورد و بار مے برد “

ایک اور شاعر کہتا ہے ” ص

چون عاشقے کہ دل ز در یخانہ جمع کرد	حاجی ستم بخلق خدا بیشتر کند

پس ظاہر ہے کہ جو شوخی اس کنائے مین ہے ۔ وہ صراحت مین ہرگز ممکن نہتھی۔ اکثر ناواقف
لوگ اس جگہہ رحمت کو اپنے حقیقی معنی پر محمول کرتے ہین۔ مگر حکایت کا مضمون جس سے
رنجش اور شکایت پائی جاتی ہے حقیقی معنی سے آبا کرتا ہے۔

مثال ۴۷ - بازرگانے را دیدم کہ صد و پنجاہ شتر بار داشت ۔ و چہل بندۂ خدمتگار۔ شبے
در جزیرۂ کیش مرا بحجرۂ خویش برد ۔ و ہمہ شب نیارمید از سخنہاے پریشان گفتن کہ فلان

انبارم بترکستان ست - وفلان بضاعت بهندوستان - واین قبالهٔ فلان زمین ست وفلان مال را فلان کس ضمین - ،،گاه گفتے که خاطر اسکندریه دارم که هوائش خوش ست - وباز گفتے نه که دریاے مغرب مشوش ست - سعدیا سفرے دیگر در پیش ست - اگر آن کرده شود بقیّت عمر بگوشهٔ بنشینم - گفتم آن کدام سفر ست - گفت ،،گوگرد پارسی به چین خواهم بردن که شنیدم که قیمت عظیم دارد - وازانجا کاسهٔ چینی بروم برم - ودیباے رومی بهند - وپولاد هندی بحلب - وآبگینهٔ حلبی به یمن - وبرد یمانی بپارس - ازان پس ترکِ سفر کنم وبدکانے نشینم،، چندانے ازین مالخولیا فرو گفت که بیش طاقتِ گفتنش نماند - گفت سعدی تو هم سخنے بگو از آنها که دیدی وشنیدی - گفتم - نظم -

آن شنیدستی که وقتے تاجرے	در بیابانے بیفتاد از ستور
گفت چشمِ تنگِ دنیا دار را	یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

مثال ۵ - ملک صالح از بادشاهان شام	برون آمدے صبحدم باغلام
بگشتے در اطرافِ بازار و کوی	برسم عرب نیمه بربسته روی
که صاحب نظر بود ودرویش دوست	هر آن کین دو دارد ملک صالح اوست
دو درویش در مسجدے خفته یافت	پریشان دل وخاطر آشفته یافت
شب سردِ شان دیده نابرده خواب	چو حربا تأمّل کنان زآفتاب
یکے زان دو میگفت با دیگرے	که در روز محشر بود داورے
گر این بادشاهانِ گردن فراز	که در لهو وعیش اند وبا کام وناز

درآیند با عاجزان در بهشت — من از گور سر برنگیرم ز خشت

بهشتِ برین ملک و ماوای ماست — که بندِ غم امروز بر پاے ماست

همه عمر از ینان چه دیدی خوشی — که در آخرت نیز زحمت کشی

اگر صالح آنجا بدیوارِ باغ — درآید بکفشش بدرّم دماغ

چو مرد این سخن گفت و صالح شنید — دگر بودن آنجا مصالح ندید

دمے رفت تا چشمۂ آفتاب — ز چشم خلائق فروشست خواب

روان هر دو کس را فرستاد و خواند — بهیبت نشست و بحرمت نشاند

بر ایشان ببارید بارانِ جود — فروشست شان گرد ذل از وجود

پس از رنج سرما و باران و سیل — نشستند با نامدارانِ خیل

گدایانِ بے جامه شب کرده روز — معطر کنان جامه بر عود سوز

یکے گفت از اینان ملک را نهان — کاے حلقه در گوشِ حکمت جهان

پسندیدگان در بزرگی رسند — ز ما بندگانت چه آمد پسند

شهنشه ز شادی چو گل بر شگفت — بخندید در روے درویش و گفت

من آنکس نیم کز غرورِ حشم — ز بیچارگان روے درهم کشم

تو هم با من از سر بنه خوی زشت — که ناسازگاری کنی در بهشت

من امروز کردم درِ صلح باز — تو فردا مکن در برویم فراز

چنین راه گر مقبلی پیش گیر — شرف بایدت دست درویش گیر

برازشاخ طوبے کسے برنداشت	کہ امروز تخم ارادت نہ کاشت
ارادت نداری سعادت مجوی	بچوگان خدمت توان بردگوی
تراکے بود چون چراغ التہاب	کہ ازخود پُری ہمچو قندیل زاب
وجودے دہد روشنائی بجمع	کہ سوزیش درسینہ باشد چو شمع

۵ - وہ اکثر نہایت پاکیزہ اور لطیف نکتے جنسے عموماً اذہان خالی ہوتے ہین - ایسی معمولی اور سرسری باتون سے نکال لیتا ہے جو عام ذہنون مین موجود ہوتی ہین -

مثال ا - ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات ست وچون برمی آید مفرح ذات - پس در ہر نفسے دو نعمت موجود ست وبہر نعمتے شکرے واجب - یہ بات کہ داخلی اور خارجی دونو سانس کی انسان کی زندگی اور تفریح کے باعث ہین سب کو معلوم تہی اور یہ بہی معلوم تھا کہ ہر ایک نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے مگر یہ نکتہ مخفی تھا کہ ہر سانس مین خدا کا شکر کرنا واجب ہے

مثال ۲ - چو طفل اندرون دارد از حرص پاک	چہ مشت زرش پیش وچہ مشت خاک

یہ بات سبکو معلوم تہی کہ بچہ حرص اور طمع سے پاک ہوتا ہے اور یہ بہی معلوم تہا کہ اُسکو سونے اور مٹی مین کچہہ تمیز نہین ہوتی - مگر یہ نکتہ مخفی تہا کہ سونے اور مٹی کو برابر جاننا جو کہ اعلی درجے کے عرفا اور خدا رسیدہ لوگون کا منصب ہے - بچہ کو گویا فقط حرص اور طمع سے پاک ہونے کے سبب حاصل ہے - کیونکہ سونے اور مٹی مین کچہہ فرق نکرنا جبہی تک باقی رہتا ہے جب تک حرص اور طمع پیدا نہین ہوتی - پس ایک شاعرانہ کہ فلسفی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ دونون باتین لازم وملزوم ہین -

مثال ۳ — ازان کز تو ترسد بترس اے حلیم — اگر با چو او صد برائی بجنگ
ازان مار بر پاے راعی زند — کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ

یہ بات سب جانتے ہین کہ کبھی کبھی عاجز اور زبردست بھی زیردستون پر غالب آجاتے ہین اور سانپ کا وار بھی کبھی پر واسے پر چل جاتا ہے۔ مگر یہ نکتہ مخفی تھا کہ جو اپنے سے ڈرے اُس سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ عام خیال یہ ہے کہ جو اپنے سے ڈرے اُس سے ڈرنے کی ضرورت نہین۔

مثال ۴ — «مہ کہ گر مردہ باز گردیدے — بمیان قبیلہ و پیوند
رد میراث سخت تر بودے — وارثان را ز مرگ خویشاوند»

یہ بات سبکو معلوم تھی کہ میراث بہت عزیز چیز ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ مرگ خویشاوند سخت مصیبت ہے مگر یہ نکتہ مخفی تھا کہ اگر مردہ پلٹ کر آتا تو وارثون کو میراث کا واپس دینا اُسکے ماتم کے رنج سے زیادہ سخت اور ناگوار ہوتا۔

اسی طرح وہ نہایت سرسری اور معمولی سرگذشتون سے ایسے نادر اور اچھوتے نتیجے نکال لیتا ہے جو وہم وگمان مین نہین ہوتے۔ مثلاً یہ کہ میرے باپ نے بچپن مین مجکو ایک انگوٹھی پہنا دی تھی۔ ایک روز ایک شخص نے ایک کھجور دیکر مجھ سے وہ انگوٹھی لے لی۔ چونکہ بچہ انگوٹھی کی قدر نہین جانتا اسلیئے ذرا سی مٹھاس کا لالچ دیکر اُس سے لی جاسکتی ہے۔ پس جو لوگ عمر کو عیش شیرین مین برباد کر دیتے ہین شاید وہ عمر کی قدر نہین جانتے۔ یا مثلاً مین ایکبار عید کے دن باپ کے ساتھ عیدگاہ مین گیا۔ اتفاقاً خلقت کے ہجوم مین باپ سے بچھڑ گیا مین نہ

حالت مین رو رہا تھا کہ باپ نے آکر دفعتہ میرا کان مروڑا اور فرمایا "مین نے تجھکو بارہا کہا ہے کہ میرا دامن پکڑے رہا کر مگر تو نہین مانتا" پیچ ہے جس طرح انجان بچہ اپنے آپ رستہ نہین چلسکتا اسی طرح سالک بغیر مشائخ اور کاملین کی دستگیری کے منزل مقصود پر نہین پہونچ سکتا - یا مثلاً میرے جسم مین کپڑون کے اندر ایک زخم تہا - شیخ علیہ الرحمۃ ہمیشہ پوچھتے تھے کہ کیسا ہے مگر یہ کبھی نہ کہتے تے کہ کہان ہے اس سے مین نے جانا کہ ہر عضو کا نام لینا روا نہین ہے یا مثلاً ایک شخص نے اپنے بیٹے کے کان اینٹھ کر کہا کہ "نالائق! مین نے تجھکو کلہاڑی لکڑیان چیرنے کو دی تھی مسجد کی دیوار ڈھانے کو نہین دی تہی" اسی طرح زبان ذکر اور شکر کے لیے بنی ہے لوگون کی غیبت کرنے کے لیے نہین بنی - یا ایک شخص مٹی مین سنا ہوا مسجد مین جانے لگا دوسرے نے اُسکو جھڑک دیا کہ خبردار جو مسجد مین قدم رکھا" میرا دل یہ بات سنکر بہر آیا کہ افسوس بہشت مین بھی جو ایک پاک جگہہ ہے دامن آلودہ لوگ نہ جاسکین گے -

۶ - حسن تاویل اور لطفِ استدلال جیسا جیسا کچھ اُسکے کلام مین پایا جاتا ہے ایسا اور شعرا کے کلام مین نہین دیکھا گیا ۵

مثال ۱ - شنیدم کہ در روزگارِ قدیم	شدے سنگ در دستِ ابدال سیم
نہ پنداری این قول معقول نیست	چو قانع شدی سیم و سنگت یکیست

یعنی یہ جو مشہور ہے کہ اگلے زمانہ مین ابدال کے ہاتھ مین پتھر چاندی ہوجاتے تھے - اسمین کوئی بات عقل کے خلاف نہین ہے کیونکہ جو لوگ قانع ہوتے ہین اُنکے نزدیک پتھر اور چاندی مین فرق نہین ہوتا - ایک امر خارق عادت کو کس حسن بیان کے ساتھ کیسے مختصر لفظون

ہین عادت کے موافق ثابت کیا ہے ۵

مثال ۲- ره عقل جز پیچ در پیچ نیست — بر عارفان جز خدا هیچ نیست
توان گفتن این با حقائق شناس — ولے خورده گیرند اهل قیاس
که پس آسمان و زمین چیستند — بنی آدم و دام و دو کیستند
پسندیده پرسیدی اے هوشمند — بگویم گر آید جوابت پسند
که هامون و دریا و کوه و فلک — پری آدمی زاد و دیو و ملک
همه هرچه هستند زان کمترند — که با هستیش نام هستی برند
عظیمست پیشِ تو دریا بموج — بلندست گردونِ گردان به اوج
ولے اهل صورت کجا پے برند — که ارباب معنی بملکے درند
که گر آفتابست یک ذره نیست — وگر هفت دریاست یکقطره نیست
چو سلطانِ عزّت علم برکشد — جهان سر بجیب عدم درکشد

یہان اُستے وحدتِ وجود کے اصلی معنی جوکہ اہل نظر کی سمجھ سے بالاتر تھے نہین بتائے- بلکہ ایک اور معنی جنکو ہر شخص تسلیم کرسکتا ہے نظم مین ایسی لطافت اورخوبی سے بیان کیے ہین کہ کوئی اورنثر مین بھی مشکل سے بیان کرسکتا ۵

مثال ۳- نگهدار فرصت که عالم دمیست — دمے پیش دانا به از عالمیست
سکندر که بر عالمے حکم داشت — دران دم که بگذشت و عالم گذاشت
میسّر نبودش کزو عالمے — ستانند و فرصت دهندش دمے

یہان اوس نے دو متضاد دعوے کیے ہین - ایک یہ کہ عالم ایک سانس کا نام ہے - دوسرا یہ کہ ایک سانس عاقل کے نزدیک عالم سے بہتر ہے - ہر دونون دعوون کو ایک دلیل سے ثابت کیا ہے - کیونکہ جب ایک سانس کے نہ آنے سے تمام عالم سکندر کے ہاتھ سے جاتا رہا تو معلوم ہوا کہ اوسی سانس کا نام عالم تھا اور جب کہ ایک سانس بہ تمام عالم کے عوض مین نہ مل سکا تو معلوم ہوا کہ ایک سانس تمام عالم سے بہتر تھا - یہ غایت درجہ کا حسن استدلال ہے کہ دو متضاد دعوے ایسی شگفتہ بیانی اور اختصار اور صفائی کے ساتھ ایک ہی دلیل سے ثابت کیے جائین اور حسن شعری بھی ہاتھ سے نجائے -

۷ - نیچر کے بیان مین شیخ کا کلام فی الواقع لاثانی ہے - خدا کی صنعت اور حکمت کے متعلق وہ وہی باتین بیان کرتا ہے جو سب جانتے ہین لیکن یہ کسی کی طاقت نہین کہ اُنکو ویسے پاکیزہ اور دلنشین بیان کے ساتھ ادا کر سکے - اُسکے نیچرل بیان پر غالب مرحوم کا یہ شعر صادق آتا ہے **شعر**

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

مثال ۱ -

گر از حق نہ توفیق خیرے رسد	کے از بندہ خیرے بہ غیرے رسد
زبان را چہ بینی کہ اقرار داد	بہ بین تا زبان را کہ گفتا داد
در معرفت دیدۂ آدمی ست	کہ بگشادہ بر آسمان و زمی ست
کیت فہم بودے نشیب و فراز	گر این در نکردے بروے تو باز
سر آورد و دست از عدم در وجود	درین جود بنہاد و در وے سجود
و گرنہ کے از دست جود آمدے	محالست کز سر سجود آمدے

بحکمت زبان داد و گوش آفرید ‖ کہ باشند صندوق دل را کلید

اگر نہ زبان قصہ برداشتے ‖ کس از سرّ دل کے خبر داشتے

وگر نیستے سعی جاسوسِ گوش ‖ خبر کے رسیدے بسلطانِ ہوش

مرا لفظ شیرین خوانندہ داد ‖ ترا سمع درّاک دانندہ داد

مدام این دو چون حاجبان بر دراند ‖ ز سلطان بہ سلطان خبر مے برند

چہ اندیشی از خود کہ فعلم نکوست ‖ ازان در نگہ کن کہ تقدیر اوست

برد بوستان بان بہ ایوانِ شاہ ‖ بہ تحفہ ثمر ہم ز ایوانِ شاہ

اس نظم مین اُسنے یہ بات بیان کی ہے کہ بدون خدا کی توفیق کے آدمی سے کچھ نہین ہوسکتا ۔ اور زبان ۔ کان ۔ آنکھ ۔ سر اور ہاتھ جن ظاہری اغراض کے لیے پیدا کیے گئے ہین وہ اغراض بیان کیے ہین ۔ یہ تمام باتین کم وبیش ہر شخص کو معلوم ہوتی ہین مگر جس ترتیب سے شیخ نے انکو بیان کیا ہے اُس کے لحاظ سے تمام مضمون نرالا معلوم ہوتا ہے ۔ اخیر بیت مین انسان کی بندگی اور عبادت کو باغبان کی ڈالی سے جو کہ بادشاہ ہی کے باغ مین سے بادشاہ کے لیے لگا کر لیجاتا ہے تمثیل دیکر مضمون کا حسن انتہا کو پہونچا دیا ہے ۵

مثال ۲ ۔ دو صد مہرہ در یکدگر ساختست ‖ کہ گل مہرہ چون تو پرداختست

رگت در تنت اے پسندیدہ خوی ‖ زمینے در و سیصد و شصت جوے

بصر در سر و فکر و راے و تمیز ‖ جوارح بدل دل بدانش عزیز

بہائم بروا اندر افتادہ خوار ‖ تو ہمچون الف بر قدمہا سوار

نگون کردہ ایشان سر از بعد خور ‌ ‌ ‌ تو آری بعزت خورش پیش سر
نہ زیبد ترا با چنین سروری ‌ ‌ ‌ کہ سر جز بطاعت فرود آوری

مثال ۳

شب از بہر آسائش تست و روز ‌ ‌ ‌ مہ روشن و مہر گیتی فروز
صبا از برائے تو فراشش دار ‌ ‌ ‌ ہمے گسترانند بساط بہار
اگر باد و برفست و باران و میغ ‌ ‌ ‌ وگر رعد چوگان زند برق تیغ
ہمہ کارداران فرمان برند ‌ ‌ ‌ کہ تخم تو در خاک مے پرورند
وگر تشنہ مانی ز سختی مجوش ‌ ‌ ‌ کہ سقائے ابر آبت آرد بدوش
ز خاک آورد رنگ و بوے و طعام ‌ ‌ ‌ تماشا گو دیدہ و مغز و کام
عسل دادت از نخل و من از ہوا ‌ ‌ ‌ رطب دادت از نخل و نخل از نوا
ہمہ نخلبندان بخایند دست ‌ ‌ ‌ ز حیرت کہ نخلے چنین کس نہ بست
خور و ماہ و پروین برائے تواند ‌ ‌ ‌ قنادیل سقف سرائے تواند
ز خارت گل آورد و از نافہ مشک ‌ ‌ ‌ زر از کان و برگ تر از چوب خشک
بدست خودت چشم و ابرو نگاشت ‌ ‌ ‌ کہ محرم بہ اغیار نتوان گذاشت
توانا کہ آن نازنین پرورد ‌ ‌ ‌ بالوان نعمت چنین پرورد
بجان گفت باید نفس بر نفس ‌ ‌ ‌ کہ شکرش نہ کار زبان ست و بس

۴ — وہ اکثر قانون قدرت سے اشیا کے حسن و قبح اور اصول اخلاق کے ثبوت پر استدلال کرتا ہے اور ایسا استدلال ہمیشہ دیگر اقسام استدلال کی نسبت زیادہ دلنشین اور عام فہم ہوتا ہے

کلام آلہی مین بھی مبداء معاد کے ثبوت پر زیادہ تر اسیقسم کا استدلال کیا گیا ہے ؂

مثال ۱ - پلیدی کند گربہ برجاے پاک	چو زشتش نماید بپوشد بہ خاک
تو آزادی از ناپسندیدہا	نترسی کہ بروے فتد دیدہا

بلّی کو جو قدرت نے یہ بات سکھائی ہے کہ وہ جہان کہین بول و براز کرتی ہے اُسکو فوراً مٹی سے ڈھانک دیتی ہے - اس سے وہ اس بات پر استدلال کرتا ہے کہ بُرے اعمال کو ہمیشہ لوگون سے چھپانا چاہیئے جو ایسا نہین کرتے وہ ایک جانور کی برابر بھی سمجھہ نہین رکھتے -

مثال ۲ حلم شتر چنانکہ معلوم ست اگر طفلے مہارش گیرد و صد فرسنگ ببرد گردن از متابعت او نہ پیچد - اما اگر راہے ہولناک پیش آید کہ موجب ہلاک باشد و طفل آنجا بنادانی خواہد رفتن زمام از کفش در گسلاند - وبیش متابعت نکند کہ ہنگام درشتی ملاطفت مذموم ست - قطعہ -

کسیکہ لطف کند با تو خاک پایش باش	وگر ستیزہ کند در دو چشمش افگن خاک
سخن بلطف و کرم با درشت خوی مگوی	کہ زنگ خوردہ نگردد مگر بسوہن پاک

یہان اُسکو یہ سوجھانا منظور تھا کہ نرمی وہین تک پسندیدہ ہے جہانتک دوسری طرف سے درشتی اور سختی اور اپنی مضرت کا احتمال نہو ورنہ مذموم ہے - اس مطلب پر وہ یہ دلیل لایا ہے کہ اونٹ کو بھی قدرت نے یہ بات سکھائی ہے کہ جب تک کچھہ خطرہ نہین ہوتا ایک بچہ اُسکی نکیل پکڑکر جہانتک چاہتا ہے لیجاتا ہے مگر جہان کچھہ خوف ہوتا ہے وہان اُسکی اطاعت نہین کرتا اور رسّی توڑا کر بھاگ جاتا ہے ؂

مثال ۳ - بروبر یکے پیشم آمد جوان	بہ تگ در پیش گوسفندے دوان

بدو گفتم این ریسمانست و بند	کہ مے آرد اندر پیت گوسفند
سبک طوق و زنجیر ازو باز کرد	چپ و راست پوئیدن آغاز کرد
برہ در پیش ہمچنان میدوید	کہ جو خوردہ بود از کفِ مرد خوید
چو باز آمد از عیش و بازی بجاے	مرا دید و گفت اے خداوند راے
نہ این ریسمان میبرد با منش	کہ احسان کمندیست در گردنش
بہ لطفے کہ دیدست پیل دمان	نیارد ہمے حملہ بر پیلبان
بدان را نوازش کن اے نیکمرد	کہ سگ پاس دارد چو نانِ تو خورد
بران مرد کُندست دندانِ یوز	کہ مالد زبان بر پنیرش دو روز

یہان اُسکو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ جسقدر تم لوگون کے ساتھ احسان اور بھلائی کرو گے اوسیقدر لوگ تمھارے دوست اور خیر خواہ و جان نثار ہون گے - اسپر وہ یہ دلیل لایا ہے کہ بکری - ہاتھی - کتا - چیتا - وراسی طرح تمام حیوانات کو قدرت نے یہ بات سکھائی ہے کہ جو شخص اُنکی پرورش کرتا ہے اور انکو کھاتا پلاتا ہے وہ اوسی کا دم بھرنے لگتے ہین یہان تک کہ وحشیون مین وحشت اور درندون مین سبعیت باقی نہین رہتی -

۹ - وہ ایسی فقیہانہ اور واعظانہ نصیحتین جو اکثر تلخ اور بے مزا اور سامعین کے دلپر گران ہوتی ہین نہین بلکہ اکثر آزادانہ اور محققانہ نصیحتین کرتا ہے جو اگرچہ عام خیالات سے کسیقدر بلند ہوتی ہین - لیکن حد شرع سے ہرگز متجاوز نہین ہوتین اور اسلیئے اُنکو زاہد و رند دونون پسند کرتے ہین ھ

مثال ۱	بسرہنگ سلطان چنین گفت زن	کہ خیز اے مبارک در رزق زن

	بردتا زخوانت نصیبے دہند	کہ فرزندگانت بہ سختی درند
	بگفتا بود مطبخ امروز سرد	کہ سلطان بشب نیت روزہ کرد
	زن از ناامیدی سر انداخت پیش	ہمے گفت با خود دل از فاقہ ریش
	کہ سلطان ازین روزہ گوئی چہ خواست	کہ افطار او عید طفلانِ ماست
	خورندہ کہ خیرش برآید زدست	بہ از صائم الدہر دنیا پرست
	مسلّم کسے را بود روزہ داشت	کہ درماندۂ را دہد نانِ چاشت
	وگرنہ چہ حاجت کہ زحمت بری	زخود باز گیری وہم خود خوری
مثال ۲	شنیدم کہ مردے براہ حجاز	بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز
	چنان گرم رو در طریق خدائے	کہ خار مغیلان نہ کندے زپائے
	بآخر ز وسواس خاطر پریش	پسند آمدش در نظر کار خویش
	بہ تلبیسِ ابلیس در چاہ رفت	کہ نتوان ازین خوبتر راہ رفت
	گرش رحمتِ حق نہ دریافتے	غرورش سر از جادہ برتافتے
	یکے ہاتف از غیب آواز داد	کہ اے نیکبختِ مبارک نہاد
	مپندار گر طاعتے کردۂ	کہ نزلے درین حضرت آوردۂ
	بہ احسانے آسودہ کردن دلے	بہ از الف رکعت بہر منزلے

۱۰۔ جب اُسکو کسی خاص فرقہ یا جماعت کے واقعی عیوب بیان کرنے ہوتے ہین تو اُن کو ایسے عمدہ پیرایون مین بیان کرتا ہے کہ کسی کو ناگوار نہین معلوم ہوتے ۔ مثلاً اُسکو یہ

یہ منظور تھا کہ امرا اور دولتمندون کو اُن کے عیوب سے مطلع کرے تو او سنے اس مطلب کو صاف صاف نہین لکھا بلکہ ایک فرضی مناظرہ اور ایک اور شخص کا جس مین اپنے تئین امرا کا طرفدار اور اپنے حریف کو فقرا اور درویشون کا حمایتی قرار دیا ہے لکھ کر تمام دل کے خیالات ظاہر کیے ہین۔ طرفِ ثانی امیرون کی برائیان اور درویشون کی خوبیان بیان کرتا ہے اور شیخ اُسکی تقریر کو رد کرکے امرا کی خوبیان اور درویشون کی بُرائیان ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح اُس نے تمام سلاطین عہد اور وزرا اور اُمرا کی خاطر خواہ خبر لی ہے۔ چنانچہ گلستان کے ساتوین باب مین یہ مناظرہ موجود ہے یا مثلاً اُسکو مشائخ و زہاد کی قلعی کھولنی منظور تھی اِس مضمون کو اُسنے کھلّم کھلّا ادا نہین کیا بلکہ ایک قصہ جو بوستان کے چوتھے باب مین مذکور ہے نقل کیا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ ایک شوخ چشم سائل کسی بزرگ کے دروازے پر بھیک مانگنے گیا۔ صاحب خانہ کے پاس اُس وقت کچھ نہ تھا اسلیے کچھ نہ دیا۔ سائل نے ڈیوڑھی سے ذرا پرے ہٹکر اُسکی اور اوسکے ساتھ تمام فقرا اور تمام مشائخ کی تفضیح اور توہین کرنی شروع کی اور خوب دل کے بخارات نکالے۔ جتنے واقعی عیب اکثر ان لوگون مین ہوتے ہین سب ظاہر کر دئے۔ جب شیخ صاحب اُن کے تبرے کھول چکے تو سائل کے بیان کو اپنے اِس مقولے پر ختم کرتے ہین ؎

نخواہم درین باب ازین بیش گفت	کہ شنعت بود سیرت خویش گفت	

یعنی مین اس باب مین اس سے زیادہ کہنا نہین چاہتا ورنہ وہی مثل ہوگی ”اپنا گھٹنا کھولیے اور آپ ہی لاجون مرے“، کیونکہ آپ بھی اُسی گروہ مین سے ہین پھر اُس بزرگ کی تواضع اور تحمّل اور علم کا بیان کیا ہے کہ باوجود ایسی زبان درازیون کے اُس نے کچھ بُرا نہ مانا اور اوسکے

گمان سے زیادہ اپنے عیبون کا اقرار کیا۔

۱۱ - یہ بات عموماً دیکھی گئی ہے کہ جو واقعات اسلاف سے نقل کیے جاتے ہین وہ اتنے موثر نہین ہوتے جتنا کہ اپنی سرگذشت اور روداد کا بیان موثر ہوتا ہے بشرطیکہ بیان کرنے والا نہایت فصیح و بلیغ اور اپنے جذبات ادا کرنے پر قادر ہو کیونکہ جو روایت ایک واسطے سے سُنی جاتی ہے اُس کا یقین بہ نسبت اُس روایت کے زیادہ ہوتا ہے جو متعدد واسطون سے سنی جائے۔ دوسرے ناقل اپنی سرگذشت کو بہ نسبت اخبار ماضیہ کے زیادہ پرجوش الفاظ مین بیان کرسکتا ہے۔ گلستان اور بوستان مین چونکہ شیخ نے زیادہ تر اپنے ہی واقعات لکھے ہین اور اُن سے نتائج استخراج کیے ہین اسلیے اُن کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور ناظرین کو زیادہ پسند آتے ہین خصوصاً اِس وجہ سے کہ شیخ جیسا جادو بیان اُن کو بیان کرتا ہے ایسی مثالون سے دونون کتابین بھری ہوئی ہین۔ یہان صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎

مثال ۱ -

به صنعا درم طفلے اندر گذشت	چه گویم کزانم چه بر سر گذشت
قضا نقش یوسف جمالے نکرد	که ماهی گورش چو یونس نخورد
درین باغ سروے نیامد بلند	که باد اجل بیخش از بن نکند
عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت	که چندین گل اندام در خاک خفت
بدل گفتم اے ننگ مردان بمیر	که کودک رود پاک و آلوده پیر
ز سودا و آشفتگی بر قدش	برانداختم سنگے از مرقدش
ز هولم دران جائے تاریک و تنگ	بشورید حال دگر دید رنگ

چو باز آمدم زان تغیر بہوشش — ز فرزند دلبندم آمد بگوش
گرت وحشت آمد ز تاریک جاے — بہش باش و با روشنائی دراے
شب گور خواہی منور چو روز — ازینجا چراغ عمل بر فروز
تن کارکن مے بلرزد ز تپ — مبادا کہ نخلش نیارد رطب
گروہے فراوان طمع ظن برند — کہ گندم نیفشاندہ خرمن برند
بران خورد سعدی کہ بیخے نشاند — کسے برد خرمن کہ تخمے فشاند

۱۴- جب اُسکو کسی نیک کام کی ترغیب دینی ہوتی ہے تو ایسے غریب اور اجنبی مباحث پیش نہین کرتا جو لوگون کے خیالات مین بہت کم گذرتے ہین بلکہ ایسی معمولی باتین یاد دلاتا ہے جو اُس کام کی نسبت ہمیشہ خاص وعام کے دل مین گزرتی ہین اور اُنکی آنکھون کے سامنے پیش آتی رہتی ہین - اور جب کسی امر پر اُسکو تنبہ کرنا منظور ہوتا ہے تو ایسے صاف اور صریح نتیجے سوجھاتا ہے جو دنیا مین ہمیشہ دیکھے جاتے ہین - وہ کوئی نئی بات نہین سکھاتا بلکہ بھولی ہوئی باتون کو یاد دلاتا ہے یہی سبب ہے کہ اُسکے بیان کی طرف خود بخود لوگون کے دل کھچے جاتے ہین اور اُسکے کلام مین ایسا مزہ آتا ہے جیسے کوئی مدت کی کھائی ہوئی لذیذ چیز برسون کے بعد سامنے آتی ہے اور نہایت رغبت اور شوق سے کھائی جاتی ہے ؏

مثال ا — پدر مردہ را سایہ بر سر فگن — غبارش بیفشان و خارش بکن
چو بینی یتیمے سر افگندہ پیش — مدہ بوسہ بر روئ فرزند خویش
یتیم ار بگرید کہ نازش خرد — وگر خشم گیرد کہ بارش برد

الا تا نگرید کہ عرش عظیم / بلرزد ہمے چون بگرید یتیم

برحمت بکن آبش از دیدہ پاک / بشفقت بیفشانش از چہرہ خاک

اگر سایۂ او برفت از سرش / تو در سایۂ خویشتن پرورشس

من آنگہ سر تاجور داشتم / کہ سر در کنار پدر داشتم

اگر بر وجودم نشستی مگس / پریشان شدے خاطر چند کس

کنون گر بزندان برندم اسیر / نباشد کس از دوستانم نصیر

مرا باشد از درد طفلان خبر / کہ در طفلی از سر برفتم پدر

مثال ۲ پسر چون ز دہ برگذشتش سنین / ز نامحرمان گو فراتر نشین

بر پنبہ آتش نشاید فروخت / کہ تا چشم برہم زنی خانہ سوخت

چو خواہی کہ نامت بماند بجائے / پسر را خردمندی آموز و رائے

کہ گر عقل و رایش نباشد بسے / بمیری و از تو نماند کسے

بسا روزگارا کہ سختی برد / پسر چون پدر نازکش پرورد

خردمند و پرہیزگارش برار / گرش دوست داری بنازش مدار

بخردی درش زجر و تعلیم کن / بہ نیک و بدش وعدہ و بیم کن

نوآموز را ذکر و تحسین و زہ / ز توبیخ و تہدید استاد بہ

بیاموز پروردہ را دست رنج / وگر دست داری چو قارون بگنج

مکن تکیہ بر دستگاہے کہ ہست / کہ باشد کہ نعمت نماند بدست

بپایان رسد کیسهٔ سیم و زر ‏ ‏ نگردد تهی کیسهٔ پیشه ور

چه دانی که گردیدنِ روزگار ‏ ‏ بغربت بگرداندش در دیار

چو بر پیشهٔ باشدش دسترس ‏ ‏ کجا دستِ حاجت برد پیش کس

ندانی که سعدی مکان از چه یافت ‏ ‏ نه هامون نوشت و نه دریا شگافت

بخردی بخورد از بزرگان قفا ‏ ‏ خدا دادش اندر بزرگی صفا

هر آن طفل کو جور آموزگار ‏ ‏ نه بیند-جفا بیند از روزگار

پسر را نکو دار و راحت رسان ‏ ‏ که چشمش خانه بدستِ کسان

هر آنکس که فرزند را غم نخورد ‏ ‏ دگر کس غمش خورد و آواره کرد

نگهدار از آمیزگارِ بدش ‏ ‏ که بدبخت و بی ره کند چون خودش

پسر کو میانِ قلندر نشست ‏ ‏ پدر گو ز خیرش فرو شوی دست

دریغش مخور بر هلاک و تلف ‏ ‏ که پیش از پدر مرده به ناخلف

یہ خصوصیتین جو گلستان اور بوستان مین ہمنے بتائی ہین زیادہ غور کرنے سے اور بھی بہت سی باتین ایسی نکل سکتی ہین جو ان کتابون کی مزید شہرت اور قبولیت کا باعث ہوئی ہین مگر ہم انہین پر اقتصار کر کے اب شیخ کی غزلیات پر نظر ڈالتے ہین

غزلیات شیخ

غزلیات کی ترتیب کا طریقہ جو فی زمانناً فارسی اور اُردو دیوانون مین مروّج ہے اِس طریقے پر غالباً سب سے اوّل شیخ ہی کا دیوان مدوّن کیا گیا ہے کیونکہ شیخ سے پہلے کے بعض دیوان غزلیات مثل خاقانی وغیرہ اب تک مجموعۂ قصائد کی طرح غیر مرتب اور پراگندہ طور پر لکھے ہوئے ملتے ہین۔

علی بن احمد بے ستون جامع کلیات شیخ نے اول ہر غزل کے مطلع کا حرف لیکر شیخ کے تمام دیوان بہ ترتیب حروف تہجی جمع کیے تھے۔ آخر اِس ترتیب مین یہ قباحت نکلی کہ جس غزل کا مطلع معلوم نہو اُس کا دیوان مین ملنا دشوار تھا۔ چنانچہ شیخ کی وفات کے بیالیس برس بعد اُسنے دوبارہ شیخ کے سب دیوان موجودہ طریقے پر مرتب کیے اور پھر یہ ترتیب عموماً جاری ہوگئی۔

شیخ کی غزلیات کے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا چار دیوان ہین جن مین سب سے بڑا دیوان موسوم بہ طیبّات ہے۔ باقی تین دیوان اِس سے چھوٹے ہین اگرچہ اِن مین بعض دیوان ابتدائے عمر کے اور بعض سن کہولت اور پیری کے زمانے کے ہین۔ مگر شیخ کا انداز بیان ابتدا ہی سے تغزل مین ایسا صاف اور سلیس ہے کہ چارون دیوانون مین باعتبار صفائی اور سلاست کے بہت کم تفاوت محسوس ہوتا ہے۔ شاعر کے کلام مین ہمیشہ صفائی اور گھلاوٹ ایک مدّت کی مشق و مہارت کے بعد آتی ہے۔ عنفوان شباب کا کلام ویسا صاف اور شستہ نہین ہوتا جیسا سن کہولت اور بڑھاپے کا ہوتا ہے مگر شیخ کا کلام اِس سے مستثنیٰ ہے۔ البتہ طیبّات اور بدائع جو جوانی اور کہولت کے زمانے کے دیوان ہین اُن مین اور دیوانون کی

نسبت خیالات کی نزاکت اور زور بیان زیادہ پایا جاتا ہے۔

شیخ کے دیوان کو اکثر تذکرہ نویسون نے نمکدانِ شعرا لکھا ہے اگرچہ اِس سے پہلے انوری وخاقانی وظہیر وغیرہ کی غزلیات موجود تھین اور قدما کے قصائد مین بھی مثل متاخرین کے اکثر تشبیهون مین تغزل یعنی عاشقانہ اشعار ہوتے تے۔ مگر اُسوقت غزل مین یہ لذت نہ تھی جو شیخ نے اپنی جادو بیانی سے پیدا کی پہلے شاعری کا مدار زیادہ تر قصیدے اور مثنوی پر تھا۔ بعضے دوبیتی (یعنی رباعی) اور قطعے کے سوا اور کچھہ نہ کہتے تھے۔

شیخ نے غزل کو ایسا رنگین اور بامزہ کر دیا کہ لوگ قصیدے اور مثنوی کو چھوڑ کر غزل پر ٹوٹ پڑے۔ غزل گویون کے نام یا تو انگلیون پر گنے جا سکتے تھے یا لاکھون سے متجاوز ہوگئے اسی واسطے بعض شعرا نے شیخ کو غزل کا پیمبر کہا ہے۔ مگر کلام کی نمکینی اور شیرینی محض وجدانی کیفیتین ہین جو بدون ذوقِ سلیم کے ہرگز معلوم نہین ہوسکتین۔ بس صرف یہ کہدینا کہ اُس کا دیوان نمکدانِ شعرا ہے یا وہ غزل کا پیمبر ہے اُنہین کے لیے کافی ہے جو شعر کا پورا پورا مذاق رکہتے ہین اُن کے سوا اور لوگ جبتک کوئی صریح مابہ الامتیاز شیخ اور قدما کی غزل مین بیان نہ کیا جائے نہین سمجھہ سکتے کہ شیخ کی غزل کو کیا فوقیت ہے۔ لیکن وجدانیات مین فرق بتانا کچھہ آسان کام نہین ہے۔

مین نے شیخ اور انوری وخاقانی وظہیر کی غزلیات کو صرف اس غرض سے دیکھا کہ وہ تفاوت جو شیخ اور قدما کی غزلیات مین ہے صاف صاف معلوم ہو۔ مجھکو چند باتین شیخ کے دیوان مین ایسی ملی ہین جو قُدما کے کلام مین یا تو بالکل نہین یا بہت کم پائی جاتی ہین میرے

نزدیک یہی وہ خصوصیتین ہین جنہون نے غزل کو نہایت بامزہ اور لطف انگیز اور مرغوب طبائع خاص وعام کردیا ہے۔

۱۔ شیخ اکثر غزل کی بحر اور زمین ایسی اختیار کرتا ہے جو تغزل اور تغنی کے واسطے بہت مناسب ہوتی ہے۔ نظم مین سب سے بڑا کرشمہ جو کہ اکثر اُس کو نثر سے زیادہ دلفریب اور دلکش کردیتا ہے وزن اور قافیہ ہے۔ پس ظاہر ہے کہ شگفتہ زمین اور مضمون کے مناسب وزن اختیار کرنے سے نظم کی دلفریبی زیادہ ہوجائیگی۔ اسی لیے شیخ کی غزلیات ابتدا سے وجد وسماع کی مجلسون مین گائی جاتی تہین۔ علی بن احمد جامع کلیات شیخ جس نے شیخ سے ۲۶ برس بعد اسکا کلام جمع کیا۔ اپنا مشاہدہ لکہتا ہے کہ ایک جگہہ رات کو مجلس سماع منعقد تہی جسمین شیخ کی یہ غزل گائی گئی تہی

نظر خدای بینان ز سر ہوا نباشد	سفر نیازمندان ز رہ خطا نباشد

مجلس کے خاص وعام جابجا بے ہوش اور از خود فراموش پڑے ستے اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد سب کا اس بات پر اتفاق تھا کہ مدتِ عمر مین ایسا سماع نہین دیکھا۔ مین لکھتا ہون کہ ایکبار مینے بھی ایک بزرگ کو جو سماع سے ہمیشہ پرہیز کرتے تہے شیخ کے ایک مطلع پر جو قوال نے بے مزامیر کے اُن کے سامنے گایا تہا دیکھا کہ اُن کا تمام بدن کانپنے لگا تھا اور آنکھون سے برابر آنسو جاری تہے اور یہ کیفیت اُنپر بہت دیر تک طاری رہی تہی وہ مطلع یہ تہا

اے کہ آگاہ نۂ عالمِ درویشان را	تو چہ دانی کہ چہ سوداسرست ایشان را

۲۔ شیخ کی غزل کو اُس جبلی عشق ومحبت نے جو اُسکی بات بات سے ٹپکتی ہے اور بہی زیادہ چمکا دیا تھا۔ عرب اور عجم کے تمام شعرا جو عاشق مزاج ہوئے ہین ان کی تشبیب اور تغزل مین ایک

خاص حالت پائی جاتی ہے - جو اورون کے کلام مین نہین پائی جاتی - چنانچہ شیخ ایک جگہہ خود فرماتے ہین " آنکہ نشنیدست ہرگز بوئے عشق - گو بشیراز آؤ خاکِ ما ببوی " یہی سبب ہے کہ وہ حسن و عشق وصل و جدائی - یاس و امید - صبر و مجبوری - وعدہ و انتظار اور دیگر لوازم عشق کی جو کیفیتین بیان کرتا ہے اُن مین بالکل تصنّع نہین پایا جاتا اور وہ سب ایسی باتین ہوتی ہین جو اُس عالم مین ہر شخص پر گزرتی ہین - اسی واسطے عشاق کے دل پر اُن کا زیادہ اثر ہوتا ہے ایسے اشعار سے شیخ کے چارون دیوان بھرے پڑے ہین - مگر چند شعر بطور نمونے کے یہان لکھے جاتے ہین ؎

مقدار یار ہمنفس چون من نداند ہیچکس	ماہی کہ در خشک اوفتد قیمت بداند آب را
ایکہ گفتی ہیچ مشکل چون فراقِ یار نیست	گر امید وصل باشد آنچنان دشوار نیست
ہر کو ہمہ عمر ش سودائے گلے بودہ ست	داند کہ چرا بلبل دیوانہ ہمے باشد
دل و جانم بتو مشغول و نگہ بر چپ و راست	تا ندانند رقیبان کہ تو منظور منی
دیگران چون بروند از نظر از دل بروند	تو چنان در دلِ من رفتہ کہ جان در بدنے
گفتہ بودم کہ رخت بر بندم	تا رہِ بصرہ گیرم و بغداد
دست از دامنم نمے دارد	خاکِ شیراز و آبِ رُکنا باد
ہزار جہد بکردم کہ سر عشق بپوشم	نبود بر سر آتش میسّرم کہ نجوشم
بہ زخم خوردہ حکایت کنم ز دستِ جراحت	کہ تندرست ملامت کند چو من بخروشم
نفحاتِ صبح دانی ز چہ روی دوست دارم	کہ بروی دوست ماند کہ برافگند نقابے

برواے گدای مسکین و درے دگر طلب کن
کہ ترا بار گفتی و نیامدت جوابے

شربتے تلخ۔ از دورِ فراقت باید
تا کند لذتِ وصلِ تو فراموش مرا

بر عندلیبِ عاشق گر بشکنی قفس را
از ذوقِ اندرونش پرواے در نباشد

برقِ یمانی بجست بادِ بہاری بخاست
طاقتِ مجنون نماند خیمۂ لیلی کجاست

۳ ۔ اکثر وہ ایسے شعر کہتا ہے جن سے مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص موقع ہے اور وہان جو حالت اُسنے آنکھون سے دیکھی ہے یا جو کیفیت اوس کے دل پر گذری ہے اُسکو بیان کر رہا ہے ۔ اس قسم کے اشعار اکثر ایسے موقعون پر جہان اُسی طرح کی کیفیت پیش آتی ہے نہایت مزا دیتے ہین مثلاً ؎

ای روبہک چرا ننشستی بجای خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزاے خویش

ساربان آہستہ ران کارامِ جان در محمل ست
اشتران را بار بر پشت ست و ما را بر دل ست

چہ رویست اینکہ پیش کاروان ست
مگر شمعے بدستِ ساربان ست

سلیمان ست گوئی در عماری
کہ بر بادِ صبا تختش روان ست

ز ردی کارِ من برقع برانداخت
بیکبار آنکہ در برقع نہان ست

شتر پیشی گرفت از من برفتار
کہ بر من پیش ازان بارِ گران ست

بدار اے ساربان محمل زمانے
کہ عہدِ وصل را آخر زمان ست

یا ربار افتادہ را در کاروان بگذاشتند
بیوفا یاران کہ بربستند بار خویش را

ہر کرا در خاکِ غربت پاے در گل ماند ماند
گو دگر در خواب خوش بیند دیار خویش را

پیوند روح میکند این باد مشک بیز — هنگام نوبت سحر ستای ندیم خیز

شاہد بخوان و شمع بسوزان و گل بنہ — عنبر بسای و عود بسوزان و گل بریز

خادمہ سرای را گو در حجرہ بند کن — تا بہ سہر جشنور مارہ نبرد موسوسے

۴ - وہ اکثر حالات و واردات کو جو اسکے دل پر گذرتے ہین تمثیلات مین بیان کرکے کلام کو نہایت بلیغ اور بلند کر دیتا ہے - اس قسم کی تمثیلات حکیم سنائی اور مولانا روم کے کلام مین بھی بہت پائی جاتی ہین - مثلاً ؎

بگنج شایگان افتادہ بودم — ندانستم کہ در گنج اند ماران

اے برادر ما بگرداب اندر یم — وانکہ شفقت میزند بر ساحل ست

رطب شیرین و دست از نخل کوتاہ — زلال اندر میان و تشنہ محروم

اُستادِ کیمیا را بسیار زر بباید — در خاک تیرہ کردن تا آنکہ زر بباشد

۵ - شیخ کی غزل مین باوجود کمال سادگی اور صفائی کے اکثر ایک نزاکت اور چوچلا پایا جاتا ہے جس سے قدما کی غزل معرا معلوم ہوتی ہے وہ ایک سیدھی سی بات کو ہیر پھیر کر ایسے لطیف خوشنما پیرایے مین ادا کر دیتا ہے جسکو دیکھکر حیرت ہوتی ہے - وہ سنگریزون کو ترتیب دیکر موتیون کی لڑی سے زیادہ خوشنما اور گران بہا بنا دیتا ہے - مثلاً ؎

بود ہمیشہ پیش از ین رسم تو بیگنہ کُشی — از چہ مرا نمی کشی من چہ گناہ کردہ ام

خلق را بیدار باید بود ز آب چشم من — وین عجب کان وقت میگریم کہ کس بیدار نیست

من ندانستم از اوّل کہ تو بیمہر و وفائی — عہد نابستن از ان بہ کہ بہ بندی و نپائی

دوستان عیب کنندم که چرا دل بتو دادم	باید اوّل بتو گفتن که چنین خوب چرائی
گفته بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم	چه بگویم که غم از دل برود چون تو بیائی
من آن نیم که حلال از حرام نشناسم	شراب با تو حلال ست و آب بی تو حرام

اِس خاصیّت مین شیخ کی غزل سے جو نسبت قُدما کی غزل کو ہے اُسکا اندازہ شیخ کے چند اشعار کا مقابلہ قُدما کے اشعار کے ساتھ کرنیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اِس مقام پر دو شعر خاقانی اور انوری کے اور اُن کے ہم مضمون اشعار شیخ کے دیوان سے نقل کیے جاتے ہین۔

انوری	سعدی
روی چون ماہ آسمان داری	سرو را مانی ولیکن سرو را رفتار نیست
قدّ چون سرو بوستان داری	ماہ را مانی ولیکن ماہ را گفتار نیست
ایضاً	**ایضاً**
ہمہ با من جفا کنند لیکن	قادری بر ہر چہ میخواہی بجز آزار من
بجفا ہیچ از و نیاز ارم	زانکہ گر شمشیر بر فرقم زنی آزار نیست
خاقانی	**ایضاً**
برخت چہ چشم دارم کہ نظر دریغ داری	ہمہ چشمیم تا برون آئی
برہت چہ گوش دارم کہ خبر دریغ داری	ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی
ایضاً	**ایضاً**
شاد باش از حسن خود کہ وصف تو سحر حلال	ہر دم از شاخ زبانم میوۂ تر میرسد

طبع خاقانی به نظم آورد دو دیوان تازہ کرد	بوستانہا رستہ زان تخمیکہ در دل کاشتی

۶۔ سب سے بڑی بات جو شیخ اور قدما کی غزل مین مابہ الامتیاز ہے اور جس کے سبب سے اُس کے دیوان کو نمکدان شعر لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ کی غزل کا مدار زیادہ تر مضامین مندرجہ ذیل پر ہے تصوف اور درویشی۔ عشق حقیقی کو عشق مجازی کے پیرایے مین ادا کرنا اور شاہد مطلق کے شیون اور صفات کو زلف و خال و خط و لب و دندان وغیرہ سے تعبیر کرنا۔ کاملین اور عرفا و مشائخ پر رند۔ بادہ خوار میفروش۔ پیر خرابات وغیرہ کے الفاظ اطلاق کرنے اور اُن کے حالات اور واردات کو شراب و نغمہ و دف و چنگ وغیرہ کے لباس مین ظاہر کرنا۔ سلوک اور فقیری کے مدارج مقامات یعنی صبر و رضا و تسلیم و توکل و قناعت وغیرہ کو نئے نئے عنوان اور اسلوب سے بیان کرنا۔ محتسب و زاہد و فقیہہ اور ایسے لوگون پر جو مذہب کی رو سے محلّ ادب ہین طعن و تعریض کرنی اور غیر متشرّع اور آزاد لوگ جو از روے مذہب قابل توہین و مذمّت ہین اُنکی خوبی ظاہر کرنی۔ دنیا کی بے ثباتی اور انقلابات کو طرح طرح سے جتانا۔ ناصحون کی نصیحت سے نفرت اور رسوائی و بدنامی کی رغبت ظاہر کرنی۔ عقل و دانش کی جا بجا توہین اور عشق مجازی کو عشق حقیقی کا زینہ قرار دیکر اُسکی تعریف کرنی۔ ساقی و مطرب کو بار بار پکارنا اور اُن سے شراب و نغمے کا اسلیے طلبگار ہونا کہ دنیا کے تعلقات سے انقطاع میسّر آسکے۔ باد صبا اور نسیم سحری اور بوی گل کو اکثر مخاطب کرنا اور اُن کو قاصد و پیغامبر ٹہرا کر اپنی آرزوئین اور مرادین اور حسرتین اُن سے بیان کرنی وغیرہ وغیرہ یہ تمام عنوان ہر شخص کو مرغوب ہوتے ہین مثلاً عشق حقیقی کی واردات اور کیفیات عشق مجازی کے پیرایے مین بیان کرنی اور زلف و خال

وخط سے شاہد مطلق کے شیون اور صفات مراد لینی زیادہ دلکش اور موثر ہین بہ نسبت
اسکے کہ کھلی سورٹھ گائی جائے - یعنی عشق حقیقی کو صاف صاف اس طرح بیان کیا جائے
جیسے اکثر اونی درجے کے شاعر یا موزون طبع مولوی اور واعظ نظم مین توحید و مناجات وغیرہ
لکھا کرتے ہین - حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران		گفتہ آید در حدیث دیگران	

اسی طرح واعظ - زاہد - شیخ - قاضی - صوفی - محتسب - اور ایسے اشخاص کو جنکی مذہب
مین تعظیم کی جاتی ہے - ریاکاری اور مکر اور سالوس وغیرہ کے بہانے سے لتاڑنا اور رند
اوباش اور حسن پرست و بادہ خوار لوگون کو اُن کی صاف باطنی - آزادی اور بے ریائی کی
وجہ سے تعریف کرنی بہ نسبت اسکے کہ رندون کو ملامت کی جائے اور متشرع لوگون کی تعریف
کی جائے زیادہ مزیدار ہے اور زیادہ توجہ سے سنا جاتا ہے -

اگرچہ اِن مین سے بعض عنوان جستہ جستہ قدما کی غزل مین بھی پائے جاتے ہین لیکن
شیخ کے ہان اول تو کثرت سے ہین اور دوسرے اُس کے حسن بیان نے اُن کو بہت بامزہ
اور لطف انگیز کر دیا ہے - شیخ کے بعد اول حضرت امیر خسرو اور میر حسن دہلوی نے اِس خصوصیت
مین شیخ کا تتبع کیا ہے کیونکہ شیخ نے اپنے چارون دیوان جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے -
ملتان مین خان شہید کے پاس جس کے ہان امیر خسرو نوکر تھے اپنی زندگی ہی مین بھیجدیے
تھے - اسوقت حضرت امیر کی عمر تیس برس سے بھی کچھہ کم تھی اور شاعری مین ترقی کرنے
کے لیے اُن کے آگے ایک وسیع میدان موجود تھا - وہ اگرچہ اور اصناف سخن

مین جیساکہ مثنوی نہ سپہر[1] مین لکھتے ہین اپنے تئین شیخ سے بہتر سمجھتے تھے مگر شیخ کی غزل کو وہ بھی مانتے تھے - چنانچہ ایک جگہہ فرماتے ہین ؎

"خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت		شیرہ از خمخانہ مستی کہ در شیراز بود"	

نیز جس طرح شیخ نے بچپن کے زمانے کی غزلون کا نام غزلیات قدیم اور جوانی اور کہولت کی غزلیات کا نام طیبات اور بدائع اور آخر عمر کی غزلیات کا نام خواتیم رکھا ہے اسی طرح حضرت امیر نے بھی عمر کے چار زمانون کے موافق چار دیوان مرتب کیے ہین - تحفۃ الصغر - وسط الحیوٰۃ غرۃ الکمال - بقیہ نقیہ - ان قرینون کے سوا حضرت امیر کی غزلیات سے بھی صاف پایا جاتا ہے کہ وہ سعدی کے تتبع سے خالی نہ تھے - امیر خسرو کے بعد خواجہ حافظ شیراز نے بھی غزل کی بنیاد زیادہ تر انہین خیالات پر رکھی ہے جن کو سب سے اول شیخ نے چمکایا تھا مگر ان مین بعض مضامین کو خواجہ حافظ نے ایسی رونق دی ہے کہ وہ انہین کا حصہ ہو گئے ہین - جیسے تصوف شراب - اہل ظاہر پر خردہ گیری دنیا کی بے ثباتی عقل و تدبیر کی توہین - عشق و جوانی کی ترغیب وغیرہ وغیرہ -

[1] نہ سپہر کے اشعار یہ ہین ؎

کس نہ بیبت رسو نظم دلگیر		کہ نگردد بدے منزل گیر	
چون نماند بہ دل سے خلقے یاد		گرچہ شد زادہ ہمان دان کہ نزاد	
تا بجائے کہ حد پارسیان		اندرین عہد دو تن گشت عیان	
زان یکے سعدی و ثانیش ہمام		ہر دو را در غزل آئین تمام	
لیک اگر سوے دگر یازے ہست		شعر شان ہست بدان گو نہ کہ ہست	

اب ہم کچھ غزلیں اور اشعار شیخ کے دیوان میں سے ایسے نقل کرتے ہیں جن میں مضامین مذکورۂ بالا زیادہ تر باندھے گئے ہیں ۔

برخیز تا یکسو نهیم این دلق ازرق فام را / بر باد قلاشی دهیم این شرک تقوی نام را

می با جوانان خوردنم خاطر تمنا میکند / تا کودکان در پی فتند این پیر درد آشام را

زین تنگنای خلوتم خاطر به صحرا می کشد / کز بوستان باد سحر خوش میدهد پیغام را

غافل مباش ار عاقلی دریاب گر صاحبدلی / باشد که نتوان یافتن دیگر چنین ایام را

جائیکه سرو بوستان با پای چوبین میرود / ما نیز در رقص آوریم آن سرو سیم اندام را

وقت طرب خوش یافتیم آن دلبر طناز را / ساقی بیار آن جام می مطرب بساز آن ساز را

امشب که بزم عارفان از شمع رویت روشنست / آهسته تا نبود خبر رندان شاهد باز را
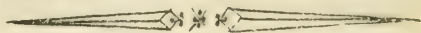
روی خوش و آواز خوش دارند هر یک لذتی / بنگر که لذت چون بود محبوب خوش آواز را
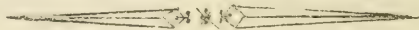
جان ندارد هر که جانانیش نیست / تنگ عیش ست آنکه بستانیش نیست

گر دلی داری بدلداری سپار / ضایع آن کشور که سلطانیش نیست

ماجرای عقل پرسیدم ز عشق / گفت معزول ست و فرمانیش نیست

درد عشق از تندرستی خوشترست / گرچه غیر از صبر درمانیش نیست
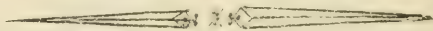
چنان بموی تو آشفته‌ام ببوی مست
که نیستم خبر از هرچه در دو عالم هست

دگر بروی کسم دیده بر نمی باشد
خلیل من همه بتهای آذری بشکست

غلام همت آنم که پای بند یکیست
بجانبی متعلق شد از هزار برست

نگاه من بتو و دیگران بتو مشغول
معاشران ز می و عارفان ز ساقی مست

برادران و عزیزان نصیحتم مکنید
که اختیار من از دست رفت و تیر از شست

خوشتر از دوران عشق ایام نیست
بامداد عاشقان را شام نیست

مطربان رفتند و صوفی در سماع
عشق را آغاز هست انجام نیست

از هزاران در یکی گیرد سماع
زانکه هر کس محرم پیغام نیست

هر کسی را نام معشوقی که هست
میبرد معشوق ما را نام نیست

باد صبح و خاک شیراز آتشیست
هر که او در وی گرفت آرام نیست

سعدیا چون بت شکستی خود مباش
خود پرستی کمتر از اصنام نیست

دلی که عاشق و صابر بود مگر سنگست
ز عشق تا بصبوری هزار فرسنگست

برادران طریقت نصیحتم مکنید
که توبه در ره عشق آبگینه و سنگست

دگر بخفیه نمی بایدم شراب و سماع
که نیکنامی در دین عاشقان ننگست

چه تربیت شنوم یا چه مصلحت بینم
مرا که چشم بساقی و گوش بر چنگست

بخشم رفتهٔ مارا که میبرد پیغام
بیا که ما سپر انداختیم گر جنگست

بیادگار کسے دامنِ نسیم صباح
گرفته ایم وچه حاصل که باد در چنگست

بکش چنانکه توانی که بے مشاهده است
فراخنای جهان بر وجودِ ما تنگست

ملامت از دلِ سعدی فرو نشوید عشق
سیاهی از حبشی چون رود که خود رنگست

دوش بے روی تو آتش بسرم بر میشد
آبم از دیده همیرفت و زمین تر میشد

تا به افسوس بپایان نرود عمرِ عزیز
همه شب ذکر تو میرفت و مکرّر میشد

چشم مجنون چو بخفتے همه لیلی دیدے
مدعی بودگرش خواب میسّر میشد

یارب آن صبح کجا رفت که شبهاے دگر
نفسے میزد و آفاق منوّر مے شد

سعدیا عقدِ ثریا مگر امشب بگسیخت
ورنه هر شب ز گریبان سحر بر مے شد

متقلّب درونِ جامهٔ ناز
چه خبر دارد از شبانِ دراز

جهد کردم که دل بکس ندهم
چه توان کرد با دو دیدهٔ باز

محتسب در قفاے رندان ست
غافل از صوفیانِ شاهد باز

از تو با مصلحتِ خویشتن نمی پردازم
همچو پروانه که مے سوزم و در پروازم

گر تو خواهی که بجوئی دلم امروز بجوی
ورنه بسیار بجوئی و نیابی بازم

من خراباتی و دیوانه ام و عاشق و بس / بهشیر زین چه حکایت بکنند غمازم

ماجرای دل دیوانه بگفتم بطبیب / که همه شب در چشمیست بفکرت بازم

گفت زین نوع شکایت که تو داری سعدی / درد عشق است ندانم که چه درمان سازم

* * *

برخیز تا طریق تکلف رها کنیم / دکان معرفت بدو جو پر بها کنیم

گر دیگر آن نگار قبا پوش بگذرد / ما نیز جامهای تصوف قبا کنیم

* * *

ساقیا می ده که ما دردی کش میخانه ایم / با خرابات آشنا و از خرد بیگانه ایم

خویشتن سوزیم و جان بر سر نهاده شمع دار / هر کجا در مجلسی شمعیست ما پروانه ایم

اهل دانش را درین گفتار با ما کار نیست / عاقلان را کی زبان دارد که ما دیوانه ایم

خلق میگویند جاه و فضل در فرزانگیست / گو مباش اینها که ما رندان نافرزانه ایم

عیب تست ار چشم گوهر بین نداری ورنه ما / هر یک اندر بحر معنی گوهر یکدانه ایم

* * *

دو چشم مست میگونش ببرد آرام هشیاران / دو خواب آلوده بربودند عقل از دست بیداران

نصیحت گوی را از من بگو ای خواجه در کش / که سیل از سر گذشت آنرا که میترسانی از باران

چه بویست آنکه عقل از من ببرد و صبر و هشیاری / ندانم باغ فردوس است و یا بازار عطاران

تو با این مردم کوته نظر در چاه کنعانی / بمصر آ تا پدید آیند یوسف را خریداران

ای که ز دیده غایبی در دل ما نشسته / حسن تو جلوه میکند وین همه پرده بسته
خاطر عام برده خون خواص خورده / با همه عهد کرده خود ز کمند جسته
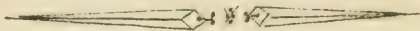
می بر زند ز مشرق شمع فلک زبانه / ای ساقی صبوحی درده می شبانه
عقلم بزد لختی چند اختیار دانش / هوشم ببر زمانی تا کی غم زمانه
صوفی چگونه گردد گرد شراب صافی / گنجشک را نگنجد عنقا در آشیانه
آن کوزه بر کفم نه کآب حیات دارد / هم طعم نار دارد هم رنگ ناردانه
گرمی بجان دهندت بستان که پیش دانا / زآب حیات خوشتر خاک شرابخانه
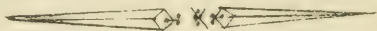
هر روز بادی بر دارد ز بوستان گلی / مجروح میکند دل مسکین بلبلی
روییست ماه پیکر و موییست مشکبوی / هر لاله که میدمد از خاک و سنبلی
بالای خاک هیچ عمارت نکرده اند / کز وی بدیر و زود نباشد تحوّلی
مکروه طلعتیست جهان فریبناک / بر باد داد کرده به شوخی تجمّلی
وی بوستان و خرّم صحرای لاله زار / وز بانگ مرغ در چمن افتاده غلغلی
دامن ز خارهای مغیلان کشیده تیغ / گویی که خود نبود درین بوستان گلی
دنیا پلیست رهگذر دار آخرت / اهل تمیز خانه نگیرند بر پلی
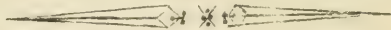
ایکه آگاه نه عالمِ درویشان را — توچه دانی که چه سودا به سرست ایشانرا

گنجِ آزادگی و کنجِ قناعت ملکیست — که بشمشیر میسّر نشود سلطان را

طلب منصبِ فانی نکند صاحب عقل — عاقل آنست که اندیشه کند پایان را

جمع کردند و نهادند و بحسرت رفتند — وین چه دارد که بحسرت نگذارد آن را

در ازل بود که پیمانِ محبّت بستند — نشکند مرد اگرش سر برود پیمان را

عاشقی سوخته بی سر و سامان دیدم — گفتم ای یار مکن در سرِ فکرت جان را

نفسی سر برآورد و ضعیف از سرِ درد — گفت بگذار منِ بی سر و بی سامان را

پند دلبند تو در گوشِ من آید هیهات — منکه بر درد حریصم چه کنم درمان را

سعدیا عمرِ عزیزست بغفلت مگذار — وقت فرصت نشود فوت مگر نادان را
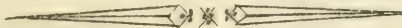
لاابالی چه کند دفترِ دانائی را — طاقتِ وعظ نباشد سرِ سودائی را

دیده را فائده آنست که دلبر بیند — ورنه بیند چه بود فائده بینائی را

همه دانند که من سبزهٔ خط دارم دوست — نه چو دیگر حیوان سبزهٔ صحرائی را

سعدیا نوبتی امشب دهلِ صبح نکوفت — یا مگر صبح نباشد شبِ تنهائی را
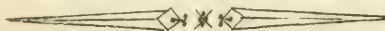
شبی و شمعی و گوینده و زیبائی — ندارم از همه عالم جز این تمنائی

فرشته رشک برد بر جمالِ مجلسِ من — گر التفات کند چون تو مجلس آرائی

ضرورتست بلا دیدن و جفا بردن — زدستِ آنکه ندارد وجبن ہمسائے

قیامت ستکہ در روزگار با برخاست — بہ راستی کہ بلا ئیست آن نہ بالائے

وگرچہ بینی اگر روا زو بگر دانی — کہ نیست خوشتر از و در جہان تماشائے

وگر کنی نظر از دور کن کہ نزدیکست — کہ سر ببازی اگر بیشتر نہی پائے

عالم کہ عارفان را گویند نظر بدوزند — گر یار ما بہ بیند صاحب نظر بباشد

زیرا کہ بادشاہے چون بقعۂ بگیرد — بنیاد حکمِ اوّل زیر و زبر بباشد

دیوانہ را کہ گوئی ہشیار باش و عاقل — ترسم کہ از نصیحت دیوانہ تر بباشد

ساقی بیار جامے مطرب بگوی چیزی — لب بر دہانِ نے نہ تا نیشکر بباشد

بوسے زلف تو با با و عیشہا دارم — اگرچہ عیب کنندم کہ باد پیمائیست

ترا ملامتِ سعدی حلال کیے باشد — کہ بر کنار ی و او در میان دریائیست

الغرض شیخ سے پہلے تغزل کا میلان زیادہ تر عشق مجازی کی طرف تھا اور عشق مجازی کے متعلق بھی صرف وہ بیرونی اور ظاہری حالتین بیان کی جاتی تھین جو عام عشقبازون کی زبان پر جاری ہوتی ہین - شیخ نے اپنی غزل مین ایسی باتین کم لکھی ہین بلکہ وہ اکثر عشق و محبت کے پوشیدہ اسرار و غوامض اور عمیق کیفیات اور اندرونی حالات بیان کرتا ہے جو دلبستگی کے زمانے مین ہر انسان پر گذرتے ہین لیکن ہر شخص ان کو بیان نہین کر سکتا بلکہ یہ

بھی نہین سمجھ سکتا کہ مجھ پر کیا گذر رہا ہے - مثلاً یہ بات عشقبازون اور بوالہوسون سے زبان زد ہوتی ہے کہ معشوق کی جدائی ایسی سخت چیز ہے جو کسی طرح اور کسی حالت مین برداشت نہین کیجا سکتی لیکن یہ بات عام نظرون سے مخفی ہوتی ہے کہ وصل کی امید پر جدائی بسر کرنی ایسی مشکل نہین ہے جیسی خیال کیجاتی ہے جیسا کہ شیخ کہتا ہے ؎

اے کہ گفتی ہیچ مشکل چون فراق یار نیست
گر امید وصل باشد آنچنان دشوار نیست

یا مثلاً جو لوگ کسی کے عشق مین مبتلا ہین اور باوجود کمال اشتیاق کے وصل سے بہرہ مند نہین ہوتے وہ عموماً عشق و محبت کی قید سے آزاد ہونے کی آرزوئین کیا کرتے ہین اور اوس موقع کو یاد کر کے پچھتاتے ہین جبکہ دلبستگی کے سامان اونہون نے خود مہیّا کیے تھے اور بار بار صورت دیکھنے یا باتین سننے یا ربط بڑہانے سے ایک عرصہ چنگاری کو زیادہ افروختہ کیا تھا لیکن اُنکو یہ شعور بہت کم ہوتا ہے کہ اس جلن اور سوزش مین کسقدر لذّت چھپی ہوئی ہے اور یہ کہ اگر بالفرض ترک عشق و محبّت پر اونکو اختیار دیدیا جائے تو وہ ہرگز اس دلبند قید سے چھوٹنا گوارا نہین کر سکتے جیسا کہ شیخ نے کہا ہے ؎

بر عندلیب عاشق گر بشکنی قفس را
از ذوق اندرونش پروای در نباشد

یا مثلاً عشاق کا عام خیال یہ ہے کہ معشوق کے دیکھنے سے کبھی جی سیر نہین ہوتا اور جبتک وہ سامنے رہتا ہے عاشق اوسکے دیکھنے سے باز نہین رہ سکتا مگر یہ بات بہت کم خیال مین گذرتی ہے کہ عُشاق کو بسا اوقات ایسے مواقع بھی پیش آتے ہین کہ باوجود کمال اشتیاق کے معشوق کی طرف آنکھ اوٹھا کر نہین دیکھتے جیسا کہ شیخ کہتا ہے ؎

	دل و جانم بتو مشغول و نگہ برچپ و راست		تا ندانند رقیبان کہ تو منظور منی	

یا مثلاً عشاق کا عام خیال یہ ہے کہ دوست سے جب مدت کے بعد ملاقات ہوتی ہے تو وہ شکوہ شکایت اور جدائی کی مصیبتین بیان کرنے کا موقع ہوتا ہے مگر اس واقعی کیفیت سے بیخبر ہوتے ہین کہ جب دوست سے ملاقات ہوتی ہے تو اوسکے ملنے کی خوشی مین اکثر تمام شکوے اور جدائی کے صدمے یک قلم فراموش ہو جاتے ہین چنانچہ شیخ نے اس مضمون کو یون بیان کیا ہے ؎

	گفتہ بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم		چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیائی	

غرضکہ ایسے گہرے خیالات سے قدما کی غزل بالکل معرا تہی - اوّل شیخ ہی نے ان مضامین کی بنیاد ڈالی ہے - تصوّف و درویشی وغیرہ کے مضامین نے غزل مین اور بہی زیادہ لذت اور نمک اور درد بھر دیا - جن اصول پر شیخ نے غزل کی بنیاد رکہی تہی اوسکے بعد اکثر متغزلین نے وہی اصول اختیار کیے کیونکہ اونکے بغیر غزل کا سرسبز ہونا نہایت دشوار تھا اور اس طرح رفتہ رفتہ تمام ایران اور ترکستان اور ہندوستان مین ایک آگ سی لگ گئی - ہر موزون طبع نے غزل کہنی اختیار کی اور غزل گویون کی تعداد حساب اور شمار سے زیادہ بڑہگئی - ازانجملہ بعض اکابر کی غزل نے شیخ سے بھی زیادہ شہرت اور رواج پایا - علی الخصوص خواجہ حافظ شیرازی کی غزل نے اپنا وہ سکہ جمایا کہ مذکورہ بالا ملکون مین جو لوگ شعر کا مذاق رکھتے تھے یا فقر و درویشی کی چاشنی سے باخبر تہے یا راگ راگنی سے آشنا تہے یا شراب و کباب کا چسکا رکھتے تہے یا عاشق مزاج اور عیش دوست تہے سب جان و دل سے اوسپر قربان ہوگئے - رقص و سرود کی محفلون مین

حال وقال کی مجلسون مین - قہوہ خانون اور شراب خانون مین - شعرا کی صحبتون مین مشائخ کے حلقون مین در و دیوار سے لسان الغیب ہی کی آواز آنے لگی -

اس مین کچہہ شک نہین کہ شیخ کی غزل نے فارسی شاعری مین ایک خاص قسم کی وسعت پیدا کی جسکے سبب سے قدرتی جذبات کا ایک طویل الذیل باب یعنی عشق و محبّت کے مضامین نہایت آب و رنگ کے ساتہہ بیان کیے گئے - مگر اسمین بھی کچہہ شبہ نہین کہ اس بادۂ ہوش ربا یعنی غزل سے سوسائٹی کے اخلاق - خیالات - اور معاشرت پر کچہہ اچھے ثمرے مترتب نہوئے شعر کو خواہ وہ عاشقانہ ہو اور خواہ اخلاقی ایک پوشیدہ تعلق اخلاق کے ساتہہ ہوتا ہے اور جو اشعار کسی قوم مین زیادہ شایع ہو جاتے ہین اور مجالس و محافل مین ہمیشہ پڑہے اور گائے جاتے ہین وہ اندر ہی اندر تمام جماعت پر اپنا اثر اس طرح کرتے ہین کہ جماعت کو اصلا شعور نہین ہوتا اور جسقدر شعر مین نمک اور حسن زیادہ ہوتا ہے اوسیقدر اوسکی تاثیر جلد اور پایدار ہوتی ہے شیخ سعدی - خواجہ حافظ - امیر خسرو - میر حسن سنجری - مولانا جامی وغیرہم کی غزلین جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ممالک اسلامیہ کے ایک بڑے حصّہ مین عموماً پڑہی اور گائی جاتی ہین -

اگرچہ ان بزرگوارون کا کلام زیادہ تر حقائق اور معارف اور سلوک اور تصوف پر مبنی ہے - لیکن اوس مین مجاز و حقیقت کے دونون پہلو موجود ہین - جس طرح اوس سے ایک صوفی خدا پرست روحانی کیفیت اوٹھاتا ہے اسی طرح ایک بوالہوس صورت پرست کے نفسانی جذبات اوسکے سننے اور پڑہنے سے برانگیختہ ہوتے ہین - سب سے زیادہ خواجہ حافظ کی غزل مجالس و محافل مین گائی جاتی ہے اور اوس کے مضامین سے اکثر لوگ واقف ہین - وہ ہمیشہ

سامعین کو چند باتون کی ترغیب دیتی ہے - عشق حقیقی کے ساتھہ ہی عشق مجازی اور صورت پرستی و کام جوئی کو بھی وہ دین و دنیا کی نعمتون اور فضیلتون سے افضل بتاتی ہے مال و دولت علم و ہنر - نماز و روزہ - حج و زکوٰۃ - زہد و تقویٰ غرضکہ کسی شے کو نظر بازی و شاہد پرستی کے برابر نہین ٹھیراتی - وہ عقل و تدبیر - مآل اندیشی - تمکین و وقار - ننگ و ناموس جاہ و منصب وغیرہ کی ہمیشہ مذمت کرتی ہے - اور آوارگی - رسوائی - بدنامی - بدمستی بے سر و سامانی وغیرہ کو جو کہ عشق کی بدولت حاصل ہو تمام حالتون سے بہتر ظاہر کرتی ہے دولتِ دنیا پر لات مارنا - عقل و تدبیر سے کبھی کام نہ لینا توکل و قناعت کے نشے مین اپنی ہستی کو مٹانا اور جوہر انسانیت کو خاک مین ملا دینا - دنیا و مافیہا کے زوال و فنا کا ہر وقت تصور باندھے رکھنا علم و حکمت کو لغو و پوچ اور حجابِ اکبر جاننا - حقائق اشیا مین کبھی غور و فکر نہ کرنا - کفایت شعاری اور انتظام کا ہمیشہ دشمن رہنا - جو کچھہ ہاتھہ لگے اوسکو فوراً رائگان کھو دینا اور اسیطرح کی اور بہت سی باتین اوس سے مستفاد ہوتی ہین - ظاہر ہے کہ یہ تمام مضامین ایسے ہین جو ہمیشہ بے فکرون اور نوجوانون کو بالطبع مرغوب ہوتے ہین اور کلام کا سادہ اور عام فہم ہونا اور شاعر کی فصاحت و بلاغت اور مطرب و رقاصہ کی خوش آوازی اور حسن و جمال اور مزامیر کی لے اونکو لے اوڑتی ہے اور اُن کی تاثیر کو دہ چند بیس گنا کر دیتی ہے اور جب باوجود اِن سب باتون کے سامعین کو یہ بھی اعتقاد ہوتا ہے کہ اس کلام کے قائل اکابر صوفیہ اور مشایخ کرام ہین جنکی تمام عمر حقائق اور معارف کے بیان کرنے مین گزری ہے اور جس کا شعر شریعت کا لبِ لباب اور طریقت کا رہنما اور عالم لاہوت کی آواز ہے تو یہ مضامین اور بھی دلنشین

زیادہ ہوتے ہین - پس ممکن نہین کہ شیخ اور اوسکے متبعین کی غزل نے سوسائٹی کو اوسکے اپنے حال سے اچھوتا چھوڑا ہو - اور جب ہم مسلمانون کے اخلاق اور معاشرت پر نظر ڈالتے ہین تو اون کو اکثر اُن صفات سے موصوف پاتے ہین جنکی اس مجموعۂ غزلیات سے ترغیب ہوتی ہے - عشق بازی - حسن پرستی اون کے ساتھ اسقدر مخصوص ہے کہ نہ صرف دولتمند بلکہ اکثر فاقہ مست بھی اس کا چسکا رکھتے ہین - اور نہ صرف نوجوان بلکہ معمر لوگ بھی اوس کا دم بھرتے ہین - فضول خرچی - ناعاقبت اندیشی - عقل و تدبیر سے کچھ کام نہ لینا - توکل اور قناعت کے دھوکے مین معاش کی کچھ فکر نہ کرنی - غیر قومون کی ترقی کا ذکر سنکر دنیا و مافیہا کو ہیچ و پوچ بتانا - عقل انسانی کو حقائق اشیا کے ادراک سے عاجز جاننا اور موجودہ علمی ترقیات کو سراسر ایک دھوکا سمجھنا وغیرہ وغیرہ ہماری قوم کی عام خاصیتین ہین جو ہمارے ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگون مین کم و بیش پائی جاتی ہین - اگرچہ یہ بات کہنی مشکل ہے کہ ہم لوگون مین یہ خاصیتین اسی شعر و غزل کی بدولت پیدا ہوئی ہین - شاید اسکے اصلی اسباب کچھ اور ہین لیکن اسمین شک نہین کہ عاشقانہ اور متصوفانہ اشعار نے اس حالت کی ترقی دینے مین بہت کچھ مدد پہنچائی ہے -

سٹیون صاحب نے جو کلکتہ رویو مورخہ جون سنہ ۱۸۷۶ع مین خواجہ حافظ کا حال لکھا ہے اوسمین ایک عجیب حکایت لکھی ہے جسکا نقل کرنا اس مقام پر شاید بے موقع نہوگا وہ لکھتے ہین کہ سعدی جو کہ حافظ کا چچا ہے ایک روز وہ اور حافظ کسی جگہہ بیٹھے تھے اور سعدی غزل لکھہ رہا تھا جس کا پہلا مصرعہ حافظ کی بھی نظر پڑ گیا - اتفاقاً اوسیوقت سعدی

کسی کام کے لیئے وہان سے اوٹھ گیا اور اپنی غزل کا کاغذ ساتھ لے گیا - حافظ نے اوس
مصرعہ پر دوسرا مصرعہ لگا کر اور پوری بیت ایک پرچے پر لکھکر وہان چھوڑ دی - اور آپ
چلدیا - شیخ نے پھر وہان آکر حافظ کو نپایا مگر وہ شعر لکھا ہوا دیکھا جسمین سعدی پر کچھ چوٹ
کی تھی - سعدی اس بات سے ناخوش ہوا اور حافظ کو بلا کر پوچھا کہ یہ شعر تو نے لکھا ہے
اوس نے کہا ہان - شیخ نے اوس سے ساری غزل پوری کرائی اور جب وہ غزل سُنی تو
اوسکو بددعا دی کہ "جو شخص تیری غزل پڑہیگا وہ عقل سے بیگانہ رہیگا" اس کے بعد صاحب
موصوف لکھتے ہین کہ قسطنطنیہ کے اکثر شیعی مسلمان اسبات کا یقین رکھتے ہین کہ بیشک
سعدی کی بددعا حافظ کے حق مین مستجاب ہوئی - کیونکہ اوسکے ہر ایک شعر مین یہ تاثیر
پائی جاتی ہے - اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "یہ حکایت صحیح ہو یا نہو مگر یہ خیال بالکل غلط ہے
کہ حافظ کی غزل سے دیوانگی اور وحشت پیدا ہوتی ہے" مین کہتا ہون کہ یہ خیال تو شاید
غلط نہو مگر یہ حکایت قطعی غلط ہے کیونکہ شیخ اور خواجہ کی وفات مین پورا ایک صدی کا
آگا پیچھا ہے قسطنطنیہ کے شیعون کا خیال میرے نزدیک اس اعتبار سے صحیح ہے کہ
خواجہ حافظ کی غزل کی ممارست اور مزاولت سے بیشک ابرار و احرار کے دلون مین دنیا
کی بے ثباتی اور توکل و استغنا و قناعت کا نہایت پختہ خیال پیدا ہوتا ہے - اور
اوباش و الواط کو بیفکری - ناعاقبت اندیشی - عشقبازی - بدنامی و رسوائی کی ترغیب
ہوتی ہے اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے پہلی تاثیر بھی ویسی ہی خانہ برانداز اور
خانمان سوز ہے جیسی دوسری - ہر زمانے کا جدا جدا اقتضا ہوتا ہے - جب دولتمند اور

ذی اقتدار لوگ دنیا طلبی اور حب جاہ مین سراسر منہمک اور مستغرق ہو جاتے ہین اور
جسمانی خوشیون مین محو ہو کر روحانی مسرتون کو بالکل فراموش کر دیتے ہین اور عقل و شریعت
کے احکام معطل ہونے کے قریب جا پہونچتے ہین اوسوقت البتہ یہ امید ہو سکتی ہے کہ
ایسی ترغیبون سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا ہو - لیکن ایسی حالت مین جبکہ تمام قوم کم ہمت اور
پست حوصلہ ہو گئی ہو اور الوالعزمی کا تخم اونکی طبیعت مین جل گیا ہو - اور جبکہ تمام دنیا کی
قومین ترقی کی طرف متوجہ ہون اوسوقت دنیا سے اونکا دل سرد کرنا اور قناعت اور توکل
کا اونکو سبق پڑہانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ٹمٹماتے ہوئے چراغ مین بجاے تیل ڈالنے
کے زور سے پہونک مار کر اوسکو گل کر دینا - پس ممکن ہے کہ شیخ اور اوسکے متبعین کی
غزل نے اوس زمانے مین جبکہ مسلمانون کے دماغ مین نشۂ جاہ دنیوی عروج پر تہا
کچہہ مفید نتائج پیدا کیے ہون لیکن اس زمانے مین میرے نزدیک اس سے ضرر کا
اندیشہ ہے -

اس سے یہ نہ سمجہنا چاہیے کہ شیخ اور حافظ کی غزل پر کچہہ اعتراض کرنا مقصود
ہے بلکہ اس سے اونکی کمال سحر بیانی اور سیف زبانی ثابت ہوتی ہے - شاعر کا کمال
یہی ہے کہ جو کچہہ وہ کہے لوگ اوس سے متاثر ہون نہ یہ کہ اوس سے کبہی مضر نتائج پیدا
نہ ہونے پائین - باروت نے باوجودیکہ بنی آدم کی ہزارون جانین تلف کی ہین اور شراب
نے بیشمار آدمیون کو اخلاقی اور جسمانی مضرتین پہونچائی ہین با اینہمہ انکے موجدون کی دانشمندی
کا تمام دنیا اعتراف کرتی ہے اور کریگی -

قصائد وغیرہ

اس مجموعے مین شیخ کے مدحیہ قصیدے - مرثیے - ترجیع بند ملمع اور مثلث جمع کیے گئے ہین - یہ مجموعہ غزلیات کی نسبت بہت تھوڑا ہے - شیخ نے قصیدے مین کچھ زیادہ نام اور شہرت حاصل نہین کی - یا تو اوسکی طبیعت ہی کو قصیدہ گوئی اور مدح سرائی کی گون نہ تھی - اور یا اوس نے مدح و ستایش کے طریقہ مروجہ کو مکروہ سمجھکر اختیار نہین کیا مگر چونکہ اوس زمانے کے دستور کے موافق ایک ایسے نامور شاعر کو جیسا کہ شیخ تھا کچھ کچھ قصیدے کے نام سے لکھنا ضرور تھا اس لیے اُسنے کسیقدر قصائد لکھے ہین جو کہ پہلے قصیدہ گویون کی طرز سے بالکل مغائر ہین -

شیخ سے پہلے جو حالت قصیدہ گوئی اور مدّاحی کی مسلمانون مین تھی اوسکی تفصیل کرنیکا یہان محل نہین مگر مختصر یہ ہے کہ منصور بن مہدی عباسی خلیفہ بغداد کے زمانے سے شعرا کو نہایت گران بہا صلے اور انعام ملنے لگے تھے - ایک ایک شعر پر لاکھ لاکھ درہم شاعرون کو مل جاتے تھے خلفا اور امرا کو اپنی تعریفین سننے کا ایسا شوق ہو گیا تھا کہ اون کا مدّاح کسی اور شخص کی مدح مین زیادہ مبالغہ کرتا تھا تو اون کو سخت ناگوار ہوتا تھا اور اگر تشبیب مین زیادہ شعر لکھ لاتا تو شکایت کرتے تھے کہ یہ لوگ طبیعت کا سارا زور تو خال و خط کی تعریف مین خرچ کر دیتے ہین صرف کچھ بچے کچے خیالات ہمارے سر مارتے ہین -

ہزارون علما و فضلا نے قصیدہ گوئی اور مداحی کو اپنا پیشہ ٹھیرا لیا تھا اور شاعری مین شہرت ہو جانے کے بعد کسیکو اس بات سے چارہ نہ تھا کہ ذی اقتدار لوگون کی مدح سرائی مین خامہ فرسائی کرے۔ شعرا تمام ممالک اسلامیہ مین اس امید پر سفر کرتے تھے اور قصیدہ گوئی کی بدولت اطراف و جوانب سے مال و دولت جمع کر کے لاتے تھے۔

عباسیون کے علاوہ فاطمی - دیلمی - کردی - طاہری - صفاری - سامانی - غزنوی سلجوقی - خوارزم شاہی وغیرہ تمام سلسلون مین مداحون کی نہایت قدر کی جاتی تھی - ایران مین بھی سامانیون کے عہد سے پہلے تو عربی قصائد ہی کا زور و شور رہا مگر سامانیون کے زمانے مین ایران کی شاعری کا مدار زیادہ تر فارسی زبان پر آ ٹھیرا - فارسی قصیدے نے بھی خوب رواج پایا - ظہیر - رشید - خاقانی اور انوری وغیرہم نے فارسی قصیدے مین وہی شہرت حاصل کی جو عربی مین متنبی - ابو تمام - بحتری اور ذوالرمہ نے حاصل کی تھی -

اِس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ سعدی جیسے مشہور شاعر کو سلاطین و امرائے عہد کی تعریف مین قصیدہ لکھنا ایسا ہی ضروری تھا جیسے درباریون کو جشن اور تہوار مین نذر دکھانا مگر قصیدے کی حالت اوسوقت ایسی بُری تھی کہ شیخ کو اپنی جبلّی استقامت اور سنجیدگی کے سبب اوس روش پر چلنا دشوار تھا - ممدوح کی ستایش مین سراسر عقل و عادت کے خلاف مبالغے کیے جاتے تھے - الفاظ کی سادگی اور بے تکلفی قصائد مین مذموم سمجھی جاتی تھی - مسائل علمیہ اور مقدمات حکمیہ اور سلوک و تصوف کے دقائق اور علوم مختلفہ کی اصطلاحین اظہار علم و فضل کے لیے اون مین بالقصد داخل کیجاتی تھین - صنایع لفظی خصوصاً تجنیس و ترصیع

وغیرہ کو اون کا زیور سمجھتے تھے - شیخ کی آزادی اور حق گوئی خصوصاً سادہ بیانی جو اُس کی طبیعت مین ودیعت کی گئی تھی اِن تکلفاتِ لایعنی سے مانع تھی اُس کے کلام سے جا بجا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ مبالغہ اور خوشامد کو نہایت ناپسند کرتا تھا - ظہیر فاریابی نے قزل ارسلان کی مدح مین ایک جگہہ یہ شعر لکھا ہے ؎

نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پائے	تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

شیخ بوستان مین جہان اتابک ابوبکر سعد کی تعریف لکھا ہے وہان ظہیر کے اس شعر پر اس طرح تعریض کرتا ہے ؎

براہ تکلف مرو سعدیا	اگر صدق داری بیار و بیا
تو منزل شناسی و شہ راہ رو	تو حق گو و خسرو حقائق شنو
چہ حاجت کہ نہ کرسیِ آسمان	نہی زیر پائے قزل ارسلان
مگو پائے عزت بر افلاک نہ	بگو روئے اخلاص بر خاک نہ

اِسکے سوا اور اکثر جگہہ اُس نے مدّاح پیشگی سے نفرت اور اعراض ظاہر کیا ہے - اُس کے ایک قطعہ کا یہ مضمون ہے کہ "لوگ مجھ سے کہتے ہین کہ اے سعدی تو کیون سختیان اٹھاتا ہے اور کیون اپنے کمال شاعری سے متمتع نہین ہوتا؟ اگر تو مدح گوئی اختیار کرے تو نہال ہوجائے - مگر مجھ سے یہ نہین ہوسکتا کہ کسی رئیس یا امیر کے دروازے پر اپنا مطالب دریوزہ گرون کی طرح لیے جاؤن - اگر ایک جو بھر ہنر کے عوض مین کوئی مجھ کو سو خزانے بخشدے تو وہ مستحق شکر ہے اور مین قابل نفرین"

شیخ کو قطع نظر اسکے کہ مبالغہ اور خوشامد سے نفرت تھی کوئی ضرورت بھی ایسی داعی نہ
تھی کہ وہ آنکھین بند کرکے اگلی بھیڑون کے پیچھے قدم بقدم چلنے پر مجبور ہوجاتا اور
قصیدہ گوئی کا جو اُسوقت کمال سمجھا جاتا تھا اُس کے حاصل کرنے مین مقتضائے
طبیعت کے خلاف کوشش کرتا - وہ سلطانی خدمات سے ہمیشہ متنفر رہتا تھا اور اپنے
دوستون کو اِس سے باز رکھنے مین کوشش کرتا تھا - پس اُسکو اِس بات کی کچھہ پروا نہ تھی
کہ قصیدہ کو مقبول خاص وعام بنائے اور اِس ذریعہ سے دربار مین تقرب حاصل کرے
جتنے نامی قصیدہ گو ایران مین گزرے ہین سب بادشاہون کے ہان اِس خدمت
پر مامور رہے ہین کہ خوشی کی تقریبون مین طوفان کے تودے بنا کر لائین اور اُنہین جسقدر
زیادہ مبالغہ اور جھوٹ کو کام فرمائین اُسیقدر گران بہا صلے اور انعام پائین - چنانچہ
ظہیر قزل ارسلان کے ہان - انوری سلطان سنجر کے ہان - رشید وطواط خوارزم شاہ
اُتسز کے ہان - اور خاقانی شروانشاہ کے ہان ملک الشعرا تھے - اِن لوگون کی تمام
طاقت اور لیاقت قصیدہ گوئی مین صرف ہوتی تھی اور اُن کی ترقی اور تقرب کا مدار
صرف اُن باتون پر تھا جو اُس زمانہ مین قصیدہ گوئی کے لیے ضروری تھین یہی سبب ہے
کہ قصیدہ کے سوا کوئی بڑی یادگار اُنھون نے نہین چھوڑی -

پس اگرچہ شیخ جیسے مشہور اور نامور شاعر کو اُس زمانہ کے دستور کے موافق کچھہ نہ کچھہ
قصیدہ کے نام سے لکھنا ضرور تھا - لیکن اُسکو ویسے جھوٹے اور نمایشی طلسم باندھنے
کچھہ ضرور نہ تھے جیسے کہ انوری اور ظہیر وغیرہ نے باندھے ہین - اِسی لیے غلطی سے

یہ خیال کیا گیا ہے کہ شیخ کو قصیدہ لکھنا نہ آتا تھا - مین ہرگز اس امر کو تسلیم نہین کرتا کہ اُسکو معمولی چمک دمک کے ساتھہ قصیدہ لکھنے پر قدرت نہ تھی بلکہ میرے نزدیک جس طرح رولر ٹیڑھا خط کھینچنے سے مانع ہوتا ہے اسی طرح طبیعت کی استقامت کبھی بے راہ نہین چلنے دیتی - اس مین شک نہین کہ فارسی مین جسقدر قصیدہ حد شاعری سے متجاوز ہوگیا ہے ایسی اور کوئی صنعت نہین ہوئی - مدحیہ قصائد سے ہمیشہ یہ مقصود ہونا چاہیئے کہ ممدوح کی صفات کو سنکر خاص و عام کے دل مین اُسکی محبت اور اوسکے ساتھہ حُسنِ ظن پیدا ہو اور خود ممدوح پر یہ اثر ہونا چاہیئے کہ اگر وہ صفتین اُس مین موجود ہون تو اُن مین اور زیادہ ترقی کرے یا کم سے کم اُن کو اُسی حال پر قایم رکھے اور اگر نہون تو اون کے حاصل کرنے مین کوشش کرے یہ مطلب جیسا کہ ظاہر ہے جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ جو صفات کہ مدح مین ذکر کی جایئن وہ ممدوح کی ذات مین یا تو فی الواقع موجود ہون یا اُن کے موجود ہونے کا احتمال ہو - ورنہ ممدوح کے دل مین اُس مدح کی وقعت ایک ہجو ملیح سے زیادہ نہوگی - مثلاً ظہیر فاریابی نے جو قزل ارسلان کی مدح مین یہ لکھا ہے کہ "تصور جب ساتون آسمانون اور عرش و کرسی کو طے کر لیتا ہے تب جا کر قزل ارسلان کی رکاب پر بوسہ دیتا ہے - اِس سے قزل ارسلان کے دل پر سوا اِسکے کہ اُسکو ایک ہجو ملیح سمجھا ہو اور کیا اثر ہوا ہوگا - یا مثلاً انوری جو مجد الدین ابو الحسن کی شان مین لکھتا ہے کہ "اگر دور زمانہ گذشتہ کو رجعت کا حکم دے تو پہر گز زمانہ آیندہ کی جگہہ آ جائے" اِس سے ابو الحسن کے دل مین سوا اسکے کہ مدّاح مجھکو بناتا ہے یا میرا خاکا اُڑاتا ہے اور کیا خیال گزرا ہوگا۔

یہی حال اُن تمام قصیدہ گویوں کی مدح کا ہے جن کو ایران اور ہندوستان وغیرہ مین سب نے تسلیم کیا ہے - شیخ نے نہ عدم قدرت کے سبب بلکہ فرط کراہت کے سبب مدح وستایش کے اِس ناپسندیدہ طریقہ کو اختیار نہین کیا - اُس نے قصائد بھی اُسی اپنی شیرین زبانی اور سادہ بیانی و بے تکلفی کے ساتھ جو کہ اُسکے کلام کی عام خاصیت ہے لکھے ہین - اُس کے قصائد سے کمال آزادی اور حق گوئی ثابت ہوتی ہے - اُس نے اکثر قصیدے اور ترجیع بند وغیرہ محض محبّت اور خلوص اور دلی جوش سے لکھے ہین - نہ خوشامد کی راہ سے اور نہ صلہ و انعام کی اُمید پر - باقی جسقدر قصیدے بضرورت سلاطین عہد اور حکام وقت کی شان مین لکھے ہین اُن کے اسلوب بیان سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے اہل دنیا کی تنبیہ اور نصیحت و پند کے لیے قصیدہ کو اُن سے خطاب کرنے کا ایک ذریعہ قرار دیا تھا - کیونکہ وہ بالکل مواعظ و نصائح سے بھرے ہوئے ہیں - بعض قصیدوں مین پند و اندرز کے سوا مدحیہ اشعار دو چار سے زیادہ نہین - یہ وہ قصیدے ہین جو اوس نے اپنے دوست اور معتقد امیرون اور بادشاہون کے ساتھ نامزد کیے ہین - اِن کے سوا اور قصیدون میں اول مدح وستایش کی چاٹ دیکر پھر نصیحت کرنی شروع کی ہے -

شیخ کی قصیدہ گوئی کا ڈھنگ اور اوس کی علّت غائی جو اُس نے قرار دی تھی ذیل کے اشعار سے معلوم ہو سکتی ہے -

اتابک ابوبکر بن سعد زنگی جو فارس کا بادشاہ تھا اور شیخ اُس کی رعایا مین سے تھا

اُسکی طرف خطاب کرکے کہتا ہے

بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرائے — کنون کہ نوبت تست ایملک بعدل گرائے

چہ مایہ بر سر این ملک سروران بودند — چو دور عمر بسر شد در آمدند از پائے

نیاز باید و طاعت نہ شوکت و ناموس — بلند بانگ چہ سود و میان تہی چو درائے

بہ تیغ و نیزہ گرفتند جنگجویان ملک — تو بر و بحر گرفتی بعدل و ہمت و رائے

چو ہمت است چہ حاجت بہ گرز مغفر کوب — چو دولت است چہ حاجت بہ تیر جوشن خائے

عمل بیار کہ رخت سرائے آخرت است — نہ عود سوز بکار آیدت نہ عنبر سائے

ہر آنکسست کہ بہ آزار خلق فرماید — عدوے مملکت است آن بکشتنش فرمائے

بکامۂ دل دشمن نشیند آن مغرور — کہ بشنود سخن دشمنان و دوست نمائے

دیار مشرق و مغرب بگیر و جنگ مجوے — وے بدست کن و زنگ خاطرے بزدائے

نگویمت چو زبان آوران رنگ آمیز — کہ ابر مشک فشانی و بحر گوہر زائے

نکاہ آنچہ نوشتہ است عمر و نفزاید — پس اینچہ فائدہ گفتن کہ تا بحشر بپائے

دوسرے قصیدہ مین چند مدحیہ شعر لکھہ کر اتابک ابو بکر کی طرف اِسطرح خطاب کرتا ہے

ہیچ شیوۂ درویش نیست تا گویم — کہ ہمچو بحر محیطی و ابر آذاری

نگویمت کہ بفضل از کرام ممتازی — نگویمت کہ بعدل از ملوک مختاری

دگر چہ اینہمہ ہستی نصیحت اولی تر — کہ پند راہ خلاص است و دوستی یاری

بسعی کوشش کہ ناگہ فراغتت نبود — کہ سر بخاری - اگر روے شیر نر خاری

خدائے یوسف صدیق را عزیز نہ کرد / بجو بدی - ولیکن بخوب کرداری

شکوہ لشکر و جاہ و جلال و مالت ہست / و لے بکار نیاید بجز نکوکاری

بقائے مملکت اندر وجود یک حرفست / کہ دست ہیچ قوی بر ضعیف نگماری

پس از گرفتنِ عالم چو کوچ خواہد بود / رواست گر ہمہ عالم گرفتہ انگاری

بہ نیک و بد چو بباید گزشت آن بہتر / کہ نیک نام بدست آوری و بگزاری

ہزار سال نگویم بقائے عمر تو باد / کہ این مبالغہ دانم ز عقل نشماری

ہمین سعادت و توفیق بر مزیدت باد / کہ حق گزاری و ناحق کسے نیازاری

اتابک سلجوق شاہ بن سلغر شاہ جو اتابکون کے خاندان مین بڑا ظالم بادشاہ گزرا ہے اور جو آخر کو اپنے ظلم کے سبب قتل کیا گیا اُسکی مدح مین چند شعر لکھکر کہتا ہے ع

مرادِ سعدی از انشا دو ز حمت خدمت / نصیحت است بسمع قبول شاہنشاہ

دوامِ دولت و آرامِ مملکت خواہی / ثبات راحت و امن مزید و رفعت و جاہ

کمر بطاعت و انصاف و عدل و عفو ببند / چو دست رحمتِ حق بر سرت نہادہ کلاہ

تو روشن آئینہ ز آہِ دردمند بترس / عزیز من! کہ اثر میکند در آئینہ آہ

معلّمان بدآموز را سخن مشنو / کہ دیر سال بمانی بکام نیکی خواہ

ایل خان یعنی ہلاکو خان یا اُسکے بیٹے اباقا خان کی شان مین جن کی ہیبت سے روم و روس و چین کے بادشاہ لرزتے تھے مدحیہ اشعار کہکر لکھتا ہے ع

ہر نوبتے نظر بہ یکے مے کند سپہر / ہر مدتے زمین بہ یکے میدہد امان

بیخے نشان کہ دولت باقیست بردہد ۔ کاین باغِ عمر گاہ بہارست وگہ خزان
اے بادشاہ روئے زمین دور از آن تست ۔ اندیشۂ تقلب دوران کن و زمان
چون کام جاودان متصوّر نمے شود ۔ خرّم کسیکہ زندہ کند نامِ جاودان
نادان کہ بخل مے کند و گنج مے نہد ۔ مزدور دشمن ست تو بر دوستان فشان
یارب تو ہرچہ راے صوابست و فعل خیر ۔ اندر دل وے افگن و بر دست وے بر آن
آہوے طبع بندہ چنین مشک میدہد ۔ کز پارس میبرند بہ تاتار ارمغان

سردار انکیا نو جو خاندان اتابک کے زوال کے بعد سلطان اباقا خان پسر ہلاکو خان کے حکم سے فارس کا فرمان روا مقرر ہوا تھا اور اپنے قدیم تاتاری مذہب پر نہایت پختگی سے ثابت قدم تھا اُس کے شان مین جتنے قصیدے شیخ نے لکھے ہین اُن مین متعدد اشعار کے سوا باقی تمام نصیحت و پند مندرج ہے ازانجملہ ایک قصیدہ مین بہت سے مواعظ و نصائح کے بعد لکھا ہے ؎

حرامش باد ملک و پادشاہی ۔ کہ پیشش مدح گویند از قفا ذم
عروسِ زشت زیبا کے توان کرد ۔ وگر بر خود کند دیبائے مُعلَم
اگر مردم ہمین بالا و ریش اند ۔ بہ نیزہ نیز بربستہ ست پرچم
چنین پند از پدر نشنیدہ باشی ۔ الا گر ہوشیاری بشنو از عم
چو یزدانت مکرم کرد مخصوص ۔ چنان زی در میانِ خلق عالم
کہ گر وقتے میانِ بادشاہیست ۔ نباشد ہمچنان باشی مکرم

نہ ہر کس حق تواند گفت گستاخ ۔ سخن ملکیست سعدی را مسلّم
مقامات از دو بیرون نیست فردا ۔ بہشت جاودانی یا جہنم

سلجوق شاہ جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اُسکی مدح کو ایک اور قصیدہ مین اسطرح ختم کیا ہے ؎

جہان نماند و آثارِ مملکت ماند ۔ بخیر کوش و صلاح و بعدل کوش و کرم
کہ ملک و دولتِ ضحاک بیگنہ آزار ۔ نماند و تا بہ قیامت برو بماند رقم
خطاے بندہ نگیری کہ مہتران و ملوک ۔ شنیدہ اند نصیحت ز کہتران خدم
خنک کسیکہ پس از وے حدیث خیر کنند ۔ کہ جز حدیث نمی ماند از بنی آدم

اِن کے سواے جو قصیدے خواجہ شمس الدین جوینی صاحب دیوان اور اُس کے بھائی خواجہ علاء الدین جوینی اور مجد الدین رومی اور فخر الدین ابوبکر وغیرہم کی شان مین ہین اُنمین مدح اکثر براے نام ہے زیادہ تر نصیحت و پند ہے اور بہت سے قصیدے ایسے بھی ہین جو کسی کی مدح مین نہین ہین اُن مین صرف نصائح و مواعظ یا فصل بہار کا سمان یا معشوق کی تعریف یا حمد الٰہی وغیرہ مندرج ہے۔

ایک مختصر قصیدہ اول سے آخر تک بہی اِس مقام پر نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو مدح اور نصیحت دونو کا ڈھنگ معلوم ہو ؎

مدح و موعظہ مجد الدین رومی

جہان بر آب نہادست زندگی بر باد ۔ غلام ہمتِ آنم کہ دل برو ننہاد

جهان نماند و خرم روان آدمی — که باز ماند ازو در جهان به نیکی یاد

سرای دولت باقی نعیم آخرتست — زمین سخت نگه کن چو می‌نهی بنیاد

کدام عیش درین بوستان که باد اجل — همی برآورد از بیخ قامت شمشاد

حیات عاریتی خانه ایست در ره سیل — چراغ عمر نهاده است بر دریچه باد

بسی برآید و بی ما فرو شود خورشید — بهار گاه خزان باشد و گهی مرداد

هر آنچه میگذرد دل منه که دجله بسی — پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد

گرت نه دست برآید چو نخل باش کریم — ورت بدست نباشد چو سرو باش آزاد

بسی بدیده حسرت ز پس نگاه کنند — یکی که برگ قیامت ز پیش نفرستاد

وجود خلق بدل میکنند ورنه زمین — همان ولایت کیخسروست ملک قباد

چو طفل بر همه بازید و بر همه خندید — عجب تر آنکه نگشتند دیگران استاد

عروس ملک نکوروئی دختریست ولی — وفا نمیکند این سست مهر با داماد

نه خود سریر سلیمان بباد رفتی و بس — که هر کجا که سریریست میرود بر باد

همین نصیحت من گوش دار و نیکی کن — که دائم از پس مرگم کنی به نیکی یاد

نداشت چشم بصیرت که گرد کرد و نخورد — ببرد گوی سعادت که صرف کرد و بداد

چنان که صاحب فرخنده رای مجد الدین — که بیخ اجر نشاند و بنای خیر نهاد

نگویمت به تکلف فلان بدولت و دین — سپهر مجد و معالی جهان دانش و داد

تو آن برادر صاحب دلی که مادر دهر — به سالها چو فرزند نیکبخت نزاد

به روزگار تو ایام دست فتنه ببست	بیمین تو در اقبال بر جهان بگشاد
دلیل آنکه ترا از خدائے نیک آید	بس ست خلق جهانرا که از تو نیک افتاد
یکے دعا کنمت بے رعونت از سر صدق	خدات در نفس آخرین بیامرزاد
تو هم زبان نه کنی گر بصدق دل گوئی	که آفرین خدا بر روان سعدی باد

ایک ترجیع بند کے کچھہ اشعار بھی جو کہ شیخ نے سعد[ف۱] بن ابوبکر کے مرثیہ مین لکھے ہین اور جو کلیات مین غلطی سے امیر فخرالدین ابوبکر کے نام پر لکھدیا گیا ہے بطور نمونہ کے یہان نقل کیے جاتے ہین ؎

غریبان را دل از بهر تو خون ست	دل خویشان نمی دانم که چون ست
عنان گریه چون شاید گرفتن	که از دست شکیبائی برون ست
مگر شاهنشه اندر قلب لشکر	نمی آید که رایت سرنگون ست

ف۱ - امیر فخرالدین ابوبکر اتابک ابوبکر کے امرائے نامدارین سے تھا جو ادنی درجہ سے منصب امارت بلکہ مشارکت ملک تک پہنچا تھا اور سعد ابوبکر اتابک کا بیٹا تھا جس زمانہ مین ہلاکو خان نے بغداد کو فتح کیا تھا ابوبکر نے اپنے بیٹے سعد ابوبکر کو اظہار دوستی و خیرخواہی کے لیے بغداد مین بھیجا تھا جب وہان سے باعزاز تمام رخصت ہوا - تو راہ مین باپ کے مرنے کی خبر سنی جس سے اور ولی عہدونکی طرح اُسکو خوش ہونا چاہیئے تھا مگر اُس کو اس خبر سے ایسا صدمہ ہوا کہ راہ ہی مین سخت بیمار ہوگیا اور رستے ہی مین باپ کی وفات سے بارہ روز بعد مرگیا - اُسکی سُنونی جب شیراز مین آئی - تو شیخ نے یہ مرثیہ لکھا ہے جیسا کہ ترجیع کے شعر سے ظاہر ہے - سعد کے بعد اُسکا بیٹا اتابک محمد مظفر اُس کا جانشین ہوا - ۱۲

شکیبائی مجو از جان مهجور — که بار از طاقت مسکین فزون ست

سکون در آتش سوزنده گفتم — نشاید کرد - درمان هم سکون ست

که دُنیا صاحب بدعهد خونخوار — زمانه مادرے بے مهر و دون ست

نه اکنون ست بر ما جور ایّام — که از دورانِ آدم تا کنون ست

نمی دانم حدیث نامه چون است — همی بینم که عنوانش بخون ست

بزرگان چشم و دل در انتظار اند — عزیزان وقت و ساعت مے شمارند

غلامان دُر و گوهر مے فشانند — کنیزان دست و ساعد مے نگارند

ملک خان و مساق و بدرو ترخان — برهوارانِ تازی بر سوارند

که شاهنشاه عادل سعد بوبکر — به ایوان شهنشاهی در آرند

حرم شادی کنان بر طاق و ایوان — که مروارید بر تاجش ببارند

زمین مے گفت عیشے خوش گزاریم — ازان پس آسمان گفت آر گزارند

امید تاج و تختِ خسروی بود — ازین غافل که تابوتش در آرند

چه شد پاکیزه رویانِ حرم را — که بر سرگاه بر زیور غبارند

نشاید پاره کردن زیور روے — که مردم تحتِ امرِ کردگارند

ولیکن با چنین داغ جگر سوز — نشاید که فریادے ندارند

دلے شاید که مهجوران بگریند — روا باشد که مظلومان بزارند

نمی دانم حدیث نامه چون ست
همی بینم که عنوانش بخون ست

پس از مرگِ جوانان گل مماناد — پس از گل در چمن بلبل مخواناد
کس اندر زندگانی قیمت دوست — نداند۔ کس چنین قیمت مداناد
سر آمد روزگار سعد بو بکر — خداوندش برحمت در رساناد
به تلخی رفت از دنیای شیرین — زلال کام در حلقش چکاناد
جزای مرده رفتن در غریبی — شراب از دستِ پیغمبر ستاناد
درین گیتی مظفر شاهِ عادل — محمد نام بردارش بماناد
سعادت پرتو نیکان و بادش — بخوی صالحانش پروراناد
روانِ سعد را با جانِ بو بکر — به اوج روح و راحت گستراناد
بکام دوستان و بخت فیروز — بسی دوران دیگر بگزراناد

نمی دانم حدیثِ نامه چون ست
همی بینم که عنوانش بخون ست

صاحبیہ

یہ مجموعہ شیخ کے متفرق اشعار کا سو صفحہ کے قریب ہے جسمین قطعہ - رباعی - فرد - ملمع
تمنوی وغیرہ جمع کی گئی ہین - چونکہ شیخ کے ساتھہ خواجہ شمس الدین حسین صاحب دیوان کو
کمال خلوص اور عقیدت تھی اس لیے شیخ نے اِس مجموعہ کا نام صاحبیہ رکھا ہے -

اِن اشعار مین کوئی نئی خصوصیت نہین ہے جسکا ذکر کیا جائے بیشتر اشعار نصیحت
و پند پر اور کسی قدر حسن وعشق کے مضامین پر مشتمل ہین - چند قطعے اور رباعیان جو سرسری
نظر مین اچھی معلوم ہوئین نقل کیجاتی ہین -

قطعات

ناکسان را فرستےِ ست عظیم
چون دو کس مشورت کنند بہم

گرچہ تاریک طبع و بدخویند
گویداین عیبِ من ہمی گویند

سگے شکایتِ ایام با یکے میگفت
نہ آشیانہ چو مرغان نہ غلّہ چون موران

گرم دہند خورم ور نہ میبرم آزاد
مرا نہ برگ زمستان نہ عیش تابستان

نہ بینم گرچہ برگشتہ حال و مسکینم
قناعتم صفت و بردباری آئینم

نہ ہمچو آدمیان خشمناک بنشینم
کفایت ست ہمین پوستین پارینم

نه در ریاضت و خلوت مقام میسازم — که جایگاه کلوخ ست و سنگ بالینم
به لقمهٔ که تناول کنم ز دست کسی — رواست گر بزند بعد ازان به ثرو بینم
چو گربه در به ربایم ز دست مردم چیز — در او فتاده بود ریزه ریزه بر چینم
بجای من کہ نشنید که در مقام رضا — برابرست گلستان و تل سه گینم
مرا که سیرت ازین جنس و خو بدین صفت ست — چه کرده ام که سزاوار سنگ و نفرینم
جواب داد کزین بیش لعنت خویش مگو — که خیره گشت ز وصفت زبان تحسینم
همین دو خصلت ملعون کفایتت که ترا — غریب دشمن و مُردارخوار سے بینم

راحت بعد از مشقت

نظر کردم به چشم رای و تدبیر — ندیدم به ز خاموشی خصالی
نگویم لیک به بند و دیده بر دوز — ولیکن هر مقامی را مقالی
زمانی بحث علم و درس و تنزیل — که باشد نفس انسان را کمالی
زمانی شعر و شطرنج و حکایت — که خاطر را بود دفع ملالی
خدا ایست آنکه ذات بے مثالش — نگردد هرگز از حالی بحالی

بمردمی خوبی نوع

رحم الله معشر الماضین — که بمردی قدم سپر دندی
راحت نفس بندگان خدای — راحت جان خود شمردندی
آن عزیزان چو زنده می نشوند — کاش این ناکسان بمردندی

انجام مرغ بد الحان

بس دست دعا بر آسمان بود	تا پائے بر آید ست بہ سنگے
اے گرگ نہ گفتمت کہ روزے	ناگہ بسر افتدت پلنگے

حقوق پدران

اے طفل کہ دفع مگس از خود نتوانی	ہر چند کہ بالغ شدی آخر نہ ہمانی
شکرانۂ زور آوری روز جوانی	آنست کہ قدر پدر پیر بدانی

خالق رزاق

صانع نقش بند بے مانند	کہ ہمہ نقش او نکو آید
رزق طائر بہ نہا دور پر و بال	کہ بہر طعمہ فرو آید
روزی عنکبوت را بہ مگس	پر دہد تا بہ نزد او آید

ولی خائن

الحق امنائے مال ایتام	ہمچون تو حلال زادہ یابند
ہرگز زن دو مرد کفر و اسلام	نفس از تو پلید تر نہ زایند
طفلان ترا پدر بمیراد	تا جور و جفا بیاز مایند
اطفال عزیز ناز پرورد	از دست تو دست بر خدایند

بیان احتیاط در حق خود

امیر با عسل از دست خلق می نخورد	کہ زہر در قدح انگبین تواند بود
عجب کہ در عسل از زہر میکند پرہیز	حذر نمیکند از تیر آہ زہر آلود

شنیدم که بیوه زنی دردمند — همی گفت و رخ بر زمین می نهاد
هرآن کدخدا را که بر بیوه زن — ترحم نباشد زنش بیوه باد

❖

هر بد که بخود نمی پسندی — با کس مکن ای برادرِ من
گر مادرِ خویش دوست داری — دشنام مده به مادرِ من

❖

مقابلت نکند با حجر به پیشانی — اگر کسی که تهوّر کند بنادانی
کس این خطا نه پسندد که دفع دشمن خود — توانی و نکنی یا کنی و نتوانی

❖

شنیده ام که فقیهی به دشتبانی گفت — که هیچ خربزه داری رمید و گفت آری
ازین طرف دو به دانگی - گر اختیار کنی — وزآن - چهار به دانگی قیاس کن باری
سوال کرد که چندین تفاوت از پی چیست — که فرق نیست میان دو نوع بسیاری
بگفت ازانچه تو بینی حلال و ملکِ من است — نیامده ست بدستم بوجه آزاری
وزان دگر پسرانم بغارت آوردند — حرام را نبود نزد شرع مقداری
فقیه گفت - حکایت دراز خواهی کرد — ازین حرام ترست صد به دیناری

❖

تا سگان را وجوه پیدا نیست — مشفق و مهربانِ یک دگر اند

لقمۂ درمیان شان انداز	که تهی گاه یکدگر بدرند
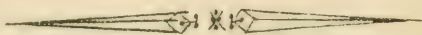
رباعیات

شب نیست که چشم آرزومند تو نیست	وین جان بلب رسیده دربند تو نیست
گر تو دگرے بجائے من بگزینی	من عهدِ تو نشکنم که مانند تو نیست
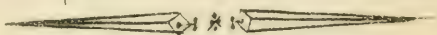
ہاہئی اُمید عمرم از شست برفت	بے فائدہ روزم چو شب سست برفت
عمرے که از دو مے بجانے ارزد	افسوس که رائگانم از دست برفت

ازبس که بیازرد دل دشمن و دوست	گوئی بگناه مسخ کردندش پوست
وقتے غم او بر دلہا بودے	اکنون همه غم ہائے جہان بر دل اوست

گویند ہوائے فصلِ آواز خوش است	بوے گل و بانگِ مرغ گلزار خوش است
ابریشم زیر و نالۂ زار خوش است	اے بےخبران این همه با یار خوش است
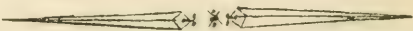
گویند مرو در پئے آن سرو بلند	انگشت نمائے خلق بودن تا چند
بے فائدہ پندم مدہ اے دانشمند	من چون نروم کہ مے برندم بکمند

توفن دل

آهو بره را که شیر در پئے باشد — بیچاره چه اعتماد بر روے باشد

این ملح در آب چند بتواند بود — وین برف در آفتاب تا کے باشد

توجیه
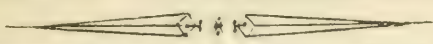
آنرا که نظر بروئے هر کس باشد — در دیدهٔ صاحب نظران خس باشد

قاضی به دو شاهد بدهد فتوی شرع — در مذهب عشق شاهدے بس باشد

ایهام کنایه
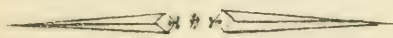
مردان همه عمر پاره بر دوخته اند — قوتے جز احتیاط اندوخته اند

فرداے قیامت بگناه ایشان را — باشد نه سوزند که خود سوخته اند

مطائبه

با دوست بگرمابه درم خلوت بود — وان روے گلینش گل حمام آلود

گفتا دگر این روے کسے دارد دوست — گفتم اگل آفتاب نتوان اندود

غلو در حسن
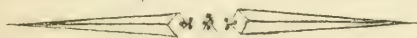
چون صورت خویشتن در آئینه بدید — وان کام و دهان و لب و دندان بگزید

میگفت چنانکه میتوانست شنید — بس جان بلب آمد که بدین لب نرسید

استفسار
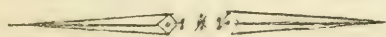
امشب نه بیاغیر رنز برسے آید — نه ناله مرغان سحرے آید

بیدار نشسته ام نظر بر سر کوه — تا صبح کز از سنگ بدر مے آید

وقتست که چشم فتنه خوابش ببرد	باد از رخ گل حسن شبابش ببرد
گل وقت رسیدن آب عطار ببرد	عطار بوقت رفتن آبش ببرد
وقت گل و روز شادمانی آمد	هنگام نشاط و کامرانی آمد
آن شد که بسر ما نتوانی آمد	سر ما شد و وقت مهربانی آمد
ما چاکر آنیم که دل برباید	یا دل بکسی دهد که جان آساید
آنکس که نه عاشق نه معشوق کسست	در ملک خدا اگر نباشد شاید
آن گل که هنوز نو بدستت آمده بود	نشگفته تمام - باز حسرش بربود
بیچاره بسی امید در خاطر داشت	امید دراز و عمر کوتاه چه سود
من دوش قضا یار و قدر پشتم بود	نارنج زنخدان تو در مشتم بود
دیدم که همی گزم لب شیرینت	بیدار چه گشتم سر انگشتم بود
چون خیل تو صد باشد و خصم تو هزار	خود را به هلاک میسپاری زنهار
تا بتوانی برآور از خصم دمار	چون جنگ ندانی آشتی عیب مدار

ناگزیر بودن معشوق

نامردم اگر ز تو سر از مهر تو باز	خواهی بکشم بجور و خواهی بنواز
ور بگریزم ز دست تو ای مایهٔ ناز	هر جا که روم پیش تو می آیم باز
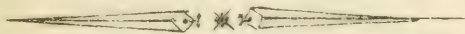
صدق طلب

تا سر نه کنم در سر تو ای مایهٔ ناز	کوته نه کنم ز دامنت دست نیاز
هر چند که راه تو دور است و دراز	در راه بمیرم و نگردم ز تو باز
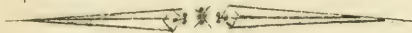
خوبرویان دوست داشتن

گر بی خبران و عیب گویان از پس	منسوب کنندم بهوا و بهوس
آخر نه گناه است که من کردم و بس	منظور ملیح ـ دوست دارد همه کس

حفظ جان از مهالک

چون زهرهٔ شیران بدرد نعرهٔ کوس	بر باد مده جان گرامی به فسوس
با آنکه خصومت نتوان کرد بساز	دستی که بقوت نتوان برد ببوس

معاملت تا بود
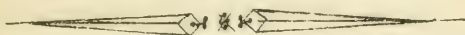
یا همچو همای برین افگن پر خویش	تا بندگیت کنم بجان و سر خویش
در لایق خدمتم ندانی بر خویش	گو من سر خویش گیرم و کشور خویش

همسایگی نیکان بهتر
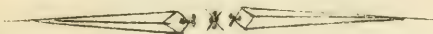
همسایه که میل طبع باشد سویش	فردوس برین بود سرا در کویش
وان را که نخواهی که ببینی رویش	دوزخ باشد بهشت در پهلویش

هر سرو قدی که بگذرد در نظرم — در هیبت او خیره بماند بصرم
چون من نتوانم که جوان گردم باز — آخر کم از آنکه در جوانان نگرم

خود را بمقام شیر می‌دانستم — چون خصم آمد به روبهی مانستم
گفتم - من و صبر - اگر بود روز فراق — چون واقعه افتاد نتوانستم

شب ها ز همه خلق نهان می‌گریم — چشم از غم دل بر آسمان می‌گریم
طفل از غم مرغ رفته چون گریه کند — بر عمر گذشته همچنان می‌گریم

چون ما و شما اقارب یکدگریم — بزان نبود که پردهٔ هم ندریم
ای خواجه تو عیب من مکن تا من نیز — عیب تو نگویم که یک از یک بتریم

گر برگ جهان ز شست آید تیرم — چه خوشتر از آنکه پیش دستت میرم
دل با تو خصومت آرزو میکندم — تا صلح کنی و در کنارت گیرم

می‌آئی و لطف و کرمت می‌بینم — و آسایش جان در قدمت می‌بینم
وان وقت که غائبی همت می‌بینم — هر جا نگه می‌کنمت می‌بینم

گفتم که دگر چشم به دلبر نه کنم | سوفی شوم و گوش به منکر نه کنم
دیدم که خلاف طبع موزون ستم است | توبه کردم که توبه دیگر نه کنم

مه را ز فلک بطرف بام آوردن | وز روم کلیسیا بشام آوردن
در وقت سحر نماز شام آوردن | بتوان نتوان ترا بدام آوردن

نه سرو توان گفت نه خورشید و نه ماه | آه از تو که در وصف نمی آئی آه
هر کس به رهی میرود اندر طلبت | گر ره بتو بودی نه بدی اینهمه راه

ای راه روان راگذر از کوی تو نه | ما هیچ از عشق دگر ره سوی تو نه
هر تشنه که از دست تو لب تاند آب | از دست تو سیر گردد از روی تو نه

ای یار کجائی که در آغوشش نه | دامشب بر ما نشسته چون دوش نه
ای سرو بلند و راحت جسم و روان | هر چند که غائبی فراموشش نه

ای کاج نکردمی نگاه از دیده | بر دل نه زدی عشق تو راه از دیده
تقصیر ز دل بود و گناه از دیده | آه از دل و صد هزار آه از دیده

روزے دو سہ شد کہ بندہ ننواختہ	واندیشہ بہ ذکر ما نہ پرداختہ
زان مے ترسم کہ دشمنان اندیشند	کز چشم عنایتم بینداختہ
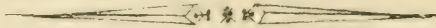
گفتم کہ کنم توبہ ز صاحب نظری	باشد کہ بلاے عشق گردد سپری
چندانکہ نگہ مے کنم اے رشک پری	بار دو بین زاولین خوب تری

گویند کہ دوش شحنگان تتری	دزدے بگرفتند بصد حیلہ گری
امروز بہ آویختنش مے بردند	میگفت رہا کن کہ گریبان بدری
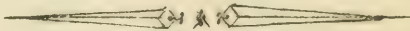
گیرم کہ بہ فتواے خردمندی وراے	از دائرہ شرع برون ننہم پاے
بامیل کہ طبع مے کند چہ توان کرد	عجب ستکہ در من آفریدہ خداے

مطائبہ بیت از دوم

دیدار از نہ پرسد

ربا بے غیطہ از ابیات
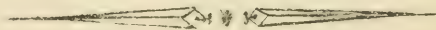
عشق نظر بازی

مفردات

دانی چه گفته اند بنی عوف در عرب	نسل بریده به که موالید بے ادب
تو آتش بہ نے درزن و در گزر	کہ نہ خشک در بیشہ ماند نہ تر
مروّت نہ باشد بہ افتادہ زور	برد مرغ دون دانہ از پیش مور
خواہی کہ بہ طبعت ہمہ کس دارد دوست	با ہر کہ نہ راوفتی چنان باش کہ اوست
گر راہ نمائی ہمہ عالم راہ است	در دست نہ گیری ہمہ عالم چاہ است
نہالے کہ سی سال گردد درخت	ز بیخش برآرد سپیہ باد سخت
اگر نواب و سرہنگان ہم از درگہ برانندت	ازان بہتر کہ در پہلوے مجبوبے نشانندت
سلطان چو بہ منزلِ گدایان آید	گر بر سر بوریا نشیند شاید
گر ز ہفت آسمان گزند آید	ہمہ بر عضو دردمند آید
اگر دندان نباشد نان توان خورد	مصیبت آن بود کت نان نباشد
منعم کہ نظر بحالِ درویش کند	چندانکہ کرم کند طمع بیش کند
تواضع گرچہ محمود است و فضل بیکران دارد	نشاید کرد بیش از حد کہ ہیبت را زیان دارد
گفتم کہ برآید آبے از چاہ امید	افسوس کہ دلو نیز در چاہ افتاد
بشکر آنکہ تو در خانہ واہلت پیش	نظر دریغ مدار از مسافر درویش

وزن از ان تلطف
ترک ما سوا۔
زور آزمائی بر ضعیف
موافقت روزگار
معنی ہدایت و ضلالت
تحمل و حرمت نادانی
صحبت ناجنس۔
موافقت وقت
شان منعم۔
فرق در مشقت و مصیبت
خاصہ گدایان۔
اعتدال در تواضع۔
دو گونہ یاس بعد از امید
مسافر نوازی

کوته نظران را نبود جز غم خویش — صاحب نظران را غم بیگانہ و خویش

گر بلیت رت کسے دہد دشنام — بہ کہ ساکن وہی جواب سلام

بشنو کہ من نصیحت پیران شنودہ ام — بیش از تو خلق دیدہ و بیش از تو بودہ ام

از بہر دل کسے بدست آوردن — مطبوع نباشد دگرے آزردن

چو بد گفتی مباش ایمن ز بدگو — کہ بد را کس نخواہد گفت نیکو

صاحبدل و نیک سیرت و علامہ — گو کفش دریدہ باش و خلقان جامہ

کرم بجائے فروماندگان چو بتوانی — مروّت است نہ چندانکہ خود فرومانی

مردی نہ بقوت است و شمشیر زنی — آنست کہ ظلمے کہ توانی نہ کنی

تو با ما روز و شب در باغ انسی — خلاف است اینکہ طول العہد نیسی

پائے ملخے نزد سلیمان بردن — عیب است ولیکن ہنر است از مورے

من سخن راست نوشتم تو اگر راست بخوانی — جرم لجلاج نباشد چو تو شطرنج ندانی

کتبت لیبقی الذکر فی ام البعدی
فیا ذا الجلال اغفر لکاتبہ السعدی

مطائبات و ہزلیات و مضحکات

شیخ کی کلیات کا سب سے اخیر حصّہ مجموعۂ ہزلیات ہے جو تیس بتیس صفحے سے
زیادہ نہ ہوگا - یہ مجموعہ فی الحقیقت شیخ کے عارض کمال پر ایک نہایت بدنما سّہ سب ہے جو
شیخ کی شان سے نہایت بعید اور اوس کے فضل وکمال و بزرگی کے بالکل منافی ہے۔
اِس مین زیادہ تر نظم اور کسیقدر نثر ہے اور کہین کہین عربی عبارت بھی ہے - حضرت نے
اِس حصہ مین اپنی شیخوخت اور تقدس کو بالائے طاق رکھکر خوب آزادی اور بیباکی سے
دل کھول کر فحش اور ہزل کی داد دی ہے جسپر ہرگز یہ گمان نہین ہو سکتا کہ یہ پوچ اور لغو اور
بیہودہ کلام اُس شخص کا ہے جس کے نتایج افکار سے گلستان اور بوستان جیسی بے بہا
کتابین موجود ہین - آدمی کا خطادار اور ناقص ہونا ہی اُس کے انسان ہونے کی علامت
ہے اور اوس کے اقوال و افعال کا تفاوت اور اختلاف اور اُن کا ہمیشہ ایک ضابطہ
اور ایک قانون کے موافق سرزد نہ ہونا ہی وہ چیز ہے جو اُس کو دیگر حیوانات سے
تمیز دیتی ہے - انسان کے خیالات کو ایک نادان بچہ کی حرکتون سے تشبیہ دیجاسکتی
ہے جسکی ایک حرکت پر بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہتا ہے اور دوسری حرکت پر حد سے
زیادہ غصہ آتا ہے - اِس مین شک نہین کہ شیخ کی طبیعت پر ظرافت اور مزاح غالب تھا اور
جب یہ صفت حد سے گزرجاتی ہے تو اِس سے فحش اور ہزل پیدا ہوتا ہے - مگر شیخ نے

اس مجموعہ کے شروع مین چند سطرین معذرت آمیز عربی عبارت مین لکھی ہین جو قابل لحاظ ہین وہ لکھتا ہے کہ اَلْزَمَنِی بَعْضُ اَبْنَاءِ الْمُلُوْكِ اَنْ اُصَنِّفَ لَهٗ كِتَابًا فِي الْهَزْلِ عَلٰی طَرِيْقِ السُّوْزَنِیْ فَلَمْ اُجِبْهُ فَهَدَّدَنِیْ بِالْقَتْلِ فَلِاَجْلِ ذٰلِكَ اَجَبْتُ اَمْرَهٗ وَاَنْشَدْتُ هٰذِهِ الْاَبْيَاتَ وَاَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ ۔ یعنی ایک بادشاہزادہ نے مجھکو اسبات پر مجبور کیا کہ مین اُس کے لیے ایک کتاب حکیم سوزنی کی روش پر ہزل مین لکھون۔ مین نے نہ مانا اسپر اُس نے مجھکو قتل کی دہمکی دی۔ اِس لیے ماننا پڑا اور یہ اشعار لکھے۔ اور مین خدائے بزرگ سے توبہ و استغفار کرتا ہون۔

شیخ کا عذر جہانتک ہماری راے ناقص مین آتا ہے بہت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ شیخ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے ہمیشہ سیر و سفر مین رہتا تھا۔ تاتار سے لیکر روم و مصر و حبش تک اُس کی جولان گاہ تھی اُسکی شاعری اور نکتہ سنجی کا شہرہ اُس کی زندگی ہی مین دور دور پہنچ گیا تھا۔ مسلمان امیرزادون اور بادشاہون کی صحبتون مین لہو و لعب اور تمسخر و استہزا کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ پس اگر کسی نالائق بادشاہزادے نے شیخ کی ظرافت اور بذلہ سنجی کا شہرہ سنکر اس خیال سے کہ ہمیشہ گرمی صحبت کے لیے ایک مجموعۂ ہزل و فحش موجود رہے شیخ کو ان ہفوات کے لکھنے پر مجبور کیا ہو تو کچھہ تعجب کی بات نہین ہے۔ اور چونکہ اس مجموعہ مین صریح فحش اور عامیانہ پھکڑ کے سوا بافراط اور لطیف خیالات جیسے کہ شیخ کے کلام کی عام خاصیت ہے بہت کم پائے جاتے ہین اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ تمام ہزلیات دل کی اُپج اور طبیعت کی اُمنگ سے نہین بلکہ محض نفرت و

کرامات کے ساتھ لکھی گئی ہین۔

ایران مین ہزل وفحش کی شاعری دورۂ غزنویہ کے شعرا سے برابر چلی آتی تھی اور یہ طریقہ اسقدر عام اور بے عیب ہو گیا تھا کہ افاضل شعرا کی عظمت اور بزرگی مین اس سے کچھہ فرق نہ آتا تھا۔ اکثر ہاجی اور ہزال حکیم کے لقب سے ملقب ہوتے تھے اور ابتک جیسے حکیم انوری۔ حکیم خاقانی۔ حکیم شفائی۔ حکیم قاآنی وغیرہ وغیرہ۔ سوزنی بھی جو چھٹی صدی کا شاعر ہے اور جس کا ذکر شیخ کی مذکورہ بالا عبارت مین ہے حکیم سوزنی کہلاتا تھا۔ اس کا ہزل اور فحش انتہا درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے حکیم سنائی کی بہت سی ہجوین لکھی ہین اور حکیم صاحب نے بھی باانیہمہ مشیخت وتقدس تنگ آکر اُسکے جواب مین ایسی جامع و مانع گالی تصنیف فرمائی ہے جو سوزنی کی عمر بھر کی گالیون اور پھکڑ کا جواب ہو سکتی ہے۔ حکیم ابوالعلائی گنجوی جو منوچہر شروان شاہ کے عہد مین پایۂ تخت کا ملک الشعرا تھا۔ باوجود یکہ وہ حکیم خاقانی کا مربی اور خسر تھا اُس کے اور خاقانی کے باہم ایسی رکیک اور نالائق ہجوبازی ہوئی تھی جسکی تصریح کرنے سے شرم آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو بُرائی سوسائٹی مین اسقدر عام اور بے عیب ہو جائے اُس سے بالکل پاک اور مبرا رہنا بشر کی معمولی طاقت سے باہر ہے اور اُس کے ارتکاب پر ایسا سخت مواخذہ نہین کیا جا سکتا۔ جس کا وہ عیب فی نفسہ مستحق ہے۔

ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے عنفوان شباب مین جو شوخی اور بیباکی کا زمانہ ہے کسی موقع پر یہ خرافات بھی لکھدی ہوگی۔ اور ایسا کم وبیش ہر شخص سے ظہور مین

آتا ہے - مگر کوئی شخص ایسے بیہودہ اور لغو کلام کو اپنی تصنیفات مین شامل کر کے اپنی طرف منسوب اور اپنے نام سے شائع نہین کرنا چاہتا - شیخ نے بھی یقیناً ایسا ہرگز نہ چاہا ہوگا مگر چونکہ وہ زمرۂ مشائخ و عرفا مین سے گنا جاتا تھا اور معتقدین کے نزدیک اُس کا ہزل بھی انوار و برکات سے خالی نہ تھا اسلئے کسی بزرگوار نے اُسکی وفات کے بعد اِس ناشدنی مجموعہ کو بھی تبرکاً و تیمناً کلیات مین داخل کر دیا - معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ گلستان کے مرتب ہونے سے پہلے لکہا جا چکا تھا کیونکہ اِس کے چند اشعار جن مین زیادہ ہزل نہین ہے شیخ نے گلستان مین اپنے اپنے موقع پر نقل کیے ہین -

ہمکو بہت تجسس سے چند رباعیان اور قطعے اِس مجموعہ مین ایسے ملے ہین جو فحش سے پاک ہین سو وہ یہان نقل کیے جاتے ہین -

رباعیات

آن عہد بیاد داری و دولت و داد
گر عاشق بیچارہ نمی کردی یاد
انگہ بگریختی کہ کس چون تو نبود
دامروز بیامدی کہ کس چون تو مباد

آن ماہ کہ گفتی ملک رحمان ست
این بار اگر ش نگہ کنی شیطان ست
روئے کہ چو آتش بزمستان خوش بود
امروز چو پوستین بہ تابستان ست

قطعات

چو خویشتن نتواند کہ مے خورد قاضی
کہ گفت پیرہ زن از میوہ میکند پرہیز

ضرورت ست کہ بر دیگران بگیرد سخت
دروغ گفت - کہ دستش نمیرسد بہ درخت

مردے کہ غرفہ بود در جیحون
بانگ می کرد و زار مے نالید

کز بہر قند بود پندارم
کاسے دریغا کلاہ و دستارم

حریف عمر بسر بردہ در فسوق و فجور
کہ توبہ کردم و دیگر گنہ نخواہم کرد

بوقت مرگ پشیمان ہمی خورد سوگند
تو خود دگر نتوانی بریش خویش مخند

عربی قصائد اور مقطعات

کلیات شیخ مین بیس صفحے کے قریب قصیدے اور قطعے بھی شامل ہین اور ان کے سوا اُسکے ملمعّات مین عربی اشعار اور مصرعے کثرت سے موجود ہین - گلستان مین بھی جیسا کہ اُس نے خاتمہ مین تصریح کی ہے تقریباً تمام عربی اشعار اُسی کے ہین - قطع نظر اس سے کہ اُس کی عمر کا ایک بڑا حصہ دیار عرب مین بسر ہوا تھا اور عربی زبان بمنزلہ مادری زبان کے ہو گئی تھی اُسکے تمام فارسی اور عربی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل

علم کے بعد اُس نے زیادہ تر اپنی توجہ دینیات اور تصوف اور علم ادب مین مصروف کی تھی - گو اُس کا عربی کلام بہت تھوڑا ہے مگر جسقدر ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک مشّاق اور ماہر ادیب کا ہونا چاہیے باینہمہ وہ عربی شعر مین شاعری کا ادّعا نہین کرتا چنانچہ بغداد کے مرثیہ مین لکھتا ہے ؎

وَبِالشِّعْرِ اَيْمُ اللهِ لَسْتُ بِمُدَّعٍ وَلَوْ كَانَ عِنْدِيْ مَابِبَابِلَ مِنْ سِحْرٍ	بخدا کہ مین شاعری کا دعوٰی نہین کرتا - اگرچہ میرے کلام مین وہ جادو موجود ہے جو بابل مین موجود تھا -
هُنَالِكَ نُقَّادُوْنَ عِلْمًا وَّخُبْرَةً وَّمُنْتَخِبُو الْقَوْلِ الْجَمِيْلِ مِنَ الْهُجْرِ	یہان علم اور واقفیت کی رو سے پرکھنے والے اور عمدہ کلام کو بُرے کلام مین سے چھانٹنے والے موجود ہین -
جَرَتْ عَبَرَاتِيْ فَوْقَ خَدِّيْ كَآبَةً فَاَنْشَأْتُ هٰذَا فِيْ قَضِيَّتِهِ مَا يَجْرِيْ	سوز دل کے سبب میرے آنسو چہرہ پر ٹپک پڑے - سو مینے یہ قصیدہ اِس سرگذشت کے بیان مین لکھ لیا -
وَلَوْ سَبَقَتْنِيْ سَادَةٌ جَلَّ قَدْرُهُمْ لَمَا حَسُنَتْ مِنِّيْ مُجَاوَزَةُ الْقَدْرِ	اگر ذی رتبہ لوگ اِس مضمون مین مجھ سے سبقت کرتے تو البتہ مجھکو اپنے رتبہ سے تجاوز کرنا زیبا نہ تھا -

بہرحال اُس کا عربی کلام جسقدر ہے اور جیسا ہے غنیمت ہے اور اس سے شیخ کی

شاعری کا رتبہ سوایا بلکہ ڈیوڑھا ہو گیا ہے اب ہم اُسکے ایک طولانی قصیدہ میں سے جو کہ اُسنے خرابی بغداد پر لکھا ہے کچھ اشعار بطور نمونہ کے اس مقام پر نقل کرتے ہین۔

حَبَسْتُ بِجَفْنِی الْمَدَامِعَ لَا تَجْرِی
فَلَمَّا طَغَی الْمَاءُ اسْتَطَالَ عَلَی السِّکْرِ

مینے اپنی پلکون مین آنسوؤن کو روکا تھا کہ بہنے نہ پائین پر جب پانی نے طغیانی کی تو اُس بند کو توڑ ڈالا۔

نَسِیمُ صَبَا بَغْدَادَ بَعْدَ خَرَابِهَا
تَمَنَّیْتُ لَوْ کَانَتْ تَمُرُّ عَلَی قَبْرِی

کاش ایسا ہوتا کہ بغداد کی تباہی کے بعد اُس کی ہوا کا جھوکا میری قبر پر گزرتا۔

لِاَنَّ هَلَاکَ النَّفْسِ عِنْدَ اُولِی النُّهَی
اَحَبُّ لَهُمْ مِنْ عَیْشِ مُنْقَبِضِ الصَّدْرِ

کیونکہ عقلمندون کے نزدیک مرجانا تنگدل جینے سے بہتر ہے۔

زَجَرْتُ طَبِیبًا جَسَّ نَبْضِی مُدَاوِیًا
اِلَیْکَ فَمَا شَکْوَایَ مِنْ مَرَضٍ یَبْرِی

مینے طبیب کو جبکہ اُسنے علاج کے لیے میری نبض کو چھوا جھڑک دیا کہ جا اپنا کام کر مجھکو ایسے مرض کی شکایت نہین جو اچھا ہو سکے۔

لَزِمْتُ اصْطِبَارًا حَیْثُ کُنْتُ مُفَارِقًا
وَهٰذَا فِرَاقٌ لَا یُعَالَجُ بِالصَّبْرِ

مینے ہمیشہ احباب کی جدائی مین صبر اختیار کیا ہے مگر یہہ ایسی جدائی ہے جسکا علاج صبر سے ممکن نہین۔

وَلَا تَسْاَلَنْ عَمَّا جَرَی یَوْمَ حَصْرِهِمْ

نپوچھو جو حال بنی عباس کی قید کے دن

وَذٰلِكَ مِمَّا لَيْسَ يَدْخُلُ فِي حَصْرٍ

گزرا یہ وہ حال ہے جو قید بیان میں نہیں آسکتا۔

اُدِيرَتْ كُؤُوسُ الْمَوْتِ حَتّٰى كَأَنَّهُ
رُءُوسُ الْأُسَارٰى تَرَنَّحُ مِنَ السُّكْرِ

شراب مرگ کے جام گردش میں لائے گئے یہاں تک کہ قیدی کشتوں کے سر تڑپتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے گویا نشے میں جنبش کر رہے ہیں۔

بَكَتْ جُدُرُ الْمُسْتَنْصِرِيَّةِ نُدْبَةً
عَلَى الْعُلَمَاءِ الرَّاسِخِينَ ذَوِي الْحِجْرِ

علماے راسخین پر جو کہ اصحاب عقل و دانش تھے مدرسہ مستنصریہ کی دیواریں زار زار رو رہی ہیں۔

مَحَابِرُ تَبْكِي بَعْدَهُمْ بِسَوَادِهَا
وَبَعْضُ قُلُوبِ النَّاسِ اَمْلَكُ مِنْ حِبْرٍ

اُن کے بعد دواتیں اپنی سیاہی کے آنسوؤں سے روتی ہیں مگر بعض لوگوں کے دل دوات سے زیادہ سیاہ ہیں۔

نَوَائِبُ دَهْرٍ لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَهَا
وَلَمْ أَرَ عُدْوَانَ السَّفِيهِ عَلَى الْحَبْرِ

یہ زمانہ کے سخت حادثے ہیں کاش میں ان سے پہلے مرجاتا اور جاہلوں کا ظلم دانشمندوں پر نہ دیکھتا۔

وَقَفْتُ بِعَبَّادَانَ أَرْقُبُ دِجْلَةً
كَمِثْلِ دَمٍ قَانٍ تَسِيلُ إِلَى الْبَحْرِ

میں نے شہر عبادان میں ٹھیر کر دجلہ کے پانی کو دیکھا کہ بکثرت خون کی مانند سمندر

کی طرف بہتا تھا۔

وَفَائِضُ دَمْعِي فِي مُصِيبَةِ وَاسِطٍ
يَزِيدُ عَلَى مَدِّ الْبُحَيْرَةِ وَالْجَزْرِ

میرے آنسو جو شہر واسطہ کی مصیبت مین جاری ہین خلیج فارس کے مد و جزر کو اور بڑھا دیتے ہین۔

وَهَبْ أَنَّ دَارَ الْمُلْكِ تَرْجِعُ عَامِرًا
وَيُغْسَلُ وَجْهُ الْعَارِفِينَ عَنِ الْعَفْرِ

فرض کرو کہ دار الخلافہ پھر آباد ہو اور علماء کے چہرے غبار ذلت سے پاک کیے جائین۔

فَأَيْنَ بَنُو الْعَبَّاسِ مُفْتَخَرُ الْوَرَى
ذَوُو الْخُلُقِ الْمَرْضِيِّ وَالْغُرَرِ الزُّهْرِ

لیکن بنی عباس جنسے عالم کو فخر تھا جن کے اخلاق برگزیدہ پیشانیان نورانی تھین کہان سے آئین گے۔

غَدَا سَمَرًا بَيْنَ الْأَنَامِ حَدِيثُهُمْ
وَذَا سَمَرٌ يُدْمِي الْمَسَامِعَ كَالسُّمْرِ

ان کا ذکر دنیا مین ایک فسانہ ہو گیا اور یہ وہ افسانہ ہے جو کانون کو برچھیون کی نوک کی طرح خون آلودہ کرتا ہے۔

وَفِي الْخَبَرِ الْمَرْوِيِّ دِينُ مُحَمَّدٍ
يَعُودُ غَرِيبًا مِثْلَ مُبْتَدَأِ الْأَمْرِ

حدیث مین آیا ہے کہ دین محمدی پھر غریب ہونے والا ہے جیسا کہ ابتدا سے حال مین وہ غریب تھا۔

فَأَغْرَبُ مِنْ هَذَا يَعُودُ كَمَا بَدَا

یا وہ اس حالت سے بھی زیادہ غریب

وَسُبِّيَ دَارُ السَّلَامِ فِي بَلَدِ الْكُفْرِ

ہونیوالا ہے کہ تمام دار السلام کفر کے آستے ہی غریب ہوگیا۔

أَتُذْكَرُ فِي أَعْلَى الْمَنَابِرِ خُطْبَةٌ
وَمُسْتَعْصِمٌ بِاللهِ لَمْ يَكُ فِي الذِّكْرِ

کیا منبروں پر خطبہ پڑھا جائیگا اور مستعصم باللہ کا اُسمین ذکر نہ ہوگا۔

فَغَادِعُ حَوْلَ الْمَاءِ تَلْعَبُ فَرْحَةً
أَصَبْرٌ عَلَى هٰذَا وَيُونُسُ فِي الْقَعْرِ

کیا اسپر صبر ہو سکتا ہے کہ مینڈک پانی کے ادھر اودھر خوشی سے کھیلتے پھرین اور یونس پانی کی تہ مین ہو۔

تَحِيَّةُ مُشْتَاقٍ وَأَلْفُ تَرَحُّمٍ
عَلَى الشُّهَدَاءِ الطَّاهِرِينَ مِنَ الْوِزْرِ

مشتاق کا سلام اور ہزارون رحمتین اُن شہیدون پر جو گناہون سے پاک تھے۔

هَنِيئًا لَهُمْ كَأْسُ الْمَنِيَّةِ مُتْرَعًا
وَمَا فِيهِ عِنْدَ اللهِ مِنْ عِظَمِ الْأَجْرِ

موت کا لبالب پیالہ اور جو کچھ کہ اُس مین خدا کی طرف سے اجر عظیم ہے، اُن کو گوارا ہو جیو۔

عَلَيْهِمْ سَلَامُ اللهِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ
بِمَقْتَلِ زَوْرَاءَ إِلَى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ہمیشہ اُنپر شام سے صبح تک زورا کی قتلگاہ مین خدا کی رحمت نازل رہیو۔

وَلَيْتَ صِمَاخِي صُمَّ قَبْلَ اسْتِمَاعِهِ
بِهَتْكِ اَسَاتِيرِ الْمَحَارِمِ فِي الْأَسْرِ

کاش ایسا ہوتا کہ قیدیون خاتون کے سب کے پردہ [illegible] کی خبر سننے سے پہلے میرے

کان بہرے ہوجاتے ۔

كَاَنَّ صَبَاحَ الْاَسْرِ يَوْمُ قِيَامَةٍ
عَلٰٓی اُمَمٍ شُعْثٍ تُسَاقُ اِلَی الْحَشْرِ

قید کی صبح گویا قیامت کا دن تھا کہ اُمتین سر مین خاک ڈالے ہوئے میدان حشر کی طرف ہنکائی جاتی تہین ۔

وَمُسْتَصْرِخٍ بِالْمُرُوَّةِ فَانْصُرُوْا
وَمَنْ يُصْرِخِ الْعُصْفُوْرَ بَيْنَ يَدَيِ الصَّقْرِ

بہت لوگ فریاد کرتے تھے کہ دہائی ہے مروت کی کوئی مدد کرو۔ مگر باز کے پنجے مین چڑیا کی فریاد کو کون پہنچتا ہے ۔

يُسَاقُوْنَ سَوْقَ الْمَعْزِ فِيْ كَبِدِ الْفَلَا
عَزَائِزَ قَوْمٍ لَا يُعَوَّدُوْنَ بِالزَّجْرِ

جو لوگ زجر اور دھمکی سننے کے عادی نہ تھے اُن کے حرم محترم صحرا مین بکریون کی طرح ہکائے جاتے تھے ۔

جُلِيْنَ سَبَايَا سَافِرَاتٍ وُّجُوْهُهَا
كَوَاعِبُ لَا تَبْرُزْنَ مِنْ حُلَلِ الْخِدْرِ

جو لڑکیان پردہ مین چادرون سے چہرے باہر نہ نکالتی تھین اُن کو کھلے مُنہ اسیر کرکے لے گئے ۔

تَقُوْمُ وَتَخْفُوْا فِي الْمَسَاجِرِ وَالْاَوٰی
وَهَلْ تَخْتَفِيْ مَشْيُ النَّوَاعِمِ فِي الْوَعْرِ

وہ کھڑی ہوتی ہین اور چادرون اور ٹیلون کے ڈھلانون مین منہ چھپاتی ہین مگر اُن کٹھن رستون مین نازنینون کی چال کب چھپ سکتی ہے ۔

لَقَدْ كَانَ فِكْرِي قَبْلَ ذٰلِكَ مَا تَرىٰ
فَأَحْدَثَ أَمْرٌ لَا يُحِيطُ بِهِ فِكْرِي

اِس سے پہلے میری فکر جیسی تھی تو جانتا ہے مگر ایک ایسا امر عظیم حادث ہوا جو میرے فکر کے احاطہ سے باہر ہے۔

وَبَيْنَ يَدَيْ صَرْفِ الزَّمَانِ وَحُكْمِهِ
مُغَلَّلَةٌ أَيْدِي الْقَيَاصِرِ وَالْحِبْرِ

زمانہ کی گردش اور حکومت کے سامنے شہنشاہون اور داناؤن کے ہاتھ بندھے ہوئے ہین۔

نَعُوذُ بِعَفْوِ اللهِ مِنْ نَّارِ فِتْنَةٍ
تَأَجَّجَ مِنْ قُطْرِ الْبِلَادِ إِلَى الْقُطْرِ

خدا کی پناہ ہے فتنہ کی اُس آگ سے جو دنیا کی ایک جانب سے دوسری جانب تک بھڑکتی چلی گئی۔

بَدَا وَتَعَالىٰ مِنْ خُرَاسَانَ قَسْطَلٌ
فَعَادَ كَمَا لَا يَزُولُ عَنِ الْبَدْرِ

خراسان سے ایک غبار نمودار ہوکر بلند ہوا اور ایک گھنگھور گھٹا بن گئی جو چاند پر سے ہٹنے والی نہ تھی۔

رَعَى اللهُ إِنْسَانًا تَيَقَّظَ بَعْدَهُمْ
لِأَنَّ مُصَابَ الزَّيْدِ مُزْجِرَةُ الْعَمْرٍو

خدا حمایت کرے اُس شخص کی جو دولت بنی عباس کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہوگیا کیونکہ زید کی مصیبت عمرو کے لئے تازیانہ ہے۔

وَسَائِرُ مُلْكٍ يَّقْتَفِيهِ زَوَالُهُ

خداے بے نیاز و یگانہ کے ملک کے

سِوَى مَلَكُوتِ الْقَائِمِ الْقَهَّارِ الْوِتْرِ

سوا ہر ملک اور سلطنت کے پیچھے اُس کا زوال لگا ہوا ہے۔

إِذَا كَانَ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا فَرْقَ بَيْنَنَا
فَلَا تَنْظُرَنَّ النَّاسَ بِالنَّظَرِ الشَّزْرِ

جبکہ مرنیکے بعد ہم سب مین کچھہ فرق نرہیگا تو لوگون کو تکبر کی نگاہ سے مت دیکھہ۔

وَجَارِيَةُ الدُّنْيَا نَعُومَةٌ كَفُّهَا
مُحَسَّنَةٌ لَكِنَّهَا الْكَلْبُ ذُو الظُّفْرِ

کتے کی طرح معشوقہ دنیا کی ہتھیلیان تو نرم نرم اچھی معلوم ہوتی ہین لیکن اُس کے ناخن تیز ہین۔

وَلَوْ أَنَّ ذَا مَالٍ مِنَ الْمَوْتِ خَالِيًا
لَكَانَ جَدِيرًا بِالتَّعَاظُمِ وَالْكِبْرِ

اگر مال و دولت والا موت سے خالی ہوتا تو البتہ بڑائی اور تکبر کرنے کا مستحق تھا۔

رَبِحْتَ الْهُدَى إِنْ كُنْتَ عَامِلَ صَالِحٍ
وَإِنْ لَمْ تَكُنْ وَالْعَصْرِ إِنَّكَ لَفِي خُسْرِ

اگر تونے نیک عمل کیے تو ہدایت کا نفع اُٹھایا ورنہ کچھہ شک نہین کہ تو ٹوٹے مین رہا۔

عَلَى الْمَرْءِ عَارٌ كَثْرَةُ الْمَالِ بَعْدَهُ
وَإِنَّكَ يَا مَغْرُورُ تَجْمَعُ لِلْفَخْرِ

مرنے کے بعد بہت سا مال چھوڑ جانا آدمی کے لیے ننگ کی بات ہے مگر اے غافل تو اُلٹا فخر کے لیے مال جمع کرتا ہے

عَفَا اللّٰهُ عَنَّا مَا مَضَى مِنْ جَرِيمَةٍ
وَمَنَّ عَلَيْنَا بِالْجَمِيلِ مِنَ السَّتْرِ

خدا تعالے ہماری گزشتہ خطائیہ معاف فرمائے اور ہمارے عیب بالکل چھپا کر ہم پر احسان کرے۔

خاتمہ

شیخ کے عام حالات اور اُسکی عام شاعری پر اجمالی نظر

شیخ ایک نہایت صحیح المزاج قوی اور جفاکش آدمی تھا - اُسکے قوی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے دس بار حج پیادہ پا کیے تھے اور اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی مین بسر کیا اور ایک سو بیس برس کے قریب عمر پائی -

اُس نے صرف پیادہ پا ہی سفر نہین کیے بلکہ بعض اوقات ننگے پاؤن چلنے کا بھی اتفاق ہوتا تھا - جس طرح اکثر اہل سلوک نفس شکنی کے لیے اپنے مشایخ کے اشارے سے سالہا سال ادنی درجے کے کام اور محنتین کیا کرتے ہین اُسنے بھی بیت المقدس اور اُس کے گرد و نواح مین ایک مدت تک سقائی کی تھی -

اُس کا مذہب جیسا کہ خود اُسکے کلام سے ظاہر ہے تسنن معلوم ہوتا ہے لیکن جسطرح اکثر صوفیہ کی نسبت تشیع کا گمان کیا گیا ہے اُسکو بھی قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین مین شیعی لکھا ہے - ہم اُسکے کسی خاص مذہب کا ثبوت دیکر ایک ایسے شخص کو جو مقبول فریقین ہے ایک گروہ کا مقبول اور دوسرے گروہ کا مردود بنانا نہین چاہتے تھے بڑی بات یہ ہے کہ وہ بے تعصب تھا اور یہی اُسکے ناجی ہونے کی دلیل ہے -

اُسکو تذکرہ نویسون نے اہل باطن اور صوفیہ مین سے شمار کیا ہے اُسکے کلام سے
بھی جا بجا یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ اُس رنگ مین ڈوبا ہوا تھا - بے شک وہ صوفی بھی تہا
مگر آج کل کے مشائخ اور واعظین کے برخلاف ایک نہایت بے تکلف - کھلا ڈلا - یار باش
ہنسوڑ - ظریف - ریا اور نمایش سے دور سیدھا سادہ مسلمان تھا - اُسکو آج کل کے حضرات
کی طرح اپنے تئین لوازم بشریت سے بالکل پاک ظاہر کرنا اور بہ تکلّف مقدس فرشتونکی
صورت مین جلوہ گر ہونا ہرگز نہ آتا تھا - وہ شاعری مین اپنا جواب نہ رکہتا تھا مگر مشرق کے
عام شعرا کی طرح حریص اور لالچی نہ تھا - اُس نے مثل ظہیر - رشید - خاقانی - اور انوری
وغیرہم کے بادشاہون کی مدّاحی اور امیرون کو بھٹئی کرنے کو اپنی وجہ معاش نہین بنایا تھا -
بااینہمہ وہ امرا اور سلاطین سے ملتا بھی تھا اور اُن کی مدح مین قصیدے بھی لکھتا تھا اور
جو کوئی عقیدت یا محبّت سے اُسکی کچھ نذر کرتا تھا وہ لے بھی لیتا تھا - اُس کے عام مدحیہ
قصائد دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ یہ قصیدے کس غرض سے لکھتا تھا زیادہ تر
اُسکے قصیدے ایسے ہین جنکو قصیدہ گوئی کے مشرقی اصول کے موافق بہت مشکل
سے قصیدہ کہا جا سکتا ہے - امیرون سے وہ اسلیئے بھی زیادہ تر میل جول رکہتا تھا کہ
اکثر اُس کی سفارش سے جیسا کہ گلستان کی بعض حکایتون سے پایا جاتا ہے غریب آدمیون
کے کام نکل جاتے تہے - خودداری اور غیرت اُس مین ایسی تہی کہ نہایت ضرورت اور احتیاج
کے وقت بھی وہ وضع کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا جیسا کہ اسکندریہ کے قحط مین اُس سے ظہور
مین آیا - خلقت کی خیرخواہی اور ہمدردی خدا تعالےٰ نے اُس کی سرشت مین ودیعت کی تہی

اُسکے نصایح اور مواعظ ہرگز اس قدر مقبول نہ ہوتے اگر انسانی ہمدردی کا جوش اُس کے دل میں نہوتا اُس نے اپنی زبان اور قلم کو پند و نصیحت کے لیے وقف کر دیا تھا اور حق بات کے کہنے سے خطرناک موقعوں پر بھی نہ چوکتا تھا کوئی شخص کسی چیز میں کامل نہیں ہو سکتا جبتک دو باتیں جمع نہوں ایک جوہر فطری دوسرے زمانہ کے ایسے اتفاقات جو اُس کے ہسیلہ کا باعث ہوں۔ شیخ کی ذات میں جس قسم کی قابلیت تھی اُسی کے موافق اُسکو اتفاقات پیش آئے تھے۔ جس شہر میں وہ پیدا ہوا تھا وہ خود ایک مردم خیز خطہ تھا جہاں ہونہار بچوں کو خود بخود کسب کمال کی ترغیب ہونی چاہیے۔ یتیمی اور بے پدری اگرچہ اکثر صورتوں میں آوارگی اور ابتری کا سبب ہوتی ہے لیکن بسا اوقات ایسی مجبوری اور بیکسی کی حالتیں غیرتمند اور جفاکش لڑکوں کے حق میں ترقی اور رشد کا باعث ہوئی ہیں۔ جس مدرسہ میں وہ حسنِ اتفاق سے تحصیل کے لیے پہنچا۔ وہ تمام مدارس اسلامیہ میں ممتاز اور سربرآوردہ تھا اور جس دارالخلافہ میں وہ مدرسہ واقع تھا وہاں کی سوسائٹی اُسوقت تقریباً تمام دنیا کی سوسائٹیوں کی نسبت زیادہ شایستہ اور مہذب تھی۔ اُس نے صرف درس و کتاب ہی سے استفادہ حاصل نہیں کیا تھا بلکہ زمانہ نے بھی اُس کی تادیب خاطر خواہ کی تھی۔ اُسکی عمر کا ایک بہت بڑا اور مفید حصہ نہایت کٹھن اور دور دراز سفر کرنے اور دنیا کی عجائبات اور قدرت کی نیرنگیاں دیکھنے میں بسر ہوا تھا۔ سلطنتوں کے پے در پے انقلابات اور ملکوں کے متواتر تغیرات۔ ظالم بادشاہوں اور بیرحم عاملوں کے ظلم و ستم دیکھتے دیکھتے بنی نوع کی دلسوزی اور ہمدردی اُسکی طبیعت میں راسخ ہو گئی تھی۔ بیسیوں خاندان اُس کی

آنکھون کے سامنے سبنے اور بسیون بگڑ گیے ایلبار جیسا کہ گلستان مین مذکور ہے شام مین
اُس کے روبرو ایسا انقلاب ہوا کہ زیردان کی اولاد بھیک مانگنے لگی اور روستائی زادے
وزارت کے درجہ کو پہونچ گیے - ساتوین صدی مین جسمین کامل عقل وہوش کے ساتھہ
اُس نے اکیانوے برس بسر کیے تھے عجیب وغریب تماشے اسکی نظر سے گزرے - سلاطین
کردیہ کا خاندان جن کی سعادت وجلالت - ایشیا - افریقہ اور یورپ مین یکسان مانی جاتی
تھی اسی صدی مین تمام ہوا - سلاجقہ - قونیہ - اور خوارزم شاہیون کی نہایت سخت لڑائی
جس نے دونون سلسلون کو مضمحل کردیا - اِسی صدی مین ہوئی - پہر خوارزمیون کی سلطنت
بحیرۂ خزر اور جبل یورال سے دریاے سندھ اور خلیج فارس تک پہیلی ہوئی تہی اِسی
صدی مین تاتاریون[۱] کے ہاتھہ سے برباد ہوئی - بنی عباس کی خلافت سوا پانسو برس بعد
اسی صدی مین ہمیشہ کے لیے نیست ونابود ہوئی اور بقول بعض مورخین کے آٹھہ لاکھہ
مسلمانون کا خون مغلون کی تلوار سے دجلہ کی ریتی مین بہ گیا - دمشق اور اسکندریہ
کا قحط جس کا ذکر گلستان اور بوستان مین ہے اور مصر کا قحط جس مین حسب تصریح صاحب

---

[۱] اس معرکہ مین جیسا کہ شیخ نجم الدین دایہ نے مرصاد العباد کے دیباچہ مین لکہا ہے تاتاریون نے
صرف رَے اور اُسکے گرد نواح مین تقریبًا سات لاکہہ مسلمان قتل اور اسیر کیے تہے اور خراسان کے
چار شہر - بلخ - مرو - ہرات اور نیشاپور بالکل تاراج اور نابود ہوگیے اور اُن کے دائین بائین
اکثر بستیان قتل وغارت کا نشانہ ہوئین -
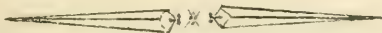
وصاف ایک ایک روٹی ہزار ہزار دینار کو بک گئی اور فارس کا قحط جس مین ایک لاکھ آدمی بھوکا
مرگیا۔ اسی صدی مین واقع ہوئے ۔ اتابکان فارس کے خاندان پر اسی صدی مین زوال آیا
دارالملک شیراز جو شیخ کا مولد و مسکن تھا اسی صدی مین کئی بار قتل و غارت کیا گیا۔ فرقۂ
اسمعیلیہ جو ڈیڑھ سے دوسو برس تک مشرق مین نہایت زور و شور کے ساتھ حکمران رہا ان کا خاتمہ
تاتاریون نے ایران مین اور کردون نے شام مین ہمیشہ کے لیے اسی صدی مین کیا۔ یہ
تمام حوادث اور وقایع شیخ کے سامنے ظہور مین آئے تھے جنسے ایک صاحب بصیرت
آدمی بے انتہا عبرت اور نصیحت حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ بغداد کا مرثیہ جو اُس نے ع. ی
مین لکھا ہے اُسمین کہتا ہے ؎

رَعَی اللهُ اِنسَاناً تَیَقَّظَ بَعدَهُم ۔۔۔ لِاَنَّ مُصَابَ الزَّیدِ مَزجَرَةُ العَمرِو

یعنی ۔ خدا حمایت کرے اس شخص کی جو خلافت عباسیہ کے زوال کے بعد متنبہ ہوگیا کیونکہ زید
کی مصیبت عمرو کے لیے تازیانہ ہے ۔ یوروپ کے مشہور مصنّف ہگ ملر صاحب کا قول
ہے کہ مینے عمدہ تعلیم صرف ایک اسکول یعنی مدرسۂ روزگار مین پائی ہے جسمین محنت اور
مصیبت دو بڑے گرمجوش اور دلسوز اُستاد تھے ۔

اسکے سوا جیسی عمدہ صحبتین شیخ کو میسّر آئی تھین ویسی بہت کم آدمیون کو میسّر آتی ہین
شیخ کی عادت جیسا کہ ایک رسالہ مین[1] اُسکے فحواے بیان سے معلوم ہوتا ہے یہ تھی کہ
عالم سفر مین وہ جہان جاتا تھا وہان کے علما ۔ صلحا ۔ مشایخ ۔ اور کاملین سے ضرور

[1] یہ رسالہ شیخ کی کلیات مین شامل ہے۔

ملتا تھا - صاحب نفحات الانس نے لکھا ہے کہ شیخ نے کثرت سے دانشمندون اور اور عالمون کو دیکھا تھا - وہ خود بھی بوستان مین لکھتا ہے ؎

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم	ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

اگرچہ ساتوین صدی ہجری مین جسمین کہ شیخ کی جوانی اور بڑھاپا گزرا تھا مسلمانون کی علمی ترقیات اور فضائل و کمالات سابق کی نسبت بہت محدود ہوگئے تھے - لیکن پھر بھی بلاد اسلام مین ایک جم غفیر اعلی درجہ کے مشائخ اور علماء و حکماء کا نظر آتا تھا - خصوصاً جن ملکون مین شیخ کی زیادہ آمدورفت رہی ہے جیسے ایران - روم - شام - عراق - عرب اور مصر وغیرہ وہ اب بھی دینی اور دنیوی علوم کے مرکز تھے ہمارے تذکرون سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکون مین جن لوگون نے ساتوین صدی ہجری کے آغاز سے آٹھوین صدی کے شروع تک وفات پائی ہے اور جن سے شیخ کا ملنا ممکن تھا اُن مین کم سے کم چار سو جلیل القدر عالم اور محقق ایسے موجود تھے جو تمام بلاد اسلام مین مانے گیے ہین اور جن کی تصنیفات ابتک مسلمانون مین نہایت عظمت کے ساتھ تسلیم کیجاتی ہین - جیسے شیخ محی الدین ابن العربی - خواجہ نصیر الدین طوسی - شیخ صدر الدین قونوی - مولانا جلال الدین رومی - ابن تیمیہ حرّانی - امام یافعی - شیخ ابوالحسن شاذلی - شیخ [illegible] [illegible] شیخ شہاب الدین سہروردی - شیخ ابن فارض - شیخ اوحد الدین کرمانی - قاضی ابن خلکان - شیخ الاسلام تقی الدین ابن الصلاح - خواجہ علاء الدین سمنانی - علامہ قطب الدین شیرازی - امام محی الدین نووی - قاضی ناصر الدین بیضاوی - ابن عساکر

فقیہ شافعی وغیرہ وغیرہ ایسے ایسے سینکڑون جلیل القدر علماء اور مشائخ شیخ کی نظر سے
گذرے تھے اور ان کے علاوہ جیسا کہ گلستان اور بوستان سے ثابت ہوتا ہے
وہ ہر فرقہ اور ہر گروہ کے آدمیون سے ملتا اور اُن کی صحبت سے فائدہ حاصل کرتا تھا
جس طرح وہ فقرا اور مشائخ کے حلقون مین بیٹھتا تھا۔ اُسیطرح امرا کی مجلسون اور بادشاہون
کے دربار مین شریک ہوتا تھا اور کبھی وہ احرار اور ابرار کی صحبت سے مستفیض ہوتا تھا اور
کبھی لوباش والواط کے جلسون کا تماشائی تھا۔ نہ اُس کو شراب خانے مین جانے سے
عار تھا نہ بتخانہ مین رہنے سے ننگ تھا۔ اسی نے جامع بعلبک مین مدتون واعظ کہا تھا
اور وہی بتخانہ سومنات مین ایک مدت تک پوجاری رہا۔ کبھی وہ بصرہ کے نخلستان مین
یارون کے ساتھ کھجورین توڑتا نظر آتا تھا اور کبھی فلسطین کی بستیون مین پیاسون کو پانی پلاتا پھرتا
تھا۔ غرضکہ اُسکی تمام عمر فضائل انسانی اور نیرنگی روزگار کے مطالعہ مین بسر ہوئی تھی۔ اسی
سبب سے یورپ کے بعض مصنفون نے اسکو گریٹ مورلسٹ کہا ہے اور اسی وجہ سے
اخلاق بشری کی تصویر جس عمدگی کے ساتھ اس نے اپنے کلام مین کھینچی ہے ویسی آجتک
ایران کے کسی شاعر سے نہین کھچ سکی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شعراے ایران مین جسقدر
عمر شیخ نے پائی ہے ظاہر اور کسی کو نصیب نہین ہوئی۔ جہانتک ہماری تحقیق سے ثابت
ہوتا ہے۔ اس نے ایکسو بیس برس اس قفس عنصری مین بسر کیے ہین۔ اگرچہ ہر علم و فن مین
کمال کا درجہ حاصل ہونے کے لیے زیادہ عمر پانی ضرور ہے۔ مگر شاعر کے لیے سب سے
زیادہ اس بات کی ضرورت ہے۔ شاعر جسقدر بڈھا ہوتا جاتا ہے شاعری جوان ہوتی جاتی

ہے اگرچہ شیخوخت کے مرتبہ کو پہنچکر شاعر کے فکر مین بلند پروازی نہین رہتی - لیکن بلاغت جو شاعری کا رکن اعظم ہے کمال کو پہنچتی جاتی ہے یہی سبب ہے کہ جن شاعرون نے تہوڑی عمر پائی ہے گو کہ اُن کی قابلیت و استعداد اعلیٰ درجہ کی تھی مگر اُن کی شاعری مین ضرور کچھہ نہ کچھہ نقصان رہ گیا - جیسا کہ عرفی شیرازی کی نسبت شیخ ابو الفضل نے لکہا ہے کہ "وو غنچہ استعدادش ناشگفتہ ماند" ایک نوجوان شاعر جس کی طبیعت مین کمال جودت اور بلند پروازی ہو بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شوخ چالاک الہڑ بچھیرا جسکی بھاگ دوڑ اور جست و خیز اکثر بے اصول اور خلافِ قاعدہ ہوتی ہے اور ایک معمر سن رسیدہ شاعر گو اُس کی فکر کیسی ہی پست اور محدود ہو اُس شائستہ اور سدہ منی گھوڑے کے مانند ہے جو کبھی بے اصول قدم نہین اُٹھاتا الغرض شاعری کے لیے جتنی ضروری شرائط درکار ہین وہ سب خدائے تعالیٰ نے شیخ کی ذات مین جمع کر دی تہین -

شاعری کی بنیاد زیادہ تر چار چیزون پر ہے - ایک[۱] یہ کہ شاعر کے خیالات کم و بیش کسی حقیقت واقعیہ پر نہ کہ محض اختراع ذہن پر مبنی ہونے چاہئین ورنہ شعر مین کچھہ تاثیر نہ ہوگی دوسرے[۲] وہ ایسے خیالات ہون جن مین عام خیالات کی نسبت ایک قسم کی ندرت اور نرالا پن اور تعجب پایا جائے ورنہ معمولی بات چیت مین اور شعر مین کچھہ فرق نہ ہوگا تیسرے[۳] یہ کہ خیالات عمدہ لباس مین ظاہر کیے جائین - کیونکہ خیال کیسا ہی عمدہ ہو اگر مناسب لفظون مین ادا نہ کیا جائے تو دائرہ شاعری سے خارج ہوگا - چوتھے[۴] شاعر کے دل مین جبکہ وہ کسی مضمون پر شعر لکھہ رہا ہے کم و بیش اُس مضمون کا جوش اور ولولہ موجود

ہونا چاہیئے۔ ورنہ شعر نہایت کمزور ہوگا یہ چارون باتین جیسی شیخ کی شاعری
مین پوری پوری پائی جاتی ہین ویسی ایران کے کسی اور شاعر مین مشکل سے پائی جائینگی
اگرچہ بعض کے کلام مین یہ تمام خاصیتین موجود ہین لیکن اُن کا کلام چونکہ نہایت
محدود اور ایک خاص صنف مین منحصر ہے جیسے خواجہ حافظ شیراز کی غزل۔ اسلیئے
ہم انکو شیخ کا ہم پلہ نہین سمجھتے۔

شیخ کو اور شعرا پر اس سبب سے بہت بڑی فوقیت ہے کہ اُس کی نظم و نثر دونون
مسلّم الثبوت ہین۔ یہ بات بظاہر عجیب معلوم ہوگی کہ ایران مین جتنے مسلّم الثبوت شعرا گذرے ہین
اُن مین شیخ کے سوا ایک بھی ایسا نہین ہے جسکی نثر کو مثل نظم کے جمہور نے تسلیم کیا ہو۔
اگرچہ ہندوستان مین نور الدین ظہوری کو بھی نظم و نثر کا جامع مانتے ہین لیکن اہل ایران اُس
کی نظم و نثر دونون کو ناپسند کرتے ہین۔ بیشک اُسکی نثر کے اکثر فقرے بادی النظر
مین نہایت دلفریب ہین جیسے ؎

سُنبل ہر خرمنش از آہ ناشکیبان	بنفشہ نقطہ اش از خال دلفریبان

ازو نسخ طراوت کلماتش ہر سطرش الال آب حیات خضر تشنہ لب سیرابی ادا مسیحا مردہ جان بخشی
ہوا نکتہ ہاے برجستہ غنچہ ہاے سربستہ۔ نثرش نثرہ رفعت۔ شعرش شعری مرتبت
ہر صفحہ سفینہ و ہر سطرش نخلے برگش لفظ دلکش و بارش معنی بے غش ہر حرفش فصلے
و ہر عرشش اصلے،، اسی طرح سے نثر کے اور بہت سے فقرے الفاظ پرستون کو نہایت
خوشنما معلوم ہوتے ہین لیکن ان مین الفاظ کے سوا اور کچھ بھی نہین ؎

زیب اندو خوش اند و بوند ارند

بخلاف اسکے شیخ نے گلستان مین اس سے بہت زیادہ دلاویز و دلکش الفاظ مین حقائق واقعیہ کو بیان کیا ہے یہ بات گلستان کے سوا کسی فارسی نثر مین آجتک نہین دیکھی گئی مثلاً

در ایام جوانی چنانکہ افتد و دانی - نظرے داشتم بروے و گذرے داشتم بکوے -

۲ - اے برادر حرم در پیش و حرامیان از پس اگر رفتی بردی و اگر خفتی مردی ۳ - آزردن دل دوستان جہل ست و کفارۂ یمین سہل ۴ تو کہ چراغ نہ بینی بچراغ چہ بینی - ۵ طریق درویشان ذکرست و شکر و خدمت و طاعت و ایثار و قناعت و توحید و توکل و تسلیم و تحمل - ہرکہ بدین صفتہا موصوف است بحقیقت درویش ست - اگرچہ در قباست - اما ہرزہ گردے بے نمازے ہوا پرستے ہوس بازے کہ روزہا بشب آرد در بند شہوت و شبہا روز کند در خواب غفلت و بخورد ہرچہ درمیان آید و بگوید آنچہ برزبان آید زندیق ست اگرچہ در عباست ۶ پدر را عسل بسیار است اما پسر گرمی دارست ۷ صیاد بے روزی در دجلہ ماہی نگیرد و ماہی بے اجل بر خشکی نمیرد ۸ گوئی خردۂ مینا بر خاکش ریختہ و عقد ثریا از تاکش در آویختہ ۹ عصارۂ تاکے بقدرتش شہد فائق شدہ و تخم خرما بہ یمن تربیتش نخل باسق گشتہ۔

نظم و نثر کے جامع فارسی زبان ہی مین نادر الوجود نہین ہین بلکہ ہر زبان مین یہی حال ہے انگریزی مین باوجودیکہ لٹریچر کی ترقی انتہا کے درجہ کو پہنچ گئی ہے صرف گنتی کے آدمی ایسے ہین جن کو نظم اور نثر دونون مین تمام اہل فن کے نزدیک قبولیت حاصل ہوئی ہے بعضے

ملٹن کو اور بعضے سکاٹ کو اور بعضے اور ایک آدھ آدمی کو نظم و نثر کا جامع خیال کرتے ہین پس - شیخ کے لیے یہ کچھ کم فخر کی بات نہین ہے کہ ایران مین صرف اُسی کی نظم و نثر ایسی مین جنکو تمام اہل زبان نے تسلیم کیا ہے -

شیخ نے بھی تغزل یعنی عاشقانہ اشعار کی بنیاد تمام شعراے ایران کی طرح امردون اور سادہ رخون کے عشق ہی پر رکھی ہے - لیکن یہ بات جیسی کہ بادی النظر مین مذموم اور قبیح معلوم ہوتی ہے حقیقت مین ایسی نہین ہے اور صرف اسی بنا پر شیخ یا ایران کے اور شعرا پر امرد پرستی کا الزام لگانا بیجا ہے - فارسی زبان مین اور اُس کی پیروی سے اُردو زبان مین بھی ہمیشہ سے شاعری کا یہ طریقہ رہا ہے کہ شاعر مرد ہو یا عورت - رند ہو یا صوفی خدا کا عاشق ہو یا مخلوق کا - مرد کا عاشق ہو یا عورت کا بلکہ سرے سے عاشق ہو یا نہو ہمیشہ غزل ایسے عنوان سے لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کہ شاعر کسی پر عاشق ہے اور وہ اور اُس کا معشوق دونون مرد ہین - اسی طرح ہندی مین شاعر مرد ہو یا عورت - دنیادار ہو یا تارک دنیا - عشق حقیقی رکھتا ہو یا عشق مجازی - مرد کا عاشق ہو یا عورت کا ہمیشہ عاشقانہ نظم ایسے طور پر لکھتا ہے - جس سے ثابت ہو کہ شاعر عورت ہے اور اُس کا معشوق مرد ہے - اسی طرح عربی مین شاعر اپنے تئین مرد اور معشوق کو عورت فرض کر لیتا ہے - اگر بالفرض کوئی شخص تینون زبانون مین شعر کہنے پر قادر ہو تو اُس غریب کو ہر زبان کے دستور کے موافق کہین آپ کو مرد اور معشوق کو عورت اور کہین آپ کو عورت اور معشوق کو مرد کہین آپ اور معشوق دونون کو مرد قرار دینا پڑے گا - حضرت امیر خسرو دہلوی کی فارسی کی

غزلون سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ کسی ساده رخ ماه سیما کے پر مفتون ہین اور ان کے ہندی دوہرون سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی عورت اپنے پیارے خاوند یا دوست کے عشق یا جدائی مین بیتاب ہے اور عربی قصائد کی تشبیبون سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مرد اپنی زوجہ یا محبوبہ کی یاد مین مضطر و بیقرار ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام فرضی اور اصطلاحی عنوان بیان ہین جنکو حقیقت واقعی سے کچھ علاقہ نہین ہے جس طرح ہزارون پارسا اور پرہیزگار شاعر جنہون نے نہ کبھی شراب کا مزا چکھا نہ اُس کی صورت دیکھی نہ اُس کی بو سونگھی صدہا شعر شراب و کباب کے مضمون کے لکھتے ہین - اسی طرح ہزارون پاکباز اور صاحب عفّت شعر لکھتے وقت تھوڑی دیر کو امرد پرست اور شاہد باز بنجاتے ہین - البتہ اس سے مشرقی شاعری کی حد سے زیادہ بے اعتباری پائی جاتی ہے جس کے اصول اور فروع سب تصنیع اور بناوٹ اور ادعائے محض پر مبنی ہین - لیکن شیخ سعدی اور مولینا روم اور امیر خسرو اور خواجہ حافظ اور تمام شعرائے متصوفین اس سے مستثنیٰ ہین کیونکہ یہ لوگ اکثر عشق مجازی کے پیرایہ مین اپنے واردات اور حالات اور حقائق واقعیہ بیان کرتے ہین بعض اشخاص یہ خیال کرتے ہین کہ ان لوگون کے کلام کو جس مین بظاہر تمام خال و خط اور شراب و شاہد کے مضامین درج ہین حقیقی معنون پر محمول کرنا اور اس سے شاہد حقیقی کے شیون و صفات مراد لینی صرف ایک ملّایانہ گہڑت ہے جس مین سراسر تکلّف اور بناوٹ پائی جاتی ہے - مگر ایسا خیال وہی لوگ کرسکتے ہین جو کوچہ شاعری سے نابلد ہین - کنایہ ہمیشہ صراحت سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے اور دوست کا ذکر ہمیشہ اغیار سے چھپایا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا

مولانا روم مثنوی مین صاف صاف فرماتے ہین ؎

	گفتہ آید در حدیث دیگران		خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	

شعرائے متصوفین کے اشعار اگر حقیقی معنون پر محمول نہ کیے جائین تو اُن مین وہ کرشمہ جس نے ایک عالم کے دل کو تسخیر کیا ہے باقی نہین رہتا - نفحات الانس مین لکھا ہے کہ مولانا محمد شیرین جو کہ مولانا مغربی کے نام سے مشہور ہین اور جن کا دیوان غزلیات متصوفانہ اشعار بین مشہور ہے اُن کے سامنے کسی نے اُن کے معاصر شیخ کمال اسمعیل خجندی کا یہ مطلع پڑہا ؎

الوداع ای زہد و تقوی الفراق ای عقل و دین		چشم اگر این است و ابرو این و ناز و عشوہ این	

مولانا نے سنکر کہا ایسا شعر کہنا کیا ضرور ہے جو معنی مجازی کے سوا کوئی اور محل نہ رکھتا ہو - شیخ نے بھی یہ بات سنی اور ایک موقع پر مولانا کے سامنے ذکر چھیڑ کر کہا کہ چشم اور عین مرادف لفظ ہین پس عین سے ذات آلہی مراد لی جا سکتی ہے اور ابرو حاجب کا مرادف ہے پس ممکن ہے کہ حاجب سے صفات آلہی جو کہ حاجب ذات ہین مراد لیجائین - مولانا نے اس توجیہ کو تسلیم کیا اور شیخ کے بیان کی داد دی - خواجہ حافظ کی نسبت اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ وہ یہ شخص لسان الغیب اور ترجمان اسرار ہے اُس نے اکثر اسرار غیبی اور معانی حقیقی مجاز کے لباس مین ایسی خوبی سے بیان کیے ہین کہ کسی اور سے ایسا بیان نہین ہو سکتا پھر اکابر صوفیہ مین سے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے جو کہ صوفیہ کے حق مین دیوان حافظ کو تمام دیوانون سے بہتر بتاتے تھے - لیکن حق یہ ہے کہ تغزل کا یہ طریقہ خواجہ حافظ وغیرہ نے

شیخ سعدی شیرازی کے تتبع سے حاصل کیا ہے۔

البتہ ایران کی شاعری مین یہ بات قابل غور ہے کہ اُنھون نے تغزل کی بنیاد امرد پرستی پر کیون رکھی ہے۔ عرب کی شاعری مین شاعر اپنے تئین مرد اور معشوق کو عورت اور ہندی مین اپنے کو عورت اور معشوق کو مرد باندھتے ہین اور یہ دونون طریقے نیچر کے مطابق ہین۔ مگر مرد کا مرد پر عاشق و فریفتہ ہونا اور اُس سے وصل کا طالب اور کامجو ہونا اگرچہ بعض زبانی جمع خرچ کیون نہو ایک ایسا طریقہ ہے جس سے فطرت انسانی بالکل ابا کرتی ہے ہمارے نزدیک اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان مین عربی اور ہندی زبان کی طرح تذکیر و تانیث کا تفرقہ نہین ہے۔ اسمین ضمیرین اور افعال اور صفات مرد اور عورت دونون کے لیے یکسان لائی جاتی ہین۔ پس ممکن ہے کہ قدیم فارسی مین بھی ہندی کی طرح شعرا اپنے تئین عورت اور معشوق کو مرد باندھتے ہون لیکن اس سبب سے کہ شاعر عموماً مرد ہوتے تھے اور ضمائر یا افعال وغیرہ سے ثابت نہ ہوتا تھا کہ شاعر نے اپنے تئین مرد فرض کیا ہے یا عورت رفتہ رفتہ یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ فارسی مین عاشق و معشوق دونون مرد فرض کیے جاتے ہین۔ مین یہ خیال کرتا ہون کہ اگر کامل غور اور توجہ سے دیکھا جائے تو یہ ایک ایسی توجیہ ہے جس کے صحیح ہونے مین کچھ تھوڑا ہی سا شبہ باقی رہجاتا ہے۔ اسکے سوا دوسری وجہ یہ بھی خیال مین آتی ہے کہ جب مسلمان عرب سے نکلکر اطراف و جوانب مین پھیلے تو بسبب اِسکے کہ ان کے ہان عورتون کا مردون سے چھپانا مذہبی فرائض مین سے تھا غیر قومون کے میل جول سے عورتون کے باب مین اُنکی

غیرت حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ خصوصاً مسلمان بادشاہون مین اس غیرت کا ظہور سب طبقون سے زیادہ تھا۔ ڈاکٹر برنیر فرانسیسی جو ہندوستان مین پندرہ سولہ برس عالمگیر کے ساتھ رہا اپنے وقائع مین لکھتا ہے "ہندوستان مین جب بادشاہ سفر کرتا تھا تو بیگمات کی سواری کے نزدیک کوئی متنفس اگرچہ کیسا ہی ذی رتبہ اور صاحب اعتبار ہو نہین جانے پاتا تھا ورنہ بالضرور خواجہ سراؤن اور خواصون کے ہاتھ سے نہایت بیرحمی کے ساتھ پٹتا تھا اور ایران مین سنا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیگمات کی سواری سے آدھے فرسنگ کے فاصلہ پر نظر پڑ جاتا تھا تو اُس کی سزا موت کے سوا کچھہ نہ تھی اور جس شہر یا گانون مین سے بیگمات کی سواری نکلتی تھی وہان کے تمام مرد اور عورت اپنے اپنے مقام اور مسکن چھوڑ کر چلے جاتے تھے" شاید اس بیان مین کچھہ مبالغہ ہو مگر اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ عورتون کے باب مین مسلمان بادشاہون کی غیرت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ چونکہ شعرا اکثر بادشاہون کے مداح اور مصاحب ہوتے تھے اسلیئے وہ کوئی بات سلاطین کے مقتضائے مزاج کے خلاف شعر مین درج نہ کر سکتے تھے۔ پس نہایت قوی گمان ہے کہ شعرا نے غزل اور تشبیب مین عورتون کے حسن و جمال کا ذکر اور جو جو معاملات عشق کے زمانہ مین عاشق و معشوق کے درمیان واقع ہوتے ہین اُن کو صاف صاف بیان کرنا سلاطین کی حمیت اور غیرت کے برخلاف سمجھا ہو اور اس لیے تمام عشقیہ مضامین امردون اور سادہ رخون پر ڈھالے گیے ہون۔ سلاطین مغلیہ مین سے جہانگیر کے عہد مین جو ایک واقعہ گزرا ہے وہ اس خیال کی تائید کرتا ہے۔ ایک موقع پر جہانگیر کے روبرو قوال امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی غزل

گا رہا تھا اور بادشاہ اُس کو سنکر بہت محظوظ ہو رہا تھا - جب قوّال نے یہ شعر گایا ؎

تُو شبانہ می نمائی بہ برکہ بودی امشب		کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

بادشاہ دفعتہً بگڑ گیا اور قوّال کو فوراً پٹوا کر نکلوا دیا اور اسقدر برہم ہوا کہ تمام ندیم اور خواص خوف سے لرزنے لگے اور فوراً ملّا نقشی مہرکن کو جن کا بادشاہ بہت لحاظ کرتا تھا بلا کر لائے تاکہ وہ کسی تدبیر سے بادشاہ کے مزاج کو دھیما کریں - جب وہ سامنے آئے تو بادشاہ کو نہایت غیظ و غضب مین بھرا پایا - عرض کیا حضور خیر باشد - بادشاہ نے کہا دیکھو امیر خسرو نے کیسی بے عزتی کا مضمون شعر مین باندھا ہے - بھلا کوئی غیرت مند آدمی اپنی محبوبہ یا منکوحہ سے ایسی بے غیرتی کی بات کہہ سکتا ہے ؟ ملّا نقشی نے ایک نہایت عمدہ توجیہ سے اُسی وقت بادشاہ کا غصّہ فرو کر دیا - اُنہون نے کہا کہ امیر خسرو نے چونکہ ہندوستان مین نشو و نما پایا تھا اسلیئے وہ اکثر ہندوستان کے اصول کے موافق اشعار کہتے تھے یہ شعر بھی اونہون نے اُسی طریقہ پر کہا ہے - گویا عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ تو رات کو کسی غیر عورت کے ہان رہا ہے کیونکہ اب تک تیری آنکھون مین نشہ یا نیند کا خمار پایا جاتا ہے - یہ سنکر بادشاہ کا غیظ و غضب فوراً جاتا رہا - اور پھر گانا بجانا ہونے لگا -

اگرچہ شیخ یا اور شعرائے ایران کے عاشقانہ اشعار سے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اُن کی امرد پرستی اور شاہد بازی پر استدلال نہین ہو سکتا - لیکن اِس مین شک نہین کہ گلستان کے پانچوین باب کی بعض حکایتون اور نیز شیخ کے اکثر اشعار سے صاف پایا جاتا

ہے کہ عشق و محبت اُس کی سرشت مین تھا اور کسی نہ کبھی وقت مین اُسکو سادہ رخون اور امردون کی طرف میلان خاطر رہا ہے - مگر اس بات کو مین کسی بُری معنی پر محمول نہین کرتا - صوفیہ کے حالات جو نفحات وغیرہ مین لکھے ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک عشق مجازی بشرطیکہ پاک اور بے عیب ہو سالک کے لیے ایک بہت بڑا ذریعہ ترقی باطنی کا ہے اور اکثر بڑے بڑے مشائخ اور عرفا مین یہ خصلت پاکدامنی اور عفّت کے ساتھ دیکھی گئی ہے - شیخ نے جس طرح اپنے عاشق مزاج ہونے کا بیجا اقرار کیا ہے اسی طرح ناپاک عشقبازی اور ہوا و ہوس سے بیسیون جگہہ اپنی برات بھی کی ہے - چنانچہ ایک جگہہ غزل مین کہتا ہے ؎

گر بنظر صدق را نام گنہ مے نہند	ہمہ عمل ما ہیچ نیست بجز گنہ اندوختن

بالخیر
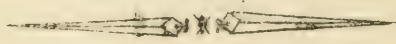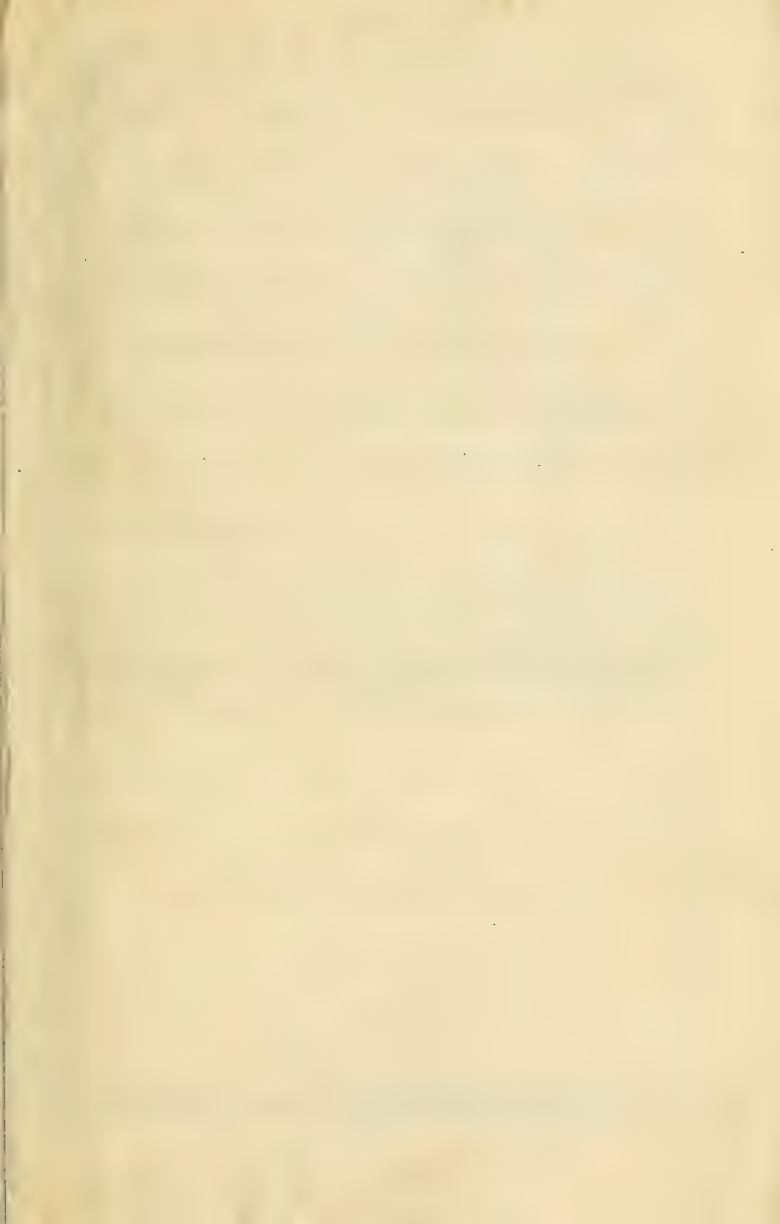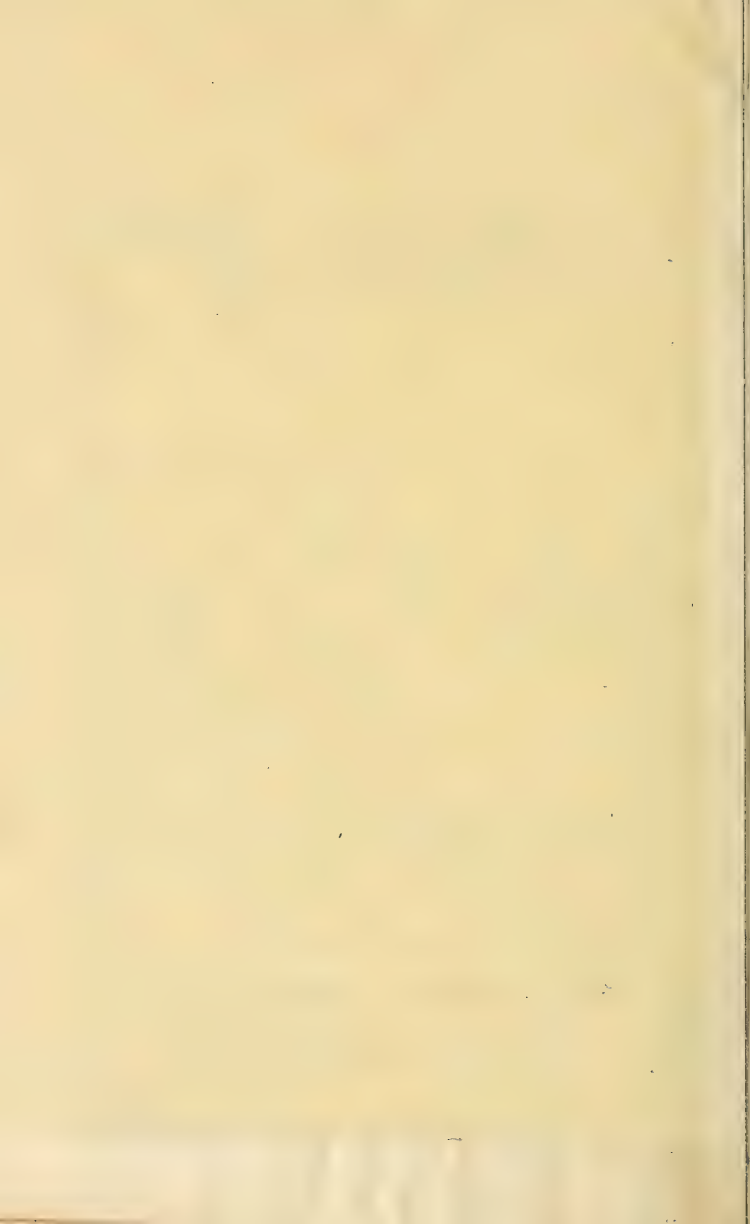
خدا کے فضل و کرم سے اس مطبع مین ہر قسم و ہر زبان کی کتابین اُردو- ہندی- فارسی- عربی- نہایت خوشخط صحیح و عمدہ سیاہی مصالح سے لیتھو مین طبع ہوتی ہین- عدالتون و محکمہ بندوبست اور جنگی وغیرہ کے جملہ کاغذات بھی چھپتے ہین یہ نامی مطبع چالیس برس سے اپنے فرایض منصبی کو نہایت ایمانداری اور خوش معاملگی سے ادا کر رہا ہے اور اسکی شہرت و نیک نامی روز افزون ہے اور اس مطبع مین کتب بہ نسبت اور مطابع کے بہت خوشخط و صاف و عمدہ چھاپی جاتی ہین جن صاحبون کو کچھہ چھپوانا ہو اُن کو کیفیت نرخ وغیرہ کی خط و کتابت سے معلوم ہو سکتی ہے- نمونہ کے لیے ہمارے مطبع کی چھپی ہوئی کتابین کافی و وافی ہین فقط

المشتہر

محمد قادر علیخان صوفی مالک و مہتمم مطبع مفید عام آگرہ